بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ★ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ (پ ۱۳ ع ۶)

(بے شک ان کے قصوں میں عبرت ہے سمجھداروں کے لئے)

جامعہ اور سبق آموز

حکایاتِ چشتیہ (حصہ اول)

مؤلفہ

بندۂ فریل :- محمد رضاء المصطفےٰ الچشتی نظامی

اس کتاب میں مقدس قرآن وحدیث اور دیگر چہار سلاسل اولیائے ربانی کے ملفوظات و تصنیفات اور اسلامی کتب کی روشنی میں ساقی کوثر، صاحب لولاک دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وکمالات، فیوض وبرکات، صداقت وعظمت اور انہیں کتب کے شواہد سے حضور پُرنور کا مالک مختار، نور علیٰ نور، بے نظیر وبے مثال ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ نیز خلفائے راشدین جو کہ حضورؐ کے ہم راز اور انسانیت کے محسن تھے۔ ان کے کمالات بھی تحریر ہیں۔ اور سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کی دلچسپ مفید اور دل ودماغ کو وسعت دینے والی حکایات جمع کر دی گئی ہیں۔ ہر حکایت کے بعد اس سے جو نتیجہ فکر حاصل ہوتا ہے۔ وہ ساتھ ہی لکھ دیا گیا ہے اور ان حکایاتِ چشتیہ کو بڑے مدلل اور احسن پیرائے میں لکھا گیا ہے۔ حسب موقعہ اشعار بھی درج ہیں۔ اور ہر حکایت چشتیہ کو اصل اور کئی کتابوں سے دیکھ کر درج کیا گیا ہے۔ کتابوں کا نام صفحہ - جلد سب کچھ لکھ دیا گیا ہے۔

ناشر :- کتب خانہ "انوارِ چشتیہ" ۱۶۶ پی ۳ سٹریٹ ۲

منصور آباد۔ لائل پور

قیمت ۔/۷۵ روپے

انتساب

اپنی اس حقیر کوشش اور ناچیز تصنیف کو قبلہ و کعبہ والد المعظم حاجی الحرمین شریفین حضرت مولانا محمد احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چشتی نظامی کے اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں جن کی رگ رگ میں خواجۂ کون و مکاں نبی الوریٰ احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق سرمدی سمایا ہوا تھا۔ محبت رسول کے احساس سے اکثر اوقات آپ کی آنکھیں اشکبار رہتی تھیں۔ ذکر و فکر آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ ہر وقت درود شریف ہزارہ پڑھتے رہتے تھے۔ آپ کے فیوض کا دائرہ بہت وسیع تھا[1]۔ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی ذات گرامی سراپا فیوض و برکات تھی۔ آپ کے زیر سایہ بندۂ فرید نے مسلسل باراں سال سلوک کی منازل طے کیں۔ حضرت والد علیہ رحمت یکم مئی ۱۹۶۹ء بروز جمعرات بمطابق ۱۳-۱۴ صفر المظفر ۱۳۸۹ھ ہجری کی درمیانی شب کو نماز عشاء کی اذان کے وقت جب مؤذن نے شہادتِ رسولؐ کی گواہی دی تو یا حیّ یا قیّوم کہتے ہوئے اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر ہو گئے۔ خداوند قدوس آپکی قبر انور کو روشن کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور درجات کو بلند کرے۔ آمین!

یہ آپ ہی کا فیضانِ کرم ہے کہ فقیر حکایات چشتیہ حصہ اول کو آپکے سامنے جامع اور پُر مغز کتاب کی صورت میں پیش کر رہا ہے۔ آخر میں قارئین کرام سے عرض معروض ہوں کہ اگر اس کتاب میں کوئی غلطی یا خامی محسوس کریں تو اسے مصنّف کی لاعلمی پر محمول کرتے ہوئے درگذر فرمائیں "پھول کچھ میں نے چنے ہیں اُنکے دامن کیلئے"

بندۂ فرید، محمد رضا المصطفےٰ چشتی نظامی ۲۷ شوال ۱۳۸۹ھ

[1] انشاء اللہ، ادارہ حضرت کی شخصیت پر عنقریب ایک جامع کتاب لکھے گا

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم   بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

قال اللہ تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران - ۲۰۰)

اے ایمان والو! (اگر کامیابی و سعادت حاصل کرنی چاہتے ہو تو) صبر کرو ایک دوسرے کو صبر کی ترغیب دو۔ ایک دوسرے کے ساتھ جڑ جاؤ۔ اور (ہر حال میں) خدا سے ڈرتے رہو تاکہ (اپنے مقصد میں) کامیاب ہو جاؤ۔"

اسلام نام ہے اللہ تعالیٰ کے دین اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کا۔ اجتماعی نظام حیات کی تکمیل کے لئے فردِ مومن کو جماعت سے رابطہ قائم کرنے کی تلقین فرماتا ہے۔ چنانچہ اس آیت مبارکہ میں خالق کائنات نے اقوام عالم کے مسلمانوں سے یہی کہا ہے۔ کہ مومنو! صبر و استقامت کا دامن کسی حالت میں بھی نہ چھوڑیں اور دشمن کے مقابلہ کیلئے آپس میں جڑ کر رہیں یعنی جماعت سے پیوستہ رہیں۔ خود نیک عمل کریں اور دوسروں کو بھی عمل پر ابھاریں۔ چنانچہ جماعت کی اہمیت پر حضور سرور کائنات، ساقی کوثر دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بجا طور پر بہت زور دیا۔ نبی اکرم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث قابل غور ہیں۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا:۔

"جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر بھی باہر ہو جائے گا اس کی موت جہالت کی موت ہو گی۔" اور پھر خواجۂ کون و مکاں رطب اللسان ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ جو جماعت سے الگ ہو گا وہ جہنم میں جائے گا۔" (ابن ماجہ)

گویا جماعت میں رہنا اور جماعت کے ساتھ رابطہ قائم کرنا سنت مصطفائی

ہے ۔ اور اس حقیقت کی عکاسی درویشِ لاہوری علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کیا ہی ایمان افروز کرتے ہیں، ؎

فرد را ربطِ جماعت رحمت است
جوہرِ او را کمال از ملّت است
تا توانی با جماعت یار باش
رونقِ ہنگامۂ احرار باش
فرد تا اندر جماعت گم شود
قطرۂ وسعت طلب قلزم شود

مسلمانو! اسلام یہ نہیں کہتا کہ تم اچھا نہ کھاؤ، اچھا نہ پہنو۔ روپیہ پیسہ نہ کماؤ۔ موٹروں میں نہ پھرو۔ کوٹھیوں اور بنگلوں میں نہ رہو۔ مگر افسوس آج عاقبت کی ہمیں کچھ فکر نہیں اور حبِّ دنیا میں اس قدر فنا ہیں کہ انجام کی پرواہ نہیں رہی۔ اور حصولِ دولت بحصولِ عزت اور شان و شوکت کی بظاہر نمائش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ ؎

اڑاؤ عیش کرو عشرتیں بہت بھولو
اڑو جہاز میں موٹر کی گود میں جھولو
اڑو بلندی پہ اتنا فلک کو بھی چھولو
خدا کے واسطے لیکن خدا کو مت بھولو

قَالَ الْمُصْطَفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اِنَّ اللّٰہَ اِخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلٰی جَمِیْعِ الْعَالَمِیْنَ سِوَی النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاخْتَارَ مِنْ اَصْحَابِیْ اَرْبَعَۃً اَبَابَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیًّا فَجَعَلَہُمْ خَیْرَ اَصْحَابِیْ وَفِیْ اَصْحَابِیْ کُلُّہُمْ خَیْرٌ (خصائص کبریٰ۔ جواہر البحار ص ۲۹۵ ج ۱-۲)

"ساقی کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے میرے صحابہ (رضوان اللہ علیہم) کو سارے جہانوں پر فضیلت بخشی ہے۔ سوا نبیوں اور رسولوں کے۔ اور میرے صحابہ میں سے اللہ تعالےٰ نے (حضرت) ابوبکر (حضرت) عمر (حضرت) عثمان اور (حضرت) علی (رضوان اللہ علیہم) ان چاروں کو فضیلت بخشی ہے۔ اور انہیں سب صحابہ سے بہتر کہا ہے۔ اور میرے سب صحابہ ہی فضیلت والے ہیں۔"

شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و مرسلین (علیہم السلام) کے بعد سارے جہانوں سے افضل و اعلےٰ ہیں۔ اور پھر انہی میں سے چار یار ان مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم یعنی سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان ذو النورین اور سیدنا حیدرِ کرار رضی اللہ عنہم عزت، عظمت

شرافت اور بزرگی میں افضل و اعلیٰ ہیں۔ پس جو اِن محبوبانِ مصطفےٰ کا دوست ہے گویا وہ بڑا ہی خوش قسمت و خوش نصیب اور صاحب ایمان ہے۔ اور جو نفوس ان مقبولانِ حق کے دشمن ہیں وہ تمام کائنات کے بُروں سے زیادہ بُرے اور بد بخت ہیں۔ ع

جہاں میں جسے صدّیقِ باصفا نہ ملا
جسے عمرؓ سا جری صاحبِ لقا نہ ملا
ملا نہ کچھ جسے عثمانِ باحیا نہ ملا
جسے علی نہ ملا اسکو مصطفےٰ نہ ملا
ملا نہ جس کو محمدؐ اسے خدا نہ ملا
بجز رسول کسی کو یہ مرتبہ نہ ملا

مسلمانو! یہ حقیقت ہے کہ زبانِ مصطفےٰ سے جو کچھ ارشاد ہوتا ہے وہ دراصل خدا ہی کا ارشاد ہوتا ہے، اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی خواہش سے کچھ فرماتے ہی نہیں۔ بلکہ ومایَنطِقُ عنِ الھَویٰ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحیٰ (پ ۲۷ ع ۵) وہ کوئی بات ہی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے" اور اس عقیدہ پر ایمان رکھئے کہ فرمانِ مصطفےٰ فرمانِ خدا تعالیٰ ہے۔

قولِ حق قرآن ہے قولِ پیمبر ہے حدیث
اہلِ دل کیواسطے تقریر ہے دونوں کی ایک

اس نے پیمبر اول تو اس نے دعوتِ اسلام دی ؛ وہ خدا اور یہ نبی تدبیر ہے دونوں کی ایک

تقریظ شریف

گرامی القدر عارف باللہ الغواص فی بحار اسرار اللہ واقف حقائق شریعت۔ عارف دقائق حقیقت اعلیحضرت حاجی الحرمین شریف جناب مولانا حافظ محمد مظفر فاروقی صاحب چشتی نظامی مدظلہ العالی دربار فیض عالم حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاہور شریف

الا اے طوطیٔ گویائے اسرار

مبادا شکرت خالی زمنقار

"حکایاتِ چشتیہ" حصہ اوّل کو میں نے جستہ جستہ جگہ سے پڑھا نہایت برجستہ اور نورٌ علیٰ نور اور جذب و مستی سے معمور اور عقیدت و محبت سے بھرا پُر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے پایا۔ جس کا فقیر نے قلب سلیم کے ساتھ لفظ بہ لفظ ہر سطر کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ "حکایات چشتیہ" کی مثال میرے خیال میں "مغزِ عشق" کہا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ برادر طریقت حضرت علامہ پیر بندۂ فرید محمد رضا المصطفیٰ صاحب چشتی نظامی سلمہ الرحمٰن کی پیہم مشقت اور محنت شاقہ کا نتیجۂ فکر ہے۔ جنہوں نے پچیس ۲۵ حصوں پر "حکایات چشتیہ" کو مرتب کرنا شروع کیا۔ مولانا صاحب کے جسد مبارک میں محبت و معرفت کے بیکراں خزانے چھپے ہوئے ہیں۔ جنہیں آپ اب اُجاگر کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ فاضل مصنف کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ملک بھر میں ان کے عقیدت مند

موجود ہیں۔ آپ کا اسلوبِ بیان بلا شبہ انعامِ ربانی ہے۔ "حکایاتِ چشتیہ" اربابِ طریقت سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے قابلِ قدر سرمایۂ رشد و ہدایت ہے۔ جو روحانی بیماروں کا تیر بہدف علاج ہے۔ اور یہی وہ روحِ تصوف ہے جس کے اسرار و رموز ایک طالبِ ہدایت کے کافی و شافی ہیں جسے اللہ تبارک و تعالیٰ کے قرب و رضا کی تلاش ہو اس کے لئے حکایاتِ چشتیہ کا مطالعہ نہایت ضروری اور مفید ہے۔ اور ہر حکایت پُرکیف، اثر آفرین نذرانہ ہائے عقیدت کا ایک لاجواب مجموعہ ہے۔ اور سرکار اجمیری غوث الثقلین سلطان اغیاث الہند غریب نواز حضرت سیدنا معین الدین حسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روحانی عقیدت کے سدا بہار پھولوں کا حسین مرقع ہے۔ جس سے آنکھیں منور اور دل مسرور ہو جاتے ہیں۔ علامہ صاحب جلیل القدر اولیاء ربانی عالیہ چشتیہ رضی اللہ عنہم کے مقدس سلسلہ میں منسلک ہیں۔ اور انہی کی مرتب کردہ "حکایاتِ چشتیہ" اپنی جامعیت اور افادیت کے لحاظ سے ایمان و عرفان، سوز و گداز اور اخلاق و روحانیت کے سدا بہار گلشن کا عطر ہے۔ جو دماغ و روح کو معطر کر دیتا ہے۔ تمام مسلمانوں کے لئے بالعموم سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے مریدین اور متوسلین کے لئے بالخصوص ایک نایاب تحفہ یعنی حسن و عشق کا ایک بیکراں سمندر ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ اہلِ طریقت "حکایاتِ چشتیہ" کی پُرسوز لہروں میں مستغرق ہو کر داخلِ حسنات ہوں۔ اور فیضِ بیکراں سے فیضیاب ہو کر فیضانِ انوارِ چشتیہ سے اپنے قلب و روح کو سرمایۂ تسکین بہم پہنچائیں۔ اور حضرت بندہ گو فریدیہ قیامت تک نجمِ سحر کی صورت میں درخشاں رہیں۔ اور خالقِ کائنات بطفیل صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں دین و دنیا میں عظیم الشان ترقی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

نیاز مند: حافظ محمد مظفر فاروقی چشتی۔ لاہور شریف۔ ۱۹ فروری ۱۹۷۰ء

پردوں سے عیاں ہو کر ناظر کے اشارے پر
آیا ہوں گلستاں میں وحدت کے فوارے پر

حسرت ہے نہاں دل میں ہر آن تلاطم کی
چلتی ہے مری نیا طوفان کے دھارے پر

پابندِ حوادث ہے کچھ جوشِ جنوں میرا
ہے ننگ اسے چلنا غیروں کے سہارے پر

ساقی تیری محفل کا کوئی بھید کیا جانے
مدہوش زمانہ ہے بس مے کے نظارے پر

حیرت میں نجومی ہے اور محفلِ انجم بھی
رکھا جو قدم میں نے اس زحل ستارے پر

اس قوم کی حالت پہ اللہ کی رحمت ہو
بگڑی جو بگڑ نے سے سنوری نہ سنورنے پر

چل دور ہو کم بختی اب تیرا گذر مشکل
وہ دیکھ بلاتا ہے اقبال کنارے پر

اے رضا تری ہستی پر کیوں ناز نہ ہو ہمکو
نازاں ہے مصور بھی خود نقش ہمارے پہ

(حضرت شہباز طریقت
مدظلہ العالی)

ایک نظر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۙ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۰ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۰ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۰

اس دورِ الحاد و مادیت میں ہر طرف نفرت اور وحشت و بربریت کا سماں ہے۔ کسی فرد کو بھی دلی سکون میسر نہیں۔ نفسا نفسی کا عجب عالم رواں دواں ہے اور اسی الحادیت کی فضاؤں میں کتابوں کی بھی ایک دنیا ہے۔ جس کی تجلیاں چار سو پھیلی ہوئی ہیں۔ اور انہی تجلیوں کی شعاعوں میں رومانی، ناولوں، افسانوں اور جنسی معلومات کی کتابوں کی افراط ہے جنہیں سبھی چھوٹے اور بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں اور قوم ان کے مصنفین کو داد و تحسین دیتی ہے۔ لیکن یہ تمام کتب زیادہ تر دروغ و کذب پر مبنی ہیں۔ ان میں ذرہ بھر بھی حقیقت و صداقت نہیں ہوتی۔ تاہم مصنفین اپنی کتابوں کو عظیم شاہکار سمجھتے ہیں۔ اور گاہے گاہے افسانوں اور ناولوں کے "نمبر" بھی نکالتے ہیں۔ قوم انہیں ہاتھوں ہاتھ لیتی ہے۔ اور ملت انہی کتب کو ترقی پسند ادب کے نام سے موسوم کرتی ہے۔ حالانکہ اسی ادب کی برکت سے خاندانوں کے خاندان تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ اور "آنند لائبریری دہلی" میں شرافت، عظمت اور تہذیب و تمدن کا بیڑا غرق کرنے والی کتب موجود ہیں۔ سکولوں اور کالجوں

کی لڑکیاں اور لڑکے انہی کتب کی بدولت پستی کے کھنڈرات میں گر رہے ہیں اور جنسی۔ رومانی واقعات آئے دن ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ عام اخبارات اس حقیقت کے شاہد ہیں کہ اغوا قتل و غارت کے جتنے واقعات ہو رہے ہیں۔ یہ سبھی انہی کتب کا فیضان ہیں۔ چنانچہ قصّے اور حکایات ضروری نہیں کہ افسانوی رنگ میں ہوں۔ اس عالم رنگ و بُو میں سچّے قصّوں اور نتیجہ خیز حکایات کا وجود بھی ہے۔ قرآن و حدیث اور اولیاء ربانی کے ملفوظات میں حکایات و قصص ایسے بھی ہیں۔ جن سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ اور ان کی طفیل رشد و ہدایت کی شمعیں صراط مستقیم سے بھٹکی ہوئی رُوحوں کو وصل باللہ اور فنائی الرسولؐ کے مقامات پر پہنچانے میں مدد دیتی ہیں۔ بلکہ خود ہادیٔ بےکساں نورالقمر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات میں سابقہ اقوام کے احسن واقعات بھی پائے جاتے ہیں۔

مگر اس نام نہاد تہذیب و تمدن اور ادبیات کے زمانے میں مشکل یہ ہے کہ یہ تمام قصص و حکایات پرانی باتیں ہیں۔ اور اس ماڈرن ثقافت میں ان پرانی اور دقیانوسی باتوں کی طرف کوئی بھی توجہ نہیں دیتا۔ کاش مسلمان آج کل کے لایعنی افسانوں اور جھوٹی رومانی حکایات کی بجائے اپنے اسلاف کے حقیقی افسانوں اور اولیاء ربانی کے واقعات کو پڑھیں نیز دوسروں کو بھی پڑھنے پڑھانے کی تلقین کریں تاکہ انکے پڑھنے سے دین و دنیا کی تمام مشکلات دور ہوں۔ اور یوم حساب کے لیئے بھی کچھ فوائد جمع ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ مقبولان مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصص و حکایات کے توسل سے تنگدستی دور ہوتی ہے۔ اور آسودگی و راحت کی فراوانیوں کا سماں پیدا ہوتا ہے۔ قوم کے بیٹوں اور بیٹیوں کی ناگفتہ حالت دیکھکر دلی خواہش پیدا ہوئی کہ انہیں دین محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء ربانی سے روشناس کرایا جائے۔ مگر ہر کام کو ایک وقت درکار ہوتا ہے۔ اور عرصہ دراز سے یہی خواہش دلِ مضطرب میں اجاگر

ہوتی رہی، آخر فضل ایزدی ہُوا اور پارسال عشرہ اعتکاف میں قلب و دماغ کو سکون ملا۔ اور خواب کی حالت میں شیخ کامل کا حکم ہُوا۔ بالآخر اس بارِ عظیم کو اٹھانے کی ہمت کی، خالق کائنات نے حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ اور اولیائے چشت رضی اللہ عنہم کی طفیل خصوصًا اپنے پیر کامل قطب زماں جانشین فریدالدین سرچشمۂ فیوض و برکات اعلیحضرت میاں غلام محمدؐ صاحب چشتی نظامی ملپوری مدظلہ العالی کے روحانی امداد و اعانت و تصرفات اور آپ کے فیوض و برکات کے عظیم توسل سے ذاتِ حق نے میرے بازوؤں میں ہمت و طاقت اور شرح الصدر کو کمال کرم نوازی سے پڑھنیا کیا۔ اور ...... میرے مولا نے میری بے کسی کی لاج رکھ لی، اور پھر میں نے اس "بارِ عظیم" حکایاتِ چشتیہ کو مرتب کرنا شروع کر دیا۔ کتاب ہذا اس مقدس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے، میں نے قرآن و حدیث اور اسلامی لٹریچر اور ملفوظاتِ اولیاء ربانی کے حقیقی قصوں اور ایمان افروز حکایاتِ چشتیہ کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ میرے ذہن میں یہ سلسلہ بڑا طویل ہے۔ اور دلی خواہش ہے کہ اس مبارک سلسلہ کو دور تک لے جاؤں چنانچہ میں وثوق سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ انشاءاللہ حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل "حکایاتِ چشتیہ" کو پچیس ۲۵ حصوں پر مرتب کر دوں گا۔ میں نے اس تالیف کے جو باب تجویز کئے ہیں وہ بہت ہی زیادہ ہیں۔ تاہم "حکایاتِ چشتیہ" حصہ اول میں حسب ذیل باب ہیں۔

باب اول	توحید باری تعالیٰ
باب دوم	ما کان و ما یکون
باب سوم	امیرالمومنین صدیق اعظم
باب چہارم	امیرالمومنین فاروق اعظم

باب پنجم — امیر المومنین عثمان ذوالنورین
باب ششم — امیر المومنین مولا علی المرتضیٰ

چونکہ یہ سلسلہ بہت طویل ہے۔ اس لئے یہ کتاب چھ باب پر مشتمل ہے۔ اور "حکایات چشتیہ" کے باقی حصص انشاءاللہ مناسب ابواب پر مرتب ہوں گے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانان پاکستان بالخصوص، سلسلہ چشتیہ نظامیہ، صابریہ کے پیر بھائی میری حوصلہ افزائی کریں۔ اور اپنے علاوہ دوسروں کو بھی اس کے پڑھنے اور پڑھانے کی تلقین کریں۔

سلام ہو ان سعید روحوں پر جو ایسی کتابوں کی منتظر رہتی ہیں۔

این سلسلہ از طلائے ناب است
این خانہ تمام آفتاب است

لکھتا ہوں رضا "حکایات چشتیہ" کے افکار
تصوف و شریعت کے رموز و اسرار

بندۂ فرید۔ محمد رضا المصطفیٰ چشتی نظامی

مورخہ ۱۴ / صفر ۱۳۹۰ھ
بروز منگل

محمد رضا المصطفیٰ چشتی
ابن حضرت محمد اکرم رحمۃ اللہ علیہ

فہرست حکایاتِ چشتیہ حصہ اوّل

★

نگاہوں میں بطحا نظر آگیا ہے

میں قربان محمدؐ کا گھر آگیا ہے

نہ قابو میں دل ہے نہ بس میں جبیں ہے

میرے کملی والے کا گھر آگیا ہے

تڑپتی تھی آنکھیں جسے دیکھنے کو

وہ روضۂ خیر البشر آگیا ہے

محمدؐ کی چوکھٹ خزانہ خدا کا

گدا بن کے ہر تاجور آگیا ہے

نگاہیں پڑیں سبز گنبد کے اوپر

وہ عرش معلّٰی نظر آگیا ہے

امیرؔ آج دامن کو پھیلا دے تو بھی

کہ بحرِ کرم جوش پر آگیا ہے

حضرت مولانا امیر صابری مدظلہ العالی

لکھتا ہوں رضا حکایات چشتیہ کے افکار
تصوف و شریعت کے رموز و اسرار

جمالُ اللہ

حکایت نمبر ۱

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ۔

(پ ۱۸ ۔ س ۔ نور).

"کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ۔ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں ۔ اور پرندے پر پھیلائے سب نے جان رکھی ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح ۔ اور اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے"۔

پیش لفظ

کائنات کا ذرّہ ذرّہ خداوند قدوس کی حمد و ثنا میں مشغول ہے ۔ اور قرآن پاک میں متعدد مقامات پر ان کی نغمہ ریزی مذکور ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا انسان تک ہی محدود نہیں ۔ بلکہ تحت الثریٰ سے وسعتِ لامکاں تک کا ذرہ ذرہ اس کی بے پناہ قدرت و جلال کا کلمہ پڑھ رہا ہے ۔ کسی کو بھی اس کی عبدیت و بندگی سے انکار کی تاب نہیں ہے ۔ سب کے سب اس کی حمد و ثنا میں نغمہ ریز ہیں ۔ اور غافل انسان کو دعوت دے رہے ہیں ۔ کہ وہ بھی اپنا ساز چھیڑے ۔ تاکہ دونوں کے نغموں سے آسمان و زمین گونج اٹھیں ۔

گویا ! **جمالُ اللہ** کائنات کی ہر شئے سے عیاں ہے ۔ اور غافل و مدہوش انسان کو ذکر و عمل کی دعوت دے رہا ہے ۔ اکنافِ عالم تو کیا ؟ ہمارے گرد و پیش

یعنی سبھی جگہ جمال اللہ اور انا اللہ کا ظہور ہے۔

نام کی ابتداء بزرگو ہمارے شب و روز کے واقعات کی ابتداء و انتہا ذکر الٰہی سے ہی ہوتی ہے۔ حضرت مولانا رحمت اللہ سبحانی مخزنِ اخلاق صد۱۱۹ پر کیا فرماتے ہیں۔ "سنیئے"

" آپ تشریف لائیے گا تو کہتے ہیں انشاء اللہ دُکھ درد میں بے اختیار پکارتے ہیں ہائے اللہ، ہر ایک کام شروع کرتے وقت پڑھتے ہیں بسم اللہ اگر تعریف کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے سبحان اللہ۔ پانی پلانے یا کھانا کھلانے پر فرمایا جزاک اللہ۔ بوقتِ ملاقات کہا اسلام علیکم ورحمتہ اللہ، سو کر اٹھے تو کہا لا الہ الا اللہ جب چھینک آئی تو کہدیا الحمد للہ۔ جواب میں کہا یرحمک اللہ۔ یھدیکم اللہ۔ اظہار نفرت پر کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اگر پوچھا آپ کیا کام کرتے ہیں تو کہا توکلت علی اللہ۔ گناہ سے معافی چاہیں تو کہا استغفر اللہ۔ قسم کھانے پر کہیں واللہ باللہ۔ بوقتِ نکاح کہیں امنت باللہ۔ کسی سے محبت ہو تو لحب اللہ۔ بوقتِ رخصت کہیں فی امان اللہ۔ کسی سے مانگیں تو کہیں واسطے اللہ۔ خیرات پر کہیں فی سبیل اللہ۔ کسی بزرگ کو کہیں اھل اللہ یا ولی اللہ۔ سخی کو کہیں محب اللہ۔ دعائے خیر پہ امین اللہ۔ بزرگوں کا نام آئے تو لکھیں رضی اللہ یا رحمتہ اللہ اپنا نام لکھیں تو عفی اللہ۔ کسی بات سے پناہ مانگیں تو کہیں نعوذ باللہ۔ کسی خوش رو کو دیکھکر کہیں فتبارک اللہ۔ کسی کی خوبی دیکھکر کہیں ما شاء اللہ جھوٹوں کو کہیں لعنتہ اللہ۔ بادشاہ وقت کو کہیں ظلّ اللہ۔ غرضیکہ ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے۔ (مخزن اخلاق صد۱۱۹)

مشکل حکایتے ست کہ ہر ذرّہ عین اوست
امّا نمی تواں کہ اشارت باو کنند
ہر جا کہ بینم از تو سزا وارِ سجدۂ
بر کعبہ می تواں بہر سو نماز کرد

انوارِ الٰہی

خالقِ کائنات کی ذات و صفات میں کوئی دوسرا شریک نہیں اس ملحدانہ دور میں بہت سے بے دین جمالِ خدا کا انکار کرتے ہیں حالانکہ "خدا ہے اور وہ اکیلا ہے" اور کائنات کے محورِ تمام میں سو لیسو اسی کا ظہور اور فیضانِ کرم ہے، تحت الثریٰ سے وسعتِ لامکاں تک اسی کا جلالِ ابدی و سرمدی ہے۔ اور ذرّے ذرّے میں اُسی کی شانِ ربوبیت کا حسن کمال پایا جاتا ہے۔ خاور د باختر میں اسی کے شام و سحر نغمے الاپے جاتے ہیں، آکاش کی وسعتوں میں، ستاروں کے جوبن میں، آفتاب و مہتاب کی شعاعوں میں اور تمام حیوانات، نباتات و جمادات کی کارفرمائیوں میں اُسی کا........
جمالِ سرمدی ہے۔ جمالِ خدا کی ضیاء کون و مکاں میں نور پاشیاں کر رہی ہے عالمِ رنگ و بو میں غنچوں اور کلیوں میں اور گلشنِ حیات میں اسی کے جمال کی بہار ہے۔ انوارِ یزدانی کے فیض بیکراں سے سارا عالم معطّر و منوّر ہو رہا ہے۔ گویا حسنِ یوسف، دمِ عیسٰی، یدِ بیضائے موسیٰ اور خلقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اسی کا جمال و کمال ہے

امامِ اہلسنت مجدّدِ ملت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے خوب فرمایا۔ ہ

اے خدا اے مہرباں مولائے من
اے انیسِ خلوتِ شبہائے من
اے کریم کارساز بے نیاز
دائم الاحسان شہ بندہ نواز

عظیم مصوّر

مسلمانو! امروز و فردا کی کارستانیوں میں جمالِ خداوندی کارفرما ہے۔ اب خود ہی غور فرمایئے کہ بغیر فاعل کے فعل کا صدور کب ممکن ہو سکتا ہے یعنی مصنوعات کے لئے صانع کا ہونا ضروری ہے تو کیا؟

زمین و زمن، شمس و قمر، برگ و شجر، اور گلشن و نہر کے لئے بھی کسی کا ہونا ضروری نہیں؟ یقیناً ضروری تھا اور عقل سلیم کا بھی یہی تقاضا ہے کہ کائنات کے مصوّر کا ہونا بھی لازم ہے۔ الغرض ہمارے صبح و شام کے افعال و اقوال کی ابتداء و انتہا ذاتِ حق کے نام گرامی کی مرہونِ منت ہے۔

اقرارِ خدا

بھائیو! جمالِ خداوندی کے متعلق آیئے عیسائیوں اور یہودیوں اور مکّے کے کافروں سے پوچھئے تو وہ خداوند قدوس کا انکار نہیں کریں گے۔ بلکہ خود مصوّرِ فطرت جل وعلا فرماتے ہیں۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

لَيَقُوْلُنَّ اللّٰہُ

"یعنی۔ اگر تم ان مکہ کے کافروں سے پوچھو کہ یہ آسمان اور زمین کس نے بنائے ہیں۔ تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے"

گویا! اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے اور جمالِ خداوندی کا فیضانِ کرم ہے ٥

تجلّے تیری ذات کا سُو بسُو ہے
جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

تُو ہی تُو بزرگو! خود ہی سُنئے ہمارے سلسلۂ چشتیہ نظامیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے مجدّد اعظم شیخ المشائخ قطب زماں اعلیحضرت خواجہ کلیم اللہ ولی شاہجہاں آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمالِ خداوندی سے متعلق گوہر افشانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یا مَن انت لا موجود الّا انت الاٰن وفیما یکون انت کیفما کنت صلّ علیٰ تعینک الاقدم والمظہر الاتم لاسمائک {تلک عشرۃ کاملۃ ص ٥ مطبوعہ دھلی}	اے وہ مبارک ذات کہ تُو ہی تُو ہے تیرے سوا کوئی موجود نہیں اب اور آئندہ تو ہی موجود ہے اور رہے گا جس کیفیت کے ساتھ تو پہلے تھا اب بھی ویسا ہی ہے۔

منکرِ فلسفی مسلمانو! اللہ تعالےٰ ہیں۔ اور عقل سلیم بھی اس حقیقت کو مانتی ہے اور آج کے اس مادی دور میں کچھ ایسے بھی نفوس ہیں جو سرے

سے ہی خدا کے منکر ہیں۔ اور وہ لوگ اپنی سائنس کے اعجازات پر پھولے نہیں سماتے اور اسی کی کامرفرمائیوں پر نازاں ہو کر خداوند قدوس کی ہستی کا انکار کر رہے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو مصوّرِ فطرت اس دنیا میں بھی ضرور سزا دیتے ہیں۔ اور آخرت میں بھی عذابِ عظیم میں مبتلا کریں گے۔ چنانچہ حضرت برہان الواصلین حجۃ الکاملین عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں ایک ایمان افروز واقعہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ ایک فلسفی کسی راہ پر گامزن تھا کہ راستے میں ایک قاری سے قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ سُنی

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ (پ۲۹ ع۲)

تم فرما دو۔ بھلا دیکھو تو اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے تو وہ کون ہے جو تمہیں پانی لا دے نگاہ کے سامنے بہتا"

معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں یہ ہی ارشاد فرمایا ہے کہ اگر میں چاہوں تو تمہارے ان پانیوں کو زمین کے اندر ہی اندر۔ اتنا نیچے لے جاؤں تمہارے کنوئیں اور ٹیوب ویل بالکل خشک ہو جائیں! تو وہ کون سی طاقت ہے جو تمہارے کنوئیں اور ٹیوب ویلوں میں از سرِ نو پانیوں کو واپس لائے۔

مسلمانو! یہ ایک حقیقت ہے کہ ماسوائے ذاتِ حق کے اور کوئی بھی قوت طاقت پانی واپس نہیں لا سکتی۔ لیکن وہ فلسفی جسے سائنس کے آلات و حرب پہ گھمنڈ تھا۔ اس آیت کریمہ کو سن کر طنزیہ مسکرا دیا اور زبانِ حال سے کہنے لگا

مابزخم بیل و تیزی تبر	آب را آریم از پستی زبر

اس پانی کو ہم اپنے آلات سے اوپر لے آئیں گے اس میں کون سی مشکل بات ہے

شب بخفت و دید آں یک شیر مرد
زد طمانچہ بر دو چشمش کور کرد

"فلسفی رات کو سویا۔ تو خواب میں اسے ایک بہادر اور قوی شخص نظر آیا اس شخص نے آتے ہی اس فلسفی کو زور سے ایک طمانچہ دے مارا طمانچہ لگتے ہی فلسفی کی دونوں آنکھوں میں سے جو نور کے قطرے تھے بہہ گئے اور وہ اندھا ہو گیا اور پھر اس قوی شخص نے کہا۔

گفت زیں دو چشمۂ چشم شقی
بانتر نورے بیار آر صادقی

"اے فلسفی! اگر واقعی تو سچا ہے۔ اور تیرے آلات سائنس کچھ ایسا ہی کمال رکھتے ہیں تو پہلے اپنی ان دو آنکھوں کے چشموں کا پانی واپس لا کر دکھا"

نتیجۂ فکر منکرین کو خالق کائنات سزا بھی دیتے ہیں۔ اور وہ فلسفی صبح کو جب اٹھا تو اندھا تھا۔ اور آلات سائنس اس کے کچھ بھی کام نہ آئے اور جمالِ خدا یقیناً ہے اور وہ نفوس جو کہ ہستیٔ خدا کے منکر ہیں وہ پکے بے دین اور مادہ پرست ہیں۔"

مجیط طمرکل حکایت ۲

بدل اندیشہ اللہ حاضری اللہ ناظری اللہ شاہدی اللہ معی ہمیشہ حق تعالیٰ را با خود و خود را با حق تعالیٰ داند جدائی از خدا محال است قال اللہ تعالیٰ و فی

انفسکم افلا تبصرون۔ یعنی در دلہائے شماست پس چرا نمی بینید چہ حق تعالیٰ لطیف مطلق است ہر چند لطافت بیشتر احاطت بیشتر قال اللہ تعالےٰ الا انہ بکل شئی محیط۔ یعنی دانا و آگاہ باشں بدرستیکہ آن حق تعالیٰ بہر شے محیط است"۔ (انتباہ فی سلاسل اولیاء صٓ ۱۱)

"دل میں خیال کہ اللہ حاضر ہے اللہ ناظر ہے۔ اللہ شاہد ہے اللہ ساتھی ہے ہمیشہ حق تعالیٰ کو ساتھ اپنے اور اپنے تئیں ساتھ حق تعالیٰ کے جان۔ جدائی خدا سے محال ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وفی انفسکم افلا تبصرون یعنی تمہارے دلوں میں ہے۔ کیوں نہیں دیکھتے اس لئے کہ حق تعالیٰ لطیف مطلق ہے۔ جس قدر لطافت زیادہ اسی قدر احاطت زیادہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الا انہ بکل شئی محیط یعنی آگاہ ہو کہ تحقیق حق تعالیٰ ہر شئے کا محیط ہے"۔

بے مثال دنیا کی تمام مخلوق کسی نہ کسی رنگ میں خدا ئے واحد کی پرستش کرتی ہے تمام کائنات انوار یزدانی سے معمور ہے۔ اے کائنات کے خالق و مالک اور معبود تمام ہستی و پستی کے قوانین تیرے بنائے ہوئے ہیں۔ اور شام و سحر کون و مکان کی ہر شئے تیری ہی حمد و ستائش کے گیتوں میں مشغول ہے تیرا ہی نور تمام کائنات پر جلوہ فگن ہے۔ اور تیری قدرت کے کرشموں کے پیش نظر عقل انسانی یاوری نہیں کر سکتی۔ تو بے مثل اور بے مثال ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں تیرے اسرار و رموز میں کسی کو کچھ بھی دخل نہیں اور تیری ہی ذات اوّل و آخر ظاہر و باطن کے لبادوں میں مضمر ہے۔ اب آیئے حضرت حسن میاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سُنیئے۔ آپ حمد باری کرتے ہوئے رطب اللسان ہوئے۔ کہ

فکر اسفل ہے میری مرتبہ اعلیٰ تیرا وصف کیا خاک لکھے خاک کا پتلا تیرا

طور پر ہی نہیں موقوف اجالا تیرا
کون سے گھر میں نہیں جلوہ زیبا تیرا
کیا خبر ہے کہ علی العرش کے معنی کیا ہیں
کہ ہے عاشق کی طرح عرش بھی جویا تیرا
ہیں تیرے نام سے آبادی و صحرا آباد
شہر میں ذکر تیرا دشت میں چرچا تیرا
اب جماتا ہے حسن اس کی گلی میں بستر
خوبرویوں کا ہے محبوب ہے پیارا تیرا

ذات حق
یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ ہر چیز میں ذاتِ حق سمائی ہے اور اللہ ۔ اللہ ۔ اللہ کے مقدس نغموں میں مشغول ہے ۔ شاعر کیا کہتا ہے سنیئے۔

گلستاں میں گلوں کے کان ہیں آواز پہ تیری
ترا ذکر خفی کرتا ہے ہر پتہ زباں ہو کر

گویا ! گلستانِ وحدت کا پتہ پتہ ذکر الٰہی میں رواں دواں ہے ۔ پھر ذات الٰہی تو ہر دم و نفس کے قریب تر ہے ۔ جیسا کہ ذاتِ حق خود فرماتی ہے ۔ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔ یعنی ! وہ تمہارے نفسوں میں ہے

اور پھر فرمایا۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ ۔ وہ تمہارے ساتھ ہے جس جگہ تم ہو

الغرض ذاتِ حق تمام کائنات پر چھائی ہوئی ہے اور وہی تمہارے رگ و پے

اور جسدِ انسانی کے قریب ہی نہیں بلکہ ہماری شاہ رگوں کے نزدیک ہے اور

آیئے حضرت سید میراں بھیکھ چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے ذاتِ الٰہی کے متعلق پوچھیں

کہ "حضور" وہ ذاتِ حق ۔ وہ مالکِ مطلق حقیقی جس کی جستجو میں زماں سرگرداں

ہے۔ کہ وہ رہتا ہے کہاں ؟

تو انہوں نے عین عالمِ ذوق و مستی میں فرمایا۔

بھیکھا بھوکھا کوئی نہیں ہر کی گٹھڑی لعل

گرہ کھول نہ جانئے اس بدھ بھئے کنگال

سبحان اللہ سبحان اللہ ۔ حضرت قبلہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ایمان افروز

ارشاد فرمایا ہے۔ کہ لوگو! جس ذاتِ گرامی کو تم شب و روز دشت و صحرا اور بے

آب و گیاہ ریگستانوں میں ڈھونڈتے ہو۔ وہ تو تمہارے اندر موجود ہے ۔

اور خود قرآن حکیم نے بھی اسی کا اعلان فرمایا۔

وجودِ خدا

بزرگو ! حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ذاتِ حق

محیطِ کل ہے ۔" کیا ہی حقیقت کی عکاسی اور پردہ کشائی کی ہے ۔

اور اسی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ خاور دین کی ضیا پاشیوں کو اپنے سلسلہ نظامیہ کے

شہنشاہِ طریقت یعنی میری مراد حضرت خواجہ کلیم اللہ شاہجہان آبادی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے ہے ۔ آپ نے اسے یوں جلا بخشی ۔

لا ذات الحق تعالیٰ وہے ۔ سوائے ذات باری کے کوئی شئے وہ نہیں

عین وجودہ ولیس لوجودہ مقدم و منقم یکون لہ طرف فی ذیل النفی فقولہم غیر متناہی لا طرف لہ ولا حد" (سواء السبیل کلیمی ص ۲۲۴ مطبوعہ دہلی)	"اور یہ نسبت باری تعالیٰ کا عین وجود ہے اور باری تعالیٰ کے وجود کی نہ انتہا ہے نہ ابتدا ہے۔ پس اس کی کوئی طرف اور حد بھی نہیں۔ پس یہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر متناہی ہے" اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی کوئی حد اور طرف نہیں ہے"؛

گویا۔ چار سُو ذات ہی ذات اور ذات ہی کا فیضان کرم ہے۔ اور خدا ہی محیط کل اور عین وجودِ اقدس ہے۔ اب خود ہی اندازہ فرمائیے کہ گلشن ہستی کے عالم میں جو کارفرمائیاں ہیں کیا ان کا ظہور ذات حق سے نہیں؟

عقل انسانی کا ارتقاء ہے۔ کہ یہ سبھی تو خود وجود ہیں اور نہیں وجود باری سے جدا ہیں۔

حضرات! آیئے حضرت سیدنا شرف الدین بوعلی قلندر رضی اللہ عنہ کی زبان انور سے سنیئے۔ اور شان قلندری کے جوہر پارے دیکھئے۔

ہر چہ آید در نظر از خیر و شر
جملہ ذات حق بود اے بے خبر
اوست در ارض و سماو لا مکاں
اوست در ہر ذرہ و پیدا نہاں

اور اس دنیا میں دو چیزیں ہر شخص کو موجود نظر آتی ہیں۔ ایک وہ خود اور

دوسرے اس کے ارد گرد کی ساکن اشیاء یہ بھی مسلمہ ہے اور کوئی بصحت ہوش و حواس یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنا یا اپنے گرد و پیش کی چیزوں کا خالق ہے۔ اور ان میں سے کوئی چیز بھی خود اس کی پیدا کی ہوئی ہے۔ مختلف چیزوں سے ترتیب دے کر مختلف چیزیں بنا لینا اور مصنوعات کو میدان میں لے آنا اور بات ہے لیکن کسی چیز کی مدد کے بغیر کوئی چیز بنا لینا اور چیز ہے۔ دنیا کا ہر فلسفی، ہر موجد ہر سائنس دان اس اعتراف و عجز پر مجبور ہے۔ ظاہر ہے کہ جب نہ انسان کو نہ انسان بنا سکتا ہے اور نہ ہی ارد گرد کی اشیاء میں سے ایک پتے اور لکڑی کے ایک ٹکڑے کو وجود میں لا سکتا ہے۔ تو لامحالہ یہی سمجھا جائے گا کہ اس کائنات کا خالق کوئی اور ہے۔ اور وہ خدائے قدوس کی ذات پاک ہے۔ یعنی یہ اتنی بڑی زمین اور یہ اس قدر بلند و رفیع آسمان اور یہ کائنات کے عجائب و غرائب جو ہمارے سامنے ہیں کیا ان کا بنانے والا کوئی نہیں ؟

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد

ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد

ایں سبب ہا در نظر ہا پردہ ہا است

در حقیقت فاعلِ ہر شئے خدا است

نتیجۂ فکر کل موجودات و کائنات کے اجزا کو باہم ملا کر ایک ہستی یعنی "اللّٰہ" کو تصور کر لینا اور اسے پیشِ نظر رکھنا اور غیر اللہ کے وہم و باطل کو دل و دماغ سے دور کرنا اسے ہی "محیطِ کل" یعنی وحدانۃ الوجود کہتے ہیں۔

باب دوم

خطبہ استقبالیہ

حکایت نمبر ۳

مَاکَانَ وَمَایَکُوْن

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ (پ ۳ ع ۱۷)

"اور جب اللہ نے سب نبیوں سے ان کا عہد لیا کہ میں جو تمہیں کتاب و حکمت دوں اور پھر تمہارے پاس تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمانے والا رسول (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئے تو تم اس (سیّد الانبیاءؑ) پر ضرور ضرور ایمان لانا۔ اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ (یہ فرما کر پھر خدا نے فرمایا) کیوں تم نے اس بات کا اقرار کر لیا؟ اور اس پر میرا بھاری ذمہ لے لیا؟ سب نے عرض کی، ہاں ہم نے اقرار کر لیا۔ خدا نے فرمایا تو تم ایک دوسرے کے

پر گواہ ہو جاؤ۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں"۔

حضرات! ظہور کائنات سے پہلے، عالم ارواح میں، ایک عظیم الشان بے نظیر و بے مثال، نورانی اجتماع ہوا جس میں پورے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام تھے، اور کرسیٔ صدارت پر خود خداوند قدوس جلوہ افروز تھے۔ اور اس فضائے نور کے روحانی اجتماع میں ایک عظیم عہد و پیمان ہونے والا تھا۔ اور جملہ نبی ایک اجتماع کی شکل میں احکم الحاکمین میر مجلس کے حضور حاضر تھے۔ تو خالق کائنات نے اس روحانی اجتماع سے خطاب فرمایا۔ چنانچہ قرآن پاک اس خطبۂ استقبالیہ کی شہادت دیتا ہے۔ کہ خداوند قدوس نے اس محفل پاک میں اپنے محبوب اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کریمی، شان رسالت اور شانِ نبوت کے متعلق ارشادِ گرامی فرمایا۔ اس نورانی محفل کی تعریف میں ہمارے سلسلۂ نظامیہ کی محبوب شخصیت حضرت امام الکلام مولانا امیر خسرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پیارے انداز میں رطب اللسان ہوئے ؎

خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسرؒو
محمدؐ شمعِ محفل شب جائیکہ من بودم

بانیٔ محفل

میرے بزرگو! تخلیق کائنات سے پہلے لامکاں کے نورانی اور ارمانی پر دو سماں میں جو محفل پاک منعقد ہوئی تھی اس میں بجز ذکر مصطفےٰ اور فضائل مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ چنانچہ اس مقدس مجلس کے وقت نہ عرش تھا نہ فرش تھا۔ نہ ہی آفتاب و مہتاب تھے اور نہ ہی کائناتی موجودات تھی۔ فقط ہر طرف انوار ربانی کی تجلیات ضو فگن تھی اور جمیع انبیاء علیہ السلام دست بستہ میر مجلس کے حضور پیشِ خدمت تھے۔ اور وہ

مجلسِ میثاق سلطانِ رسالت تھی۔ جس میں پیارے احمدِ مختار، حبیب کبریا۔ رحمۃ للعٰلمین، شفیع المذنبین، نور القمر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ ثانی و لاثانی کا اعلان ہوئے و الاتھا۔ ذرا درود شریف ذوق و مستی سے پڑھیئے اور یک نعت شریف سُنیئے اور پھر خداوند قدوس کی ایک بے نظیر اور ولولۂ عشق سے بھرپور تقریر سُنیئے۔

الصّلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللّٰہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللّٰہ

وہ جہاں ان کا یہ جہاں اُن کا ہے زمین اُن کی آسماں ان کا

کوئی اُن کا مقام کیا جانے خود خدا بھی ہے پاسباں اُن کا

ہم غلاموں پہ ہی نہیں موقوف ذکر کرتے ہیں انس و جاں اُن کا

خالقِ کل تھا خود شبِ معراج عرشِ اعظم پہ میزباں اُن کا

وجد میں قدسیوں کو لاتا ہے ہے عجب دل نشیں بیاں ان کا

دیکھکر عاصیوں کو آتا ہے جوش پہ بحرِ بیکراں اُن کا

جب خدا نے کیا نہیں پیدا ثانی ہوتا بھلا کہاں اُن کا

ہیں تمام انبیاء کے جو قائد
حق تعالیٰ ہے مدح خواں اُن کا

اقرارِ توحید

مسلمانو! خالق کائنات نے روزِ ازل میں بھی اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا تھا۔ چنانچہ قرآن پاک کی ایک آیت کریمہ میں اس بات کا بھی ذکر ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے تمام جملہ ارواح یعنی نیک و بد مسلم وغیر مسلم سب کی روحوں سے ارشادِ گرامی فرمایا تھا۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں؟

قَالُوْا بَلٰی سب نے جواب دیا "ہاں" اے اللہ تو ہی ہمارا رب ہے

دیکھئے! یہ بھی ایک اجتماع تھا۔ جس میں خالق کائنات نے صرف ذکرِ توحید کے متعلق اعلان فرمایا۔ جب کہ اس محفل میں ہر طرح کی مخلوق تھی۔

گویا! اللہ تعالیٰ نے اس اجلاس میں نیک و بد، فاسق و فاجر، کافر و مومن مجاہد و شہید اور انبیاء و اولیاء کی تمیز نہ رکھی۔ پھر کائنات کے ذرّے ذرّے سے رب العزت نے پوچھا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں؟

اور سب مخلوق نے "بَلٰی" کہہ کر اس توحید کا اقرار کر لیا۔ یہ تو شانِ توحید کا ایک جلوہ تھا۔ کہ خداوند کریم نے اپنی توحید کا اقرار کرانے کے لئے کسی قسم کی تمیز نہ رکھی، اور اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کہنے کے بعد جب سب نے "بَلٰی" کہہ دیا اور یہ بابِ توحید تو ختم ہو گیا۔ مگر اس بابِ عظیم کے اصل اوراق تو ابھی آگے تھے۔ پہلے اجلاس میں کاتبِ فطرت نے تو صرف توحید کا ایک عنوان تجدید کیا تھا۔ ابھی تو مصورِ فطرت نے کتابِ توحید کا ایک عظیم "دیباچہ" لکھنا تھا۔ اور اس دیباچے کے پیش الفاظ کا اظہار فرماتے وقت قدرتِ حق نے اپنے مخصوص کی جلالِ گویائی میں اجتماعِ انبیاء سے مصمم ارادے کے اظہار کا خیال کیا۔

تقدیرِ حق

بھائیو! ہاں تو میں خطبہ استقبالیہ کی تقریر کے متعلق عرض کر رہا تھا۔ کہ جب خداوند قدوس نے اپنی ربوبیت و وحدانیت کا اعلان اور جملہ مخلوق سے اپنی ربوبیت کا عہد و پیمان کرنے کے وقت صرف "بلیٰ" پہ ہی اکتفاء کیا۔ مگر اللہ رے ہے عزت و عظمت اور شانِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ و سلام کے۔ آیئے اس ماہِ نور کی ضیا پاشیاں بھی ملاحظہ فرمایئے۔ جب محبوب پاک کی شان و شوکت کی باری آئی۔ تو بڑی دھوم دھام سے ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔ ؎

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

گویا! اس اجتماع نورانی میں تاحدِ نگاہ انبیاء و مرسلین ہی دستہ بستہ بارگاہ خداوند قدوس میں حاضر تھے۔ اور یہ سبھی ذکر حبیبؐ لبیبؐ سننے کے مشتاق تھے۔ اور درود و سلام کے نغموں سے جملہ انبیاء کی ارواح وجد کناں تھیں۔ ذکر مصطفےٰ سننے کے سبھی متمنی تھے۔ بالآخر رحمتِ خداوندی جوشِ محبت میں آئی اور اعلانِ حق ہوا۔

اے گروہِ مرسلین! اے جماعت الصادقین! اے جنّ و انس کے ہادیو! آج تم کو ایک محکم عہد کرنا ہوگا۔ لہٰذا اس کے لئے سجدہ ریز ہو کر دھیان سے میری باتوں کو سنیئے۔ کہ "ہم تم کو کتاب اور حکمت کے اسرار و رموز مرحمت فرمائیں گے۔ اور تم اپنے اپنے وقت کے لوگوں کو توحید کی تعلیم دو گے" مگر یاد رہے! اے نبیو! (علیہم السلام) اگر تم میں سے کسی کے وقت میرا محبوب (علیہ الصلوٰۃ و سلام) تشریف لے آئے جس کے لئے یہ مجلس آراستہ اور

بلقۂ نور کی گئی ہے۔ اور میرا وہ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری رسالت و نبوت اور علم و حکمت کی تصدیق کرے۔"

تو دیکھو! "اس پہ ضرور بضرور بصدق دل ایمان لانا اور بصد اخلاص اس کی مدد کرنا" خالقِ کائنات نے یہ فرما کر پھر انبیاء کرام سے فرمایا جارہا ہے بلکہ قسمیہ پوچھا جا رہا ہے۔ "اے نبیو! (علیہم السلام) کیا تم نے اس بات کا قلب سلیم سے اقرار کر لیا؟ اور میرا بھاری ذمہ لے لیا؟ سب انبیاء کرام نے اس فرمانِ حق کے جواب میں ہاں فرمائی۔ تو یہ عہد و پیمان کی بات ختم نہ ہوئی بلکہ پھر خالقِ کائنات نے فرمایا۔ فَاشْهَدُوا۔ اچھا تم اب ایک دوسرے پہ گواہ ہو جاؤ۔ کہ تم سب میرے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ ایمان لائے اور ان کی مدد کرنے کا عظیم وعدہ کر لیا۔ مگر پھر بھی قدرتِ حق کو قرار نہ آیا۔ تو پھر فرمایا "وَ اَنَا مَعَکُمْ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ" اور یاد رکھو میں خود بھی اس بات کا گواہ ہوں۔ اور اپنی ربوبیت کی مہر ثبت کرتا ہوں۔ سبحان اللہ۔ اللہ رے عظمتِ مصطفےٰ! کہ باوجود اتنا عظیم عہد و پیمان ہو جانے کے بھی عشقِ الٰہی اور محبت ربانی عہد میثاق سے سیر نہ ہوئی۔ اور پھر حضور رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا غلبہ جوش میں آیا۔ اور آخر ذاتِ حق پھر بول پڑی۔ "اے گروہِ انبیاء علیہم السلام تمہیں آگاہ کیا جاتا ہے کہ اس اقرار کے بعد تم میں سے اگر کوئی معاہدہ شکنی کرے یا پھر جائے۔ تو وہ نبی حضورِ حق میں فاسق سمجھا جائے گا۔"

دیکھا آپ نے "ذکرِ رسول" کو کس قدر ذاتِ حق سے اہمیت حاصل ہے یاد رہے۔ ذکرِ مصطفےٰ اگر نہیں تو لاکھ لاکھ توحیدی کلمات کی رٹ لگائی جائے تو وہ بالکل بیکار اور فضول ہے۔ جب تک ذکرِ مصطفےٰ سنا اور سنایا نہ جائے۔

ہزار عالم و فاضل ہزار زاہد ہو
اگر ہے شاہِ رسل سے جدا تو کچھ بھی نہیں

نتیجہ فکر اے چودھویں صدی کے مسلمانوں! یہ ہے ہمارے نبی مکرم سلطانِ دوجہاں اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت اور شان وشوکت۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نافرمان نبی کو بھی فاسق ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ تو اس کے مقابلہ میں ہماری موجودہ حالت کیا ہے؟ اور ہم کہاں تک فرمانِ حق کے مطابق چلتے ہیں؟

اس تہذیب وثقافت کے دور میں ریا۔ نفاق اور ظلم کا دور دورہ ہے۔ حرام کی کثرت ہے۔ گھروں میں بدکاری اور باہر پرہیزگاری ہے۔ ساقیٔ کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ جب تک لوگوں کے دلوں میں شرم وحیا اور غیرت رہے گی اسلام برباد نہیں ہوگا۔

اے غافل انسانو! مندرجہ بالا میثاق انبیاء علیہم السلام کو مدنظر رکھکر حضور دانائے غیوب مختار لولاک علیہ السلام کی عظمت اور شان وشوکت کا صدقِ دل سے اعتراف کرو۔ اور ہر گھڑی ذاتِ حق سے ڈرو۔ اور ذاتِ مصطفےٰ پر تنقید نہ کرو۔

یاد رکھو! غضب الٰہی جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمان انبیاء کو بھی فاسق ٹھہرا سکتا ہے۔ تو گستاخانِ مصطفےٰ کا ٹھکانا اور انجام کیا ہوگا؟ افسوس صد افسوس! آج مسلمانوں نے دوسری اقوام کی تہذیب کو ترقی کا نام دے کر عیاشی اور فحاشی کے گڑھے میں دھکیل دیا ہے۔ اور انسانیت کو عریاں کر کے شیطان کے سپرد کر دیا ہے۔ آج وہی ترقی بربادی اور ہلاکت کا پستول لئے

سر پر سوار ہے۔ اور ستم یہ کہ اس بربادی اور ہلاکت کو بھی ترقی ہی کے نام سے پھیلایا جا رہا ہے۔ نئی تہذیب کی گندگی کو تہذیب و تمدن کے ٹھیکیدار ول نے عزت اور آبرو کا نشان سمجھ رکھا ہے۔ خدا اور رسول کے خلاف حرکات بدسرانجام دے کر بڑے فخر سے......... ترقی یافتہ اور مہذب بنے بیٹھے ہیں۔ یاد رکھیئے! خالق کائنات کی قسم اس حقیقت کا پتہ عنقریب پتا چلے گا۔ کہ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر۔ اور پھر شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ہم نے ادب خدا اور ادب مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بالکل فراموش کر دیا ہے۔ اسی وجہ سے آج ہم چار سُو ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔

درسِ قرآن اگر ہم نے بھلایا ہوتا
یہ زمانہ، نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

یاد رکھیئے! مسلمان وہی ہیں جو جلوت و خلوت میں بھی خدا و مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دامن مطلقاً نہ چھوڑیں۔ اور کس قدر ظالم ہیں وہ لوگ جو کہ فرنگی تہذیب کو خود تو اپناتے ہیں مگر تہذیبِ مصطفائی اپنانے والوں پر انگشت نمائی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم و کرم کرے۔ حالانکہ شریعتِ مصطفائی جو ہر حال میں ہماری اور انسانیت کی بہی خواہ اور تمہارے دین و دنیا کی سرخروئی کی ضامن ہے۔ اس کی ہمیں پرواہ ہی نہیں رہی۔

مسلمانو! آج ہمارا فرض ہے کہ کائنات کی ہر چیز بگڑتی ہے تو بگڑ جائے۔ دوست و احباب ناراض ہوتے ہیں تو ہونے دیجئے۔ مگر خدا اور مصطفےٰ کو نہ بگاڑیں۔

جس کام کو یاں آئے ہیں وہ کام نہ بگڑے
ہر چیز بگڑ جائے پر اسلام نہ بگڑے

رسولِ عربی

حکایت نمبر ۴

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (پ ۴ ع ۸)

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ اُن میں اُنہیں میں سے ایک رسول بھیجا؛ جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے، اور انہیں پاک کرتا ہے، اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ اور وہ ضرور اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔" (کنز الایمان)

قرآنِ مجید کی اس آیتِ کریمہ میں خالقِ کائنات اللہ رب العزت نے ایک بہت بڑے احسانِ عظیم کا ذکرِ خیر فرمایا اور اقوامِ عالم کے مسلمانوں کو اس مقدس احسانِ عظیم سے روشناس کرا دیا۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص صفاتوں کا مظہرِ جمیل تھا۔ گویا۔ اللہ تعالیٰ کا وہ "احسانِ عظیم" حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بجز اور کون ہو سکتا ہے۔ یعنی شہنشاہِ لولاک کی تشریف آوری کی آمد آمد کی خوشخبری سنائی۔ ذرا ذوقِ عشق سے پڑھیے تو۔ سہ

صَلّے عَلٰے مُحَمَّدٍ   صَلّے عَلٰے مُحَمَّدٍ

اُن کے ظہورِ پاک کا یومِ سعید آج ہے
منتظرانِ دید کو مژدۂ دید آج ہے
رحمتِ حق کی خلق کو عام نوید آج ہے
عید اسی کی ہے طفیل اصل میں عید آج ہے

صَلّے عَلٰی مُحَمَّدٍ   صَلّے عَلٰی مُحَمَّدٍ

مسلمانو! قرآنِ شریف کی زبانی صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کے متعلق سنا! آیئے ذرا ان کی آمد آمد سے پہلے ایامِ ماضی کی ایک جھلک دیکھتے جایئے۔

حالتِ دُنیا

عدل و انصاف اور امن کے متلاشیوں کی چیخیں ظلم و ستم اور جبر و استبداد۔ گمراہی اور جہالت کی آہنی دیواروں سے ٹکرانے کے بعد خاموش ہو چکی تھیں۔ روم و ایران کے شہنشاہوں کی قبائیں اپنے محکوموں اور غریب محنت کش انسانوں کے خون سے رنگین ہو چکی تھیں۔ اور صحرائے عرب کے باشندوں کی قبائلی عصبیتیں اپنے فرزندوں کے تازہ آنسوؤں کی طالب گار تھیں۔ مصر میں یہودیت اور نصرانیت دست و گریباں ہو رہی تھی، مسئلہ تثلیث پر رنگ آمیزیاں کی جا رہی تھیں۔ صدہا مختلف الخیال فرقے پیدا ہو گئے تھے۔ مذہبی روایات کا مضحکہ اڑایا جاتا تھا۔ مختلف فرقے ایک

دوسرے کے جانی دشمن بنے ہوئے تھے۔

عرب خطۂ عرب جن تاریکیوں اور جہالتوں میں مبتلا تھا، اور جن اخلاقی خرابیوں اور گمراہیوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ عرب میں معاشرتی تمدن اور اخلاقی کمزوریاں عروج پر تھیں۔ سرزمین عرب کے انسان برائے نام انسان رہ گئے تھے، ہر شخص افعال واقوال میں آزاد تھا۔ دوشیزہ اور خوبصورت لڑکیوں کے نام اشعار لکھے جاتے تھے۔ اور بازاروں میں گاتے جاتے تھے۔ کوئی ولولہ اور ارمان چھپا کر نہ رکھا جاتا تھا۔ زنا پر بجائے ندامت کے فخر کیا جاتا تھا۔ اور مجالس میں اپنی قوت مردی کی تعریف کی جاتی تھی۔ نشہ سے زیادہ محبوب کوئی شغل نہ تھا، پھر بادہ نوشی و بدمستی کی حالت میں نہایت شرمناک افعال کیے جاتے تھے۔ اور ان ظالموں کو یوم حساب کا خوف نہ تھا۔ سرزمین عرب ایک رزم گاہ تھی جہاں افراد قبائل اور اقوام ایک دوسرے کا گوشت نوچ رہے تھے۔ کوئی کسی کا فریاد رس نہ تھا۔

نوید صبح

نازیوں کا دور تھا، دل جل رہا تھا نور کا
تجھ کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

بالآخر خداوند قدوس کی رحمت حق جوش میں آگئی، اور نبی آخر الزماں والیٔ دوجہاں صاحب کون و مکاں مولائے ہر ملک و انس، شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین عرب کے ریگ زاروں کی گھٹا ٹوپ فضا کے سینہ کو چیرتے ہوئے ابھرے جن کے نور کی تجلیوں نے عرب و عجم کی وادیوں اور صفا و مروہ کی گھاٹیوں ہی کو اپنے مقدس نور سے منور نہ کیا بلکہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب، زمین سے آسمان اور

آسمان سے لامکاں تک دونوں عالم کے ذرے ذرے کو ضیا بخشی۔ حضرت مولانا ظفر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

وہ شمع اُجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز چمکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

کیا ولادتِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مژدہ نہیں تھا؟ کہ جس کے آنے سے مردہ دل کھلے۔ بے آباد اور ویرانے آباد ہوئے۔ یتیموں نے سہارا پایا۔ عالم نسوانیت کو پناہ ملی۔ اور اس کے برعکس ظلمت سرنگوں ہوئی۔ آتش کدے ماند ہوئے۔ اور کائنات کا ذرہ ذرہ امن کا گہوارہ بنا

کیا یہی وہ ساعت تھی؟ کیا یہی گھڑی تاریخِ عالم میں ایک سنہرے باب کے اضافے کا موجب تھی؟ کہ جب حضرت سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے نوازا کہ اس کی جھولی میں کون ومکاں کی۔ ارض وسما کی خصوصی عظمتیں، مسرتیں، برکتیں بیک آن سما گئیں۔ آنے والا جس کی آمد آمد کی خبریں خداوند قدوس اور رب العزت کے فرشتے، ستم رسیدہ اور دکھی انسانیت کو یہ خوش آئند مژدہ سنا رہے تھے۔ کہ آگیا ہے —— کون؟

حضرت عبدالمطلب کا پوتا! سیدنا عبداللہ کا لختِ جگر! اور حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کی دعاؤں کا اثر۔

کون؟ رہبرِ اعظم محسنِ اعظم۔ جس کی بشارت حضرت عیسیٰ روح اللہ نے دی۔ دنیا جھومی۔ آسمان رقصاں ہوا۔ ہوائیں عطر بیز ہوئیں۔ پتوں نے شادیانے بجائے۔ حوروں نے نغمے گائے۔ فرشتوں نے دربانی کی۔ بُت

سجدہ ریز ہوئے۔ آتش کدے ٹھنڈے ہوئے۔ قیصر و کسریٰ کے میناروں نے جبہ سائی کی۔ الغرض ہر طرف ایک گونج اٹھی۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی

سلام اے فخر موجودات فخر نوعِ انسانی

ترے آنے سے رونق آ گئی بازارِ امکاں میں

شریکِ حال قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربانی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

والصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

ایمانی تقریر

اے کائنات کے مظلوم اور محنت کش انسانو! رحمتِ دو عالم شفیع المذنبین تمہارا نجات دہندہ اور رہبر اعظم ہے۔ اے امریکہ اور روس کے پرستارو! اور قیصر و کسریٰ کے ظلم و ستم اور استبداد کی چکی میں پسنے والو! تمہارے مصائب و آلام اور فاقہ کشی و خودکشی کا سنگین دورِ طاغوتی ختم ہو چکا ہے۔ جہالت و گمراہی کی اندھیر نگری میں بھٹکنے والی روحو! تمہیں نشانِ راہ بتانے کے واسطے آقائے دو جہاں فتح و نصرت اور سلامتی و جاودانی راہوں کا راستہ دکھانے کیلئے

تشریف لے آئے ہیں۔ اے حق وانصاف کے متلاشیو! دستِ مصطفائی ظلمت وضلالت کے ناپاک پرچم سرنگوں کرنے کے واسطے دراز ہو چکے ہیں۔

اے ماضی وحال کے ٹھکرائے ہوئے انسانو! تمہارا اور تمہاری نسلوں کا سب سے عظیم وسیلہ اور فریادرس "حضور" سرورِ کون ومکان اپنی ساری خداداد رحمتوں کے دریچے کھولتے ہوئے ارض وسماء میں چھا چکے ہیں۔ اٹھو ان کا دامن سعئی تھام لو۔ ورنہ حشر تک دربدر پھرتے رہو گے۔

اے سکون کے تلاش کرنے والو تمہارا سکون، روس وامریکہ، یورپ وفرانس اور چین کی گود میں نہیں بلکہ یہ تمہاری ذہنی پسماندگی کی انتہا ہے۔

اے عظیم انسانو! تمہارا سکون، تمہارا چین اور مداوا ختم المرسلین کی تقلید اور خدائے ذوالجلال کی تسبیح وتحمید میں مضمر ہے۔

اے بنی نوعِ انسانو! جب تک قولاً وفعلاً امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکمل تقلید نہیں کرو گے۔ اس وقت تک تمہیں سکون کی زندگی نہیں مل سکتی

اے اقوامِ عالم کے رہبرو! اطمینان وسکون وہی ہے۔ جس کا دوسرا نام حضرت عشق ہے۔ بلال حبشی اسی کو اپنے سینے میں رکھتے تھے۔ اور انگاروں پر لیٹ کر کفار کی مار کھا کر، گلیوں میں رسوا ہو کر۔ اور چٹانوں کا بوجھ سینے پر برداشت کرتے ہوئے بھی زبان سے اُف نہ کی۔ اور نہایت سکونِ قلب کے ساتھ، احدٌ، احدٌ، محمدٌ، محمدٌ پکارتے رہے۔

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
نہ ہو ستم تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

اظہارِ خیال

اے انسانیت کے کھیون ہارو! قرآنِ مقدس کی نظر میں باہمی پھوٹ اور فرقہ پرستی شرک ہے۔ خدائے قہار کا ایک عذاب ہے۔ عظمت و اقبال کے زوال کی نشانی ہے۔ خالق اکبر کی رحمت سے محرومی کی دلیل ہے۔ دامن مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ وسلام سے بالکل کٹ جانے کا سبب ہے۔ اور آخرت میں عذاب عظیم کا موجب ہے۔

اے مسلمانو! تمہارے زندہ رہنے کا واحد مقصد یہی ہے کہ ادیانِ باطلہ کا سدِ باب کرو۔ اور اقوام عالم کو اسلامی۔ اخلاقی، مصطفائی تعلیمات سے روشناس کراؤ۔

اے متلاشیانِ حق! آقائے دو جہان کی عظمتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیکھو! نگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ وسلام کے فیضان کرم سے حضرت ابوبکرؓ "صدیق اعظم" حضرتِ عمرؓ۔ فاروقِ اعظم۔ حضرت عثمانؓ غنی ذوالنورین۔ اور حضرت علیؓ المرتضےٰ۔ حیدر کرار، کو انسانیت کی عظیم ترین سعادتیں۔ برکتیں نصیب ہوئیں، وہی انسانیت میں کامیاب و کامران اور فاتح عظیم تھے۔ ؎

صدیقؓ عکسِ حسنِ کمالِ محمدؐ است

فاروقؓ ظلّ جاہ و جلالِ محمدؐ است

عثمانؓ ضیائے شمعِ جمال محمدؐ است

حیدرؓ بہارِ باغِ خصالِ محمدؐ است

ایمانِ ما اطاعتِ خلفائے راشدین

اسلامِ ما محبتِ آلِ محمدؐ است

فیضِ چشم

مسلمانو! اعلیحضرت شاہ احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎

سرمگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

حضور ساقیٔ کوثر حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں نے حضرت بلال حبشی اور حضرت خبیبؓ کو ایمان و یقین اور عشق و محبت کی لازوال نعمتوں سے آشنا کیا۔ اور عرب و عجم کے ان صحرا نشینوں کو جہاں بینی اور جہاں بانی کے نئے نئے آداب اور سنہرے اصول سکھائے انہی مقدس اصولوں کا وجود ظہور اسلام سے قبل ہر انسانی سعادت کی نفی کرتا تھا۔ لیکن اقوام عالم کو ہمیشہ ہمیشہ اس حقیقت و صداقت کا اعتراف کرنا پڑا کہ سید عالم حضرت محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ و سلام کا مقام ان کے فہم و ادراک کی سرحدوں سے کہیں اور آگے تھا کیوں؟

آگیا جس کا نہیں ہے کوئی ثانی وہ رسول
اوجِ فطرت پہ ہے جن کی حکمرانی وہ رسول

جن کا ہر تیور ہے حکم آسمانی وہ رسول
موت کو جس نے بنایا زندگانی وہ رسول
زندگی بھر جو رہا بنکر سپاہی وہ رسول
جس کا ہر اک سانس قانونِ الٰہی وہ رسول

نتیجۂ فکر | مقبولانِ حق شمعِ مصطفائی کے پروانوں کی طرف نگاہ اُٹھاتے وقت بھی احساسِ مرعوبیت اور اُن کے حسنِ تاباں کی کرنوں سے لرز اُٹھتے ہیں۔ ان پاک لوگوں کے سینے جمالِ محمدؐ علیہ الصلوٰۃ وسلام سے روشن اور جلالِ نبیؐ سے ان کے رخسار درخشاں و تابندہ تھے۔ سہ

مردِ مومن را محمدؐ ابتدا است

مردِ مومن را محمد انتہا است

کائنات کا ذرہ ذرہ محسنِ اعظم، مختارِ لولاک حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ علیہ الصلوٰۃ وسلام پر ہر آن، ہر ساعت اور ہر گھڑی درود وسلام نچھاور کر رہا ہے۔ دنیا کا ہر مفکر اور مدبّر انہی کے ارشادات کو اپنی اپنی منطق میں پیش کر رہا ہے۔ ہر خطیب اور ہر ولی انہی کے احکامات کی روشنی میں گمراہی اور تذلیل کی بیخ کنی کر رہا ہے۔ اور جن وانس، جمادات وحیوانات حضور سرورِ کائناتؐ پر ہر لحظہ و ہر آن درود بھیج رہا ہے، کہ ہمارے آقائے دو جہاںؐ نے عالمِ وجود میں انسانیت کو انسانیت سے آشنا کیا۔ اور حضرتِ انسان کو پستی سے اٹھا کر بلندی پہ سرفراز فرمایا۔ اور آج نبی اکرم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے فیضانِ کرم سے کون و مکان کا ذرہ ذرہ بارگاہِ حسن وعشق میں عقیدت اور محبت کے پھول پیش کر رہا ہے۔ فضائیں مچل مچل کر نغمۂ سرمدی گا رہی ہیں۔ اور حور وغلمان مسکرا رہے ہیں۔ اور پھر عرشِ بالا کے قدسی ہاتھ باندھے سوز وگداز سے یہی عرض کر رہے ہیں۔ سہ

رَبِّ سَلِّمْ عَلٰی رسول اللہ

مرحبا مرحبا یا حبیب اللہ

فرمانِ محبوب

(حکایت نمبر ۵)

سرورِ کون و مکان شہنشاہِ ارض و سماء حبیبِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ شَمَّ الْوَرْدَ الْاَحْمَرَ وَلَمْ یُصَلِّ فَقَدْ جَفَانِیْ

(نزہت المجالس صفہ ۱۱ ج ۲)

"کہ جس نے گلاب کے سرخ پھول کو سونگھا اور مجھ پر درود نہ پڑھا اس نے مجھ پر ظلم کیا"

دوستو! جذبات و احساسات کا اظہار تو ممکن نہیں ۔ شدتِ محبت و عشق دیوانہ وار محبت کے راز کو افشاء ضرور کرتی ہے ۔ مگر تحریر "انہیں" ۔ ایک عاشقِ صادق کی حرکات اس کی عکاسی کر دیتی ہے ۔ محبوب کی ہر ادا فطرتاً عاشق زار اپنا لیتا ہے ۔ اور یہ حالت آہستہ آہستہ اس منزل تک پہنچتی ہے ۔ کہ دنیا اسے ایک شوریدہ سر کہتی ہے ۔ جب یہ عالم ہوتا ہے تو بڑے سے بڑے مصائب و آلام اس کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتے ۔ بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑ آئے جا سکتے ہیں ۔ کوہ بیسوں سے نہر نکل پڑتی ہے ۔ ہوائیں "لیلے" کو پیام "مجنوں" پہنچا دیتی ہیں ۔ اور یوں عالم ہوتا ہے کہ ہر چیز میں جمالِ یار ہویدا و آشکار ہوتا ہے ۔ حضرت حافظ شیرازیؒ کیا ہی خوب فرماتے ہیں

بہر سو جلوۂ دلدار دیدم
بہر چیزے جمالِ یار دیدم

خواہشِ دیدار یہ ایک حقیقت اور صداقت ہے کہ جب کسی سے محبت اور عشق ہو جائے، تو حضرتِ عشق اسے اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں۔ اور فطرتی طور پر دلِ مضطر کا تقاضا ہوتا ہے کہ اس "ماہ جبیں" کو دیکھا اور دیکھا جائے۔ خواہشِ دید ختم نہیں ہوتی۔ سیّدنا کلیم اللہ نے بھی کوہِ طور پر یہی آرزو کی تھی

رُخ بے نما اے پری صبحِ امید من توئی

برقہ کشا اے صنم جلوۂ عید من توئی

مسلمانو! معلوم ہُوا کہ سیّدنا حضرت موسےٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں یہی عرض کیا تھا۔

"اے حجابوں میں رہ کر مجھ سے ہم کلام ہونے والے
لِلّٰہ ان پردوں کو اٹھا کر ذرا میرے سامنے آ جایئے
تا کہ تیرے رُخِ انور کو دیکھ لوں اور اس دلِ مضطر
کو کچھ تسکین و راحت ہو جائے۔"

ذکرِ محبوب واللہ! عاشقِ صادق کو اگر دیدارِ یار نہیں ہوتا تو وہ تڑپ اٹھتے ہیں اور ہر ساعت و ہر گھڑی تصوّرِ یار میں مستغرق رہتے ہیں۔ اور دل و زبان سے اپنے محبوب پاک کا ذکرِ خیر کیا کرتے ہیں۔ آیئے حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں۔

زباں تا بود در دہاں جائے گیر

ثنائے محمدؐ بود دل پذیر

سبحان اللہ! سبحان اللہ! کیا ایمان افروز حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ

یارسول اللہ جب تک میری زبان اس جہان میں اپنی جگہ پر قائم ہے، یہ آپ کے فضائل و محاسن حسن و جمال، صورت و سیرت، خلق عظیم اور ذکر جمیل کے گیتوں میں رہے گی،

مشاہدہ یار بزرگو! ایک مجازی عاشق کی دلی خواہش یہی ہوتی ہے کہ میں اپنے محبوب کو دیکھوں۔ اور اس کے ساتھ باتیں کروں، تب جا کر اس کے دل و دماغ کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ اسی نظریئے کے پیش نظر حضرت زبدۃ العارفین مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص لہجہ میں فرماتے ہیں کہ ایک روز جناب حضرت مجنوں رحمۃ اللہ علیہ بے آب و گیاہ ریگستان میں تشریف فرما تھے، "محبت لیلیٰ" نے غلبہ کیا، سوز و ساز کی کیفیت طاری ہوئی، اور مشاہدۂ یار میں مدہوش ہو کر اس دھرتی کے سینے پر اپنے دست مبارک سے کچھ لکھ رہے تھے۔ اتنے میں قریب سے ایک آدمی گذرا۔ جب اس نے حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ کو اس حالت میں دیکھا تو فوراً پکارا

گفت اے مجنونِ شیدا چیست ایں
می نویسی نام بہر کیست ایں

اے مجنوں یہ مکتوب کس کو لکھ رہے ہو، ذرا بادِ صرصر چلی تو مٹ جائے گا۔
تو جناب مجنوں نے اس کی صدا کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

گفت مشق نام لیلیٰ میکنم
خاطر خود را تسلی میدہم

کہ میں خط تو نہیں لکھ رہا۔ اپنی لیلیٰ کے نام کی مشق کر کے اپنے پریشان دل کو تسلی و تشفی دے رہا ہوں۔

محبوبِ اکبر

آیئے۔ اب خود ہی اندازہ فرمایئے۔ کہ مذہب عشاق میں اپنے محبوب کو یاد کرنا اور اس کے افعال و اقوال اور صورت کی تعریف کرنا ضروری ہے تو کیا ؟ اس محبوب ربانی کو جو ان سب محبوبوں سے بھی محبوب ہے اور جس نے ہماری آئندہ بخشش کے لئے رات کی تاریکیوں میں دعائیں کی ہیں۔ اور جس ہادئ برحق نے ہم گنہگاروں کو شب معراج کے وقت بھی نہیں بھولا۔ اور جو قیامت اور یوم حساب کے وقت ہمارے لئے موجب بخشش ہوں گے ۔ کیا ہمارا فرض نہیں ؟ کہ ہم ان کا ہر وقت اپنے آئینہ دل میں جمال دیکھا کریں۔ اور نہایت عجز و انکساری سے صبح و شام ان کی ذات بابرکات پر درود بھیجا کریں۔

"کیوں نہیں"

ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ وسلام کو اپنے زمانے میں نہیں پایا۔ لیکن ہماری آنکھیں حضور کے لئے فرش راہ ہیں۔ ہمارے دل و دماغ میں ساقی کوثر کی صورت سمائی ہوئی ہے۔ ہم حبیب کبریا علیہ السلام کے رُخ انور سے اپنے سیاہ اور تاریک دلوں کو منور کر رہے ہیں۔ ہماری آنکھیں مختار لولاکؐ کے ہجر میں اشکبار ہیں۔ کہ ہم صبح و شام والہانہ طریق پر احمد مختار علیہ الصلوٰۃ وسلام کی ذات اقدس کے حضور درود و صلوٰۃ کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔

الصّلوٰۃ والسلام علیکَ یارسُول اللہ

الصّلوٰۃ والسلام علیکَ یاحبیب اللہ

اللہ اکبر ! اللہ اکبر ! میرا ایمان ہے۔ کہ ذکر مصطفےٰ سننے اور سنانے سے کون ومکاں کا ذرہ ذرہ عالم وجد میں آجاتا ہے۔ اور مردہ دلوں کو حیات جاودانی

ملتی ہے۔ اور بے قرار دِل کو قرار، اُجڑی ہوئی روحوں کو بہارِ سرمدی ملتی ہے۔
الغرض کوئی ایسا مقام نہیں جہاں پر ذکرِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہوتا ہو۔
اعلیحضرت امام اہل سنت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں:۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے
اک ترے رُخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
اِنس کا اُنس اُسی سے ہے جان کی وہ ہی جان ہے
وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے
گود میں عالمِ شباب حالِ شباب کچھ نہ پوچھ
گلبنِ باغِ نور کی اور ہی کچھ اٹھان ہے
تجھ سا سیاہ کار کون اُن سا شفیع ہے کہاں
پھر وہ تجھی کو بھول جائیں دل یہ ترا گمان ہے
خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا تُو تو ہے عبدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

غفلت اور ہم

بھائیو! ہم میں بہت سے مقدر کے دھنی ایسے بھی ہیں جن کی صورتیں دیکھ دیکھ کر تقدیر مسکراتی ہے۔ ان کی تقدیر میں مقسوم فطرت نے چین ہی چین۔ امن وسکون، عیش وعشرت کی فراوانیاں اور دولت وثروت کے انبار جمع کرنا خوشگوار اور فرحت انگیز فضاؤں میں بہرہ اندوز ہونا۔ باہم رنگ رلیاں منانا اور دادِ عیش وعشرت دیتے پھرنا مقسوم کیا ہے ان لوگوں کو اتنی بھی پروا نہیں کہ آفتاب کس سمت سے طلوع اور کس سمت غروب ہوتا ہے۔ یہ سبھی نئی تہذیب و تمدن کے علمبردار دولت وثروت اور شراب کے نشے میں چور بگولہ کی مانند فضائے عیش میں اُڑے اُڑے پھرتے ہیں۔ اسی کو اپنی کامیابی وکامرانی اور انسانیت کی معراج تصور کرتے ہیں۔ ذکرِ خدا اور ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت دُور ہو چکے ہیں۔ شارع اسلام کی ہر بات کی یہ ضد ہیں۔ اور دینِ محمدی کے اوصافوں کو فراموش کر چکے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ دنیا میں ذلیل ورسوا ہو چکے ہیں۔ اور عاقبت میں بھی ذلیل وخوار ہوں گے۔

نتیجۂ فکر

ذکرِ الٰہی باعثِ اطمینانِ دل ودماغ ہے۔ تو پھر ذکرِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وجہِ سکونِ دل اور باعثِ راحتِ دل کیوں نہیں؟ اور جو لوگ سرخ گلاب کی بے حرمتی کرتے ہیں امرأ و وزرأ کے استقبالوں پر نچھاور کرتے ہیں۔ اور شارع اسلام کے حکم کے مطابق اسے سونگھ کر "درود شریف" "صلی اللہ علےٰ محمد" نہیں پڑھتے وہ بہت بڑے بدبخت اور ظالم لوگ ہیں حالانکہ انہیں چاہیئے۔

راحتِ دارین کو چاہے جو تُو
یادِ اُو کن یادِ اُو کن یادِ اُو

اہم وسیلہ

حکایت نمبر ۶

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ دَاعٍ اِلَّا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ السَّمَاءِ حِجَابٌ حَتّٰی یُصَلِّیْ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاِذَا فَعَلَ ذٰلِکَ خُرِقَ الْحِجَابُ وَدَخَلَ الدُّعَاءُ وَاِنْ لَمْ یَفْعَلْ ذٰلِکَ رَجَعَ

(جواہر البحار ص ۳۵۶ ج ۱)

مختار لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے والے اور آسمان کے درمیان ایک پردہ رہتا ہے۔ جب تک وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل پر درود شریف نہ پڑھے۔ جب وہ درود شریف پڑھتا ہے تو یہ پردہ ہٹ جاتا ہے۔ اور دعا بارگاہِ الٰہی میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور اگر درود شریف نہ پڑھے تو دعا واپس آ جاتی ہے۔"

بزرگو! میں نے آپ کو یہ بتانا ہے۔ کہ خالق کائنات کی بارگاہ عالیہ میں بجز حضور احمد مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی۔ کوئی لاکھوں جتن اور آہ و فغاں کرے مگر ساقیٔ کوثر کے وسیلۂ جلیلہ کے بغیر رسائی

نہیں ہوسکتی۔ کوئی لاکھوں جتن اور آہ و فغاں کرے۔ مگر ساقیٔ کوثر کے وسیلہ جلیلہ کے بغیر رسائی نہیں ہوسکتی۔

حسنِ خوباں

اور نہ ہی وہ خالق کائنات کے حضور ہرگز ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ درود شریف پڑھیئے اور سنیئے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یاحبیب اللہ

نسیم سحر کے جھونکوں سے غلد بریں کے غنچے اور کلیاں وجد کناں اور مست ہو کر کھلکھلا اٹھتی ہیں۔ اور خاورِ مشرق دھیرے دھیرے سانسوں لیئے چلتا ہوا اوادئ مغرب کی طرف گامزن ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی کی یاد میں اور کسی کے جمال جہاں آرا میں کھویا ہوا ہے۔ اور گلشن دہر میں ہر طرف تا حدِ نگاہ سبزہ ہی سبزہ لہرا رہا ہے۔ جدھر بھی دیکھو رحمتِ بیکراں کا نورانی سماں ہی سماں نظر آتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کائنات کی ہر شئے پُر جمال، پُر مست، اور حسن یار میں کھوئی ہوئی ہے۔ جیسے کسی کے تخیل کی مانند۔ سے

زمانہ گم زمیں گم آسماں گم

خیالِ یار میں سارا جہاں گم

گویا زمین و آسمان۔ مکان و لامکاں۔ حور و غلماں۔ جن و بشر اور شمس و قمر یعنی کائنات کی ہر شئے کسی کے حسن خوباں کی تعریف کر رہی ہے۔ اب آپ خود ہی غور فرمایئے کہ خود خداوند قدوس اس کے متعلق کیا اعلان فرماتے ہیں۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (پ ۲ ع ۲)

اے بندو! تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں۔ اور میرا شکر کرو کفر نہ کرو۔

کثرتِ ذکر

مسلمانو! کائنات کا تمام ساز و سامان اس کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہے۔ اور کوئی ایسا لمحہ نہیں کہ جس میں ذاتِ باری کا ذکرِ جمیل نہ ہوتا ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

یعنی فلاح چاہتے ہو تو اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا کرو۔

دوستو! اللہ تعالیٰ نے ارشاد گرامی فرمایا۔ کہ میرا ذکر کثرت کے ساتھ کیا کرو۔ اگر تم فلاح و نجات چاہتے ہو۔ لیکن خالقِ اکبر نے یہ نہیں فرمایا کہ تم مجھے ایک بار یا پانچ بار یاد کیا کرو۔ بلکہ صرف اتنا ہی ارشاد فرمایا ہے کہ تم فلاح و نجات چاہتے ہو تو میرا ذکر کثرت سے کیا کرو۔ آیئے! اب ذرا مصوّرِ فطرت کے محبوب پاک کی شانِ کریمی بھی ملاحظہ فرمایئے۔ خود حضور پُرنور رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشادِ گرامی فرماتے ہیں پہلے درود شریف پڑھیئے۔ پھر حضور کا فرمان سُنیئے۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ

آقائے رؤف الرحیم زبانِ کن سے رطب اللسان ہوئے۔

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا

(مشکوٰۃ شریف صہ ۸۶)

"جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا۔"

ذکرِ خیر

سبحان اللہ! سبحان اللہ! کیا شان ہے سرورِ دو جہان کی کہ سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامِ نامی ہم ایک دفعہ لیں تو خالقِ کائنات

دس بار ہمیں یاد فرماتے ہیں۔ اور ہم پر رحمت و برکت نازل فرماتے ہیں۔ پھر ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ محبوب پاک کی یاد ہی دراصل یادِ حق ہے۔ وہ نفوس کتنے ظالم اور کتنے سنگ دل ہیں۔ جو ہمیں ذکرِ حبیب لبیب بیان کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اور کفر و شرک کے فتوے لگاتے ہیں۔ آیئے اب ذرا ذاتِ حق سے اپنے محبوب پاک کا ذکرِ خیر سنیئے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (پ ۲۲ ع ۴)

بے شک اللہ تعالیٰ اور فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور سلام بھیجو" (ترجمہ اعلیحضرت)

اہم تفسیر مسلمانو! اس آیت شریفہ کی تفسیر بے نظیر علامۃ العصر حضرت صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح فرماتے ہیں۔

"سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے' ہر ایک مجلس میں آپ کا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ اور اس سے زیادہ مستحب ہے قول معتمد ہے' اور اس پر جمہور ہیں۔ اور نماز کے قعدۂ اخیرہ میں بعد تشہد درود شریف پڑھنا سنت ہے' اور آپ کے تابع کر کے آپ کے آل و اصحاب و دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے۔

یعنی! درود شریف میں آپ کے نام اقدس کے بعد ان کو شامل کیا جا سکتا ہے۔ اور مستقل طور پر حضور کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔ درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم ہے۔ علماء نے اَللّٰھُمَّ

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ" کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ یا رب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو عظمت عطا فرما۔ دنیا میں ان کا دین بلند اور ان کی دعوت غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقا عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اولین و آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء مرسلین و ملائکہ اور تمام خلق پر ان کی شان بلند کر۔ (کنز الایمان ص۶۱۷)

مقدس وظیفہ نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرنا اور کرانا اور صبح و شام انہیں یاد فرمانا اور ہر گھڑی نام "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ کرنا اور ہادی بے کساں کی بارگاہ عالیہ میں صلوٰۃ و سلام کا نذرانۂ عقیدت پیش کرنا اور عشق مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تڑپ میں "مر مٹنا" گویا سچے مومن مسلمان کی نشانی ہوتی ہے۔ اور دو دین کی ہر شے مختار لولاک کے حضور صلوٰۃ و سلام بھیجتی ہے۔ یہ بھی عظمت و رفعت ذکر مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مضمر ہے۔ اور پھر اسی مقام کے مطابق ایک صاحب لگن عشق مصطفٰے کی سرشاریوں میں مستور ہو کر یوں فرمانے لگے:۔

اَلصَّلٰوۃُ وَسَلَامٌ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَسَلَامٌ عَلَیْكَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

الٰہی ہزاروں درود اور سلام
ہوں روح محمد پہ نازل مدام
ہوئی تھی جو آدم سے واقع خطا
ندامت میں روتے رہے سالہا

جب آدم نے اوپر اٹھائی نظر
لکھا پایا نام نبیؐ عرش پر
دعا کی خدا سے کہ میری خطا
طفیل اس پیمبر کے بخش اے خدا
ہوئی ان پہ رحمت طفیل نبی
خطا ان کی اللہ نے بخش دی
محبو! یہ وہ نام محبوب ہے
جو عرش الٰہی پہ مکتوب ہے
ہے جنت کے اوراق و اشجار پر
لکھا جابجا نام خیر البشر
عبادت میں حق نے رکھا شمول
ملا نام سے اپنے نام رسولؐ
اذانوں میں داخل ہے نام آپؐ کا
نمازوں میں شامل سلام آپؐ کا

درود ایسے محبوبِ سُبحان پر
سلام ایسے سُلطانِ ذی شان پر

نتیجۂ فکر ذکرِ خدا در حقیقت ذکرِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ مقصودِ فطرت یعنی خالقِ کائنات سے جو کچھ بھی لینا اور مانگنا مقصود ہو تو سیّدِ دو عالم کی طفیل اور حضور شافعِ یوم النشور کے وسیلہ جلیلہ کے صدقہ سے مانگنا چاہیئے پھر ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں " وہ دُعا " کسے باشد۔ کبھی بھی مقبول نہیں ہوتی۔ جس کے اول و آخر میں شہنشاہِ عرب و عجم آقائے رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ انور پر درود و سلام نہ پڑھا ہو۔ بلکہ دُعا وہی قبول ہوگی جو ذکرِ حبیبؐ کی طفیل اور وسیلہ سے مانگی گئی ہو اسے ہی شرفِ قبولیت عطا ہوتا ہے ہر وہ دعا جس میں حضورِ پاکؐ کا وسیلہ نہ لیا گیا ہو وہ دعا، دعا ہی نہیں اور مانگنے والے پر ہزاروں لعنتیں، ذاتِ حق کی طرف سے نزول کرتی ہیں۔ اور تا ابد رہتی ہیں۔

اعلیحضرت کیا ہی ایمان افروز عقیدہ بیان کرتے ہیں۔ ؎

لے ان کے واسطہ کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

گویا ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ کائنات کے مالک و مختار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اسی لئے ہر مسلمان علی الاعلان یوں رطب اللسان ہوتا ہے ؎

خالقِ کل نے آپ کو مالکِ کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

مقدس لگن

حکایت ۲۷

"مَنْ اَحَبَّ شَیْئاً اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ"

جس کسی کو کوئی چیز پیاری ہوتی ہے وہ اس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے۔

(زرقانی شریف صفحہ ۲۸۵ ج ۶)

حضرات! اللہ تعالے نے ہمارے حضور علیہ السلام کی ذات اقدس کو سراپا حکمت و ھدایت کا منبع عظیم اور نبی برحق و رسول اور خاتم النبیین بنایا ہے۔ درویش لاہوری حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کیا ہی خوب فرما رہے ہیں۔

لا نبیؐ بعدی ز احسانِ خداست

پردۂ ناموس دینِ مصطفےٰ است

ہاں تو پھر خداوند قدوس نے ہمارے حضور کو تمام تر کمالات و معجزات اور علم و حکمت کے چشموں سے سرفراز فرما کر قیامت تک کے لئے بنی نوع انسان کی ہدایت و سعادت کے لئے مبعوث فرمایا پھر نبی اکرمؐ کی طفیل تمام دنیا نے جلوۂ توحید و رسالت کے فیوض و برکات کا نظارہ کیا اور نجاتِ ابدی کا راستہ پایا اور آپؐ کے فرمودات کے توسل سے تمام کائنات نے اکتسابِ فیض کیا۔ اور آپ کے ارشادات گرامی نے مردہ پیکرِ انسانی میں حیاتِ جاوداں کی شعاعیں لہرادیں۔ اور اخلاقی ورد و حانیت

اور تمدّن و معاشرت کی بنیادیں استوار کیں اور انسانیت کے لئے غیر متناہی
ترقیات کے دروازے کھول دیئے۔ الغرض آپ سراپا نور و حکمت و فرمودات
کے پیکرِ عظیم اور خلیق عظیم کے مظہرِ اتم تھے۔"

لا یمکن الثنا کما کان حقہٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

گویا خالق کائنات کے بعد سرورِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود گرامی
ہے۔ آپ کے حسن و خوبان کا ذکر بزبان سے کرنا اور کرانا اور اسے جاری و ساری
رکھنا بھر ہر وقت آپ ہی کے نام انور کے گیت گانا ہی حقیقی طور پر ایمان مکمل اور
اتباعِ رسول کی دلیل اولین و آخرین ہے۔ اور جمہور کا بھی اسی پر اتحاد و اتفاق
ہے۔

مظہرِ الٰہی مسلمانو! خدائے قدوس کی توحید کے اقرار و اعتراف کے بعد عالم
ما کان و ما یکون کی رسالت و ارشادات کا اقرار کرنا اور
اسے عملی جامہ پہنانا درحقیقت مکمل ایمان و ایقان کی یہی نشانی اور یہی کلید جنت
بھی ہے۔ جو بھی شخص آپ کی نبوّت و رسالت اور ارشادات و تصرّفات و
اختیارات و موجودات و حاضرات پر کُلّی ایمان نہ لائے تو وہ ربِّ کائنات
کی توحید کو بھی نہیں مان سکتا۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی ذات و صفات
تھی جس نے ہمیں خدا کی صحیح معرفت سے روشناس کرایا اور خدائے عظیم
سے واصل باللہ کر دیا۔ اب جو بھی آپ کے ارشادات کو نہیں مانتا وہ خدا کو بھی
نہیں مانتا۔ پھر ہمارے حضور علیہ السلام کے فضائل و کمالات و ارشادات تو
حد شمار سے بھی باہر ہیں عقل انسانی کی کیا طاقت ہے کہ ان تک رسائی حاصل کر سکے

زبان میں کیا طاقت ہے۔ کہ آپ کی تعریف و توصیف کر سکے، اور قلم میں اتنی قدرت کہاں ہے کہ محبوب پاک کے حسن و جمال کی ترجمانی کر سکے۔ درویش لاہوری فرماتے ہیں

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

مختصراً اتنا جان لیجئے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء کے قائد سالار سب رسولوں کے سردار سب میں افضل۔ سب کے خاتم۔ دانائے کل۔ مختار دو عالم۔ شہنشاہِ عرب و عجم، رحمتِ عالم، شافعِ محشر، صاحب لولاک اور حبیب پروردگار الحاصل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مظہر رب العالمین ہیں۔ آج بھی ارشادِ نبیؐ کی مقدس کرنیں اس دورِ طاغوتی میں ہماری راہنمائی اس طرح کر رہی ہیں۔ جیسے اندھیری رات میں چرخ کہن سے بجلی کوند کوند کر منزل سے بھٹکے ہوئے مسافروں کو راہیں دکھاتی ہے۔ اعلیٰحضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ فرماتے ہیں :-

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں
جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں

تکمیل نقش

بزرگو! آج کے زمانے میں ہمارے خون سرد ہو گئے ہیں۔ اسلامی حمیت اور غیرتِ ایمانی جاتی رہی ہر ایک شخص کو زندگی سے پیار ہو گیا ہے۔ پھر ہمارے شعراء نے اس محبت کو بام عروج پر پہنچا دیا ہے۔ یاد رکھو! انسان کے طرف ایک ہی بار

دنیا میں آتا ہے۔ زندگی کی بہاریں بہت مختصر ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو سکے نفسانی خواہشات کی تکمیل کی جائے اور فرمودات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا جائے۔ اور جو لوگ اس فلسفے کے خلاف میدان عمل میں نکل آئے ہیں۔ یعنی "سوشلسٹ" کا پرچار کرتے ہیں۔ ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔ چوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاحب لولاک علیہ السلام کی تابعداری کو اپنی تابعداری و پیروی قرار دیا ہے۔ چنانچہ خالق کائنات ارشاد فرماتے ہیں۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ۔ جس نے اطاعت کی رسول کی اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی"

گویا ۔ ارشادِ باری تعالیٰ سے ہم کو یہی سبق ملا کہ حضور پاک کے ارشاد پر چلنا فرض عین ہے ۔ اور فرض وہی فرض عین ہوتا ہے کہ تمام فرائض دوا وارشادات کا قبول کرنا اور آپ کی اتباع پر چلنا۔ اگر کوئی شخص آپ کی تابعداری و اطاعت اور حکم سے ہٹ کر اغیار کے نقوش پر چلے یا کتنی ہی عبادت و بندگی کرے جناب الٰہی میں ہرگز وہ قبول نہیں۔

حضرات! حضور دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرماتے ہیں درود شریف پڑھیئے اور پھر ارشادِ گرامی سنیئے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یاحبیب اللہ

فرمایا :۔ فمن رغب عن سنتی فلیس منی

جو شخص میری پیروی نہ کرے وہ مجھ سے الگ ہو گیا۔

یعنی! جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کے خلاف چلے، آپ کے ارشادات پر عمل نہ کرے، آپ کے ساتھ محبت نہ کرے، آپ کو ہر چیز، جان، مال، اولاد، وطن، ماں باپ اور کائنات کی ہر شئے سے افضل و اعلیٰ نہ جانے وہ سرکارِ دو عالم کا اُمتی نہیں۔ معلوم ہوا کہ قربِ الٰہی کا بہترین راستہ اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ارشادات پر عمل کرنے سے ملتا ہے۔

مورخ اسلام فرماتے ہیں:

ع

محمد ہیں متاعِ عالم و ایجاز سے پیارا
پدر، مادر، برادر، جان و مال اولاد سے پیارا

معیارِ محبت

بھائیو! طالب و مطلوب کی باہم ملاقاتیں ایک دوسرے کو نزدیک سے نزدیک تر لانے کا سبب ہوتی ہیں۔ پیار و محبت کا تقاضا بھی یہی ہوتا ہے۔ کہ ہر وقت اپنے محبوب کے اوصاف و کمالات کے نغمے گائے جائیں اور صبح و شام انہیں کا پرچار کیا جائے۔ یہ تو ایک مجازی الفت و محبت کا دستورِ حیات ہوتا ہے۔

لیکن اس کے برعکس ہر مسلمان کو کائنات کی تمام چیزوں سے افضل و اعلیٰ اور سب سے پیاری حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک ہے۔ لہٰذا عشق و محبت اور فطرتِ انسانی کا یہی اٹل فیصلہ ہے کہ حضور کے ساتھ حد سے زیادہ پیار و محبت کیا جائے۔ اور ان کے فضائل و محاسن کے گیت خود بھی اور دوسروں سے بھی سنے اور سنائے جائیں۔ اور حضور کے فرمودات کی عزت و عظمت ہمارے دلوں میں تا حشر رہے۔ اور ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم اپنی زندگی کے تمام اعمال اور حرکات و سکنات کو رنگِ مصطفائی میں رنگ لیں۔

غور فرمائیے! وہ نفوس قدسیہ جن کو ہم اصحاب رسول کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہ خاک سے اٹھکر وسعت افلاک پر جا پہنچے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے کچھ سے کچھ بن گئے۔ اس کی کیا وجہ تھی اور یہ تغیر و انقلاب ان میں کیسے رونما ہو گیا تھا؟

اس کی وجہ محض یہ تھی کہ وہ صحیح معنوں میں مسلمان تھے۔ اور احمد مختار کے عاشق صادق اور ارشادات مصطفائی کے پیرو تھے۔ ان کا ہر قدم اتباع شریعت پر اٹھتا تھا۔ انہوں نے دامن مصطفے علیہ الثناء کو مضبوطی سے تھام لیا تھا۔

سر کٹے کنبہ مرے اور گھر لٹے
دامن احمد نہ ہاتھوں سے چھٹے

اور جس وقت شمع مصطفائی کے پروانوں نے قیصر و کسریٰ کے تاجوں کو اپنے پاؤں سے روندا تو دنیا جہان کے عیسائی سخت حیران تھے اور ان کی عقلیں گم ہو چکی تھیں کہ آخر ان لوگوں میں یہ قوت و طاقت اور ہمت و استقلال کہاں سے پیدا ہوا۔ یہ لوگ جس طرف بھی رُخ کرتے ہیں۔ فتح و کامرانی ان کے استقبال کو آگے اور آگے بڑھتی آتی ہے۔ اس بات کو معلوم کرنے کے لئے ایک وفد مدینۃ الرسول میں آیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اطوار کو بنظر غور دیکھا بالآخر ان کی ترقی کا راز معلوم کر ہی لیا۔ اور وہ "راز" اتباع رسول اور ارشادات مصطفے پر عمل کرنا تھا۔ پھر وفد نے یہ بھی دیکھا کہ صحابہؓ کی یہ حالت ہے کہ ارشاد رسول کی دل و جان سے تعمیل کرتے ہیں ہر وقت مستعد رہتے ہیں اور شمع رسالت پر پروانہ وار نثار ہوتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بچے ہوئے پانی اور تھوک مبارک کو

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے جسموں پر مل لیا کرتے تھے۔ اور عطر سے زیادہ اس کی قدر کرتے تھے۔ لیکن آج ہم نے ادب مصطفےٰ اور دامن مصطفےٰ سے منہ موڑ لیا ہے۔ اسی لئے ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

نتیجۂ فکر صحابہ کرام نے اتباع و اطاعت رسول کے جو نشان دار نمونے دنیا والوں کو دکھائے ہیں اور حضور کے عشق و محبت میں جو جانی، مالی قربانیاں دیں ان کو ساری دنیا جانتی ہے۔ فنافی الرسول اہل طریقت میں ایک مقدس ترین مقام ہے۔ صحابہ کرام صحیح معنوں میں اس پر فائز تھے۔ اور کوئی نہ کوئی شے ہر ایک کو محبوب ہوتی ہے۔ اور وہ اسی کا ذکر کثرت سے کیا کرتا ہے۔ ہمیں کائنات کی تمام فراوانیوں سے زیادہ نبی اکرم پیارے ہیں۔ سچے مسلمان صبح و شام حضور پاک کے نام انور کا وظیفہ کیا کرتے ہیں۔ اور ہر مومن کی یہی آرزو ہے۔ ؎

نشا یہی ہے سلسلۂ قیل و قال کی
ہوتی رہے ثنا تیرے حسن و جمال کی

جانِ ایمان

حکایت نمبر ۸

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ اَھْلِہٖ وَمَالِہٖ (زرقانی شریف صنہ ۲۸۰ ج ۶)

یعنی کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اُسے اس کے اہل و مال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا۔

حضرات غنچۂ محبت عالم رنگ و بُو سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اس کی پنکھڑیاں تا ابد حیاتِ جاوداں سے معمور رہتی ہیں۔ محبت ہی کے وجود سے کون و مکان میں بہار ہے۔ محبت کا فیض ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاری رہتا ہے۔ اسے کسی قسم کی آنچ نہیں آ سکتی۔ کیوں کہ فیوضِ محبت عام ہے۔ یعنی قلب سلیم کو ایمان، فواد کو ایقان اور روح کو راح اور صدر کو انشراح فیضِ محبت سے ہی ہوتا ہے۔ "محبت" غنچۂ ایمان ہے۔ یہ مصائب و آلام کو کشادہ پیشانی کے ساتھ جھیل لینے والا ہوتا ہے۔ محبت ہی دل کی زندگی اور زندگی کی کامیابی ہے پھر محبت ہی کامیابی و کامرانی کو دوام و بقا کا تاجِ شفاعت پہناتی ہے۔ اور پھر اسی بقائے عظم کو تختِ ارتقا پر بٹھا بھی دیتی ہے۔

نسبت کا تعلق

بزرگو! وجودِ محبت کے متعلق سیّدِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام بخاری شریف کی ایک حدیث شریف میں فرماتے

ہیں۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔" گویا! محبت مرکزِ حیات ہے۔ محبت ہی مسلمان کی جان و ایمان ہے۔ محبت کی خاطر کائنات کی تمام اشیاء کو ٹھکرا دیا جاتا ہے۔ اور ہر انسان کو ان چار چیزوں سے فطرتاً محبت ہے۔

وطن ، مال ، اولاد۔ جان

۱۔ ہمیں وطن سے پیار نہیں ؟

۲۔ ہمیں مال و زر سے الفت نہیں ؟

۳۔ ہمیں اولاد سے محبت نہیں ؟

۴۔ ہمیں اپنی جان عزیز نہیں۔ ؟

یقیناً ہر صاحبِ شعور کو ان چار چیزوں سے پیار و محبت ہے۔ لیکن ان چاروں کی محبت و الفت میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے۔ اور ایک مقام پہ ان چاروں کو ایک دوسرے پہ ایک دوسرے کو قربان کر دیا جاتا ہے۔ جیسے مال و دولت حاصل کرنے کے واسطے دور دراز کا سفر کیا جاتا ہے۔ اور "وطن" کو مال و دولت کی محبت پہ قربان کر دیا جاتا ہے۔ اور "مال" کی محبت کو اولاد کی محبت پر فدا کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اولاد کی محبت کو جان کی محبت پہ قربان کرنا پڑتا ہے۔ یعنی جب اپنی جان پر مصیبت بن آئے تو اولاد کی محبت کو بھی انسان بھول جاتا ہے۔ اور یہی چاہتا ہے کہ ہر چیز تباہ و برباد ہو جائے، مگر میری "جان" سلامت رہے۔

آیئے! اب خود ہی فیصلہ فرمایئے کہ ہمارے حضور علیہ السلام کیا جان کی جان نہیں ؟

یقیناً سیّدِ دو عالم جانِ جہاں ہیں سبحان اللہ! سبحان اللہ! اعلیٰحضرت

فاضل بریلوی قدس سرہٗ کیا ہی خوب فرماتے ہیں۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ بھی نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ بھی نہ ہو

جان ہیں وہ جہاں کی، جان ہے تو جہان ہے

جان اور ایمان

مسلمانو! سبحان اللہ! اعلیحضرت قدس سرہ العزیز کی شاعری بھی کیا ایمان افروز اور نجدیت سوز ہے کہ جب بھی آپ ذوقِ مستی میں شعر فرماتے ہیں۔ تو ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ غنچۂ دل مسکرانے لگتا ہے۔ اور روح وجد آور ہو جاتی ہے۔ خدا وند قدوس بطفیل صاحب لولاک کے ان کی قبرِ انور پر انوار و تجلیات کی صبح و شام بارش کیا کرے اور جنت الفردوس میں ان کے درجاتِ عالیہ کو اور بلند فرمائے۔ آمین!

"ہاں" تو میں عرض کرنے لگا تھا۔ کہ ہمارے لئے ایمان کیا ہے؟

سنیئے! "ایمان" نام ہے احمدِ مختار کی محبت و اطاعت کا اور حضورؐ ہی کو ماننے اور جاننے کا۔ ہمارے حضورؐ ہی سب کچھ ہیں نہ صرف ایمان و ایقان بلکہ "جانِ ایمان" ہیں۔ چنانچہ خود حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

(رواہ بخاری مواہب الدنیہ صفحہ ۹۲ ج ۲)

"تم میں سے کوئی صاحب ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے اس ماں۔ باپ اور اس کی اولاد سے اور تمام لوگوں سے بھی زیادہ پیارا نہ ہوں"

گویا مسلمان وہ مسلمان ہے جو شہنشاہِ ارض و سماء کو کائنات کی ہر شئے پر فوقیت عطا فرمائے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی اولاد، جان، مال، وطن، ماں، باپ پر مقدم سمجھے اور دولتِ ایمان کو جانِ ایمان سمجھ کر اپنی محبت کو ایمان کی عظمت و رفعت پر دیوانہ وار قربان کرے۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
اور ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

نتیجہ فکر انسان کتنا ہی بڑا عالم و فاضل ہو جائے۔ وہ مومن کہلانے کا حقدار نہیں ہو سکتا جب تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو محبوب نہ رکھے۔ اور ان کی ذاتِ اقدس پہ درود و سلام نہ پڑھے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

محبت عشق ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو اتباعِ محبوب میں ثابت قدم رکھتی ہے۔ حضرت بلالؓ حبشی کی محبت حضرت اویسؓ قرنی کا عشق، حضرت جنیدؒ بغدادی کی تکریم، حضرت حسن بصریؒ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت سید نا معین الدین چشتیؒ کا سوزِ عشق اور حضرت قطب الدینؒ کاکی کی الفت، حضرت فرید الدینؒ گنج شکر کی

عادت حضرت نظام الدینؒ کو اطاعت نے محبت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل آسمان معرفت کے گوہر نایاب بنا دیا۔ ؎

پوچھے کوئی صہیبؓ و بلالؓ و حسنؓ سے یہ
حب نبیؐ سے زندگی کیسی سنور گئی

* چہار سلاسل اولیاء ربانی رضوان اللہ علیہم حضور کی محبت کے نور سے پُرنور ہیں۔
* اور حضورؐ کے نام لیوا تا ابد ان کے نقوش پا پر ثابت قدم رہیں گے۔
* اور ہر شئے سے اعلیٰ و بالا اور مختار کل۔ جان ایمان، اور جانِ جہان آپ ہی کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور کرتے رہیں گے۔
* جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جملہ اوصاف و کمالات کو تسلیم نہ کریں وہ کتنے بے وقوف ہیں۔ چونکہ خود نبی اکرم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد گرامی فرمایا۔ "تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے باپ، بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ اسے میرے ساتھ محبت نہ ہو"

گویا مسلمان ایمان دار اور مومن وہی لوگ ہیں جو کہ شہنشاہ ارض و سماء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کائنات کی ہر شئے سے زیادہ محبوب سمجھتے ہیں۔ اور حضورؐ کی خاطر طرح طرح کی قربانیاں دیتے ہیں۔ پھر اس مقدس حقیقت کی ترجمانی ایک صاحب حال مرد کامل اس طرح کرتے ہیں۔ ؎

جان و دل اس شہہ لولاک پہ قربان کیجئے | انکے قدموں پہ تصدق یہ دل و جان کیجئے
یہ تو کیا چیز ہے اک جاں کی حقیقت کیا ہے | لاکھ جاں فرش رہ مقدم جاناں کیجئے

شوقِ دیدار

حکایت نمبر ۹

علے محمّد صلواۃ الابرار

صلے علیہ الطیبون الاخیار

قد کان قواما بکی بالاسحار

یالیت شعری والمنایا اطوار

ھل تجمعنی وحبیبی الدار

(رحمۃ للعالمین صہ۲۴۲ ج ۲)

"حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ابرار کے درود اور ان پر طیبوں اور اخیار پر درود پڑھ رہے ہیں۔ آپ تو راتوں کو جاگنے والے سحر کو رونے والے تھے۔ موت تو بہتیری کئی طرح آتی ہے۔ کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد مجھے حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوگی۔"

حضرات! مجھے کچھ شوقِ دیدار کے متعلق عرض کرنا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی پُرشوق نگاہیں جمالِ مصطفےٰ کی طلبگار تھیں۔ اور وہ مقدس نگاہیں جب جمالِ یار کو دیکھتیں، کائنات تو کیا کون و مکان کی تمام تر رعنائیاں سمٹ کر ان مقبولانِ مصطفےٰ کے دامانِ مراد میں پھیل جاتی تھیں۔ اور وہ نفوسِ حق اسی نشہ

سرمدی میں سرشار ہو کر مست و الست رہتے۔ اگر انہیں جمالِ یار نظر نہ آتا تو وہ تڑپ اٹھتے۔ صبر و ضبط کی تاب نہ رہتی۔ ان پاک لوگوں کی زندگی کا فقط نصب العین یہی تھا کہ جمالِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بار بار دیکھا جائے ایک ایسا ہی ایمان افروز واقعہ سنیئے اور سننے سے پہلے درود شریف پڑھیئے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

دورِ فاروقی

امیر المومنین سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ خلافت تھا آپ راتوں کو اہل مدینہ کی خبرگیری کے واسطے چوری چھپے حسب معمول گشت پر جایا کرتے تھے۔ خدا کا کرنا۔ اندھیری رات تھی ہر طرف ہو کا عالم طاری تھا۔ بادِ صرصر کے تند و تیز جھونکے چل رہے تھے۔ اور خلیفۃ المسلمین جانشین سید المرسلین اپنے غلام کے ہمراہ گشت کرتے کرتے بہت دور مدینۃ الرسول کے آخری حصار کی طرف پہنچ گئے۔ اور قریب ہی ایک خدا کی محبوب بندی کی دردناک آواز فضائے سکوت کو چیرتی ہوئی بلند تر ہوتی گئی۔ اور وہ صدا کیا تھی......؟

حزن و ملال سے پرغم...... سوزِ دروں سے معمور...... اور داستانِ ماضی کی مکمل عکاسی کرتی تھی۔ یعنی دیدارِ محبوب کی خواہش اور حسرت و یاس کے عالم میں مجبور ہو کر اور دیدار شوق کی جستجو و طلب میں زبانِ حال سے وہ یہ کہہ رہی تھی۔

علی محمد صلوٰۃ الابرار
صلی علیہ الطیبون الاخیار

یعنی اے عظمت و جبروت کے دائمی مالک و خالق سید عالم ساقیِ کوثر ہادیِ کل

علیہ الصلوٰۃ وسلام پہ ابرار کے درود وسلام ہیں۔"

مسلمانو! مقام محبت بھی عجیب ہوتا ہے۔ اور محبت کے دیوانوں کا بس یہی شغل ہوتا ہے۔ کہ ہر گھڑی خصائل محبوب کی تعریف کی جائے۔ انہیں پکارا جائے۔ اُن سے ملاقات مانگی جائے۔ اور انہیں کے ہو رہیئے۔ اور ہر ایک صاحب لگن نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور دلی جذبات ظاہر کئے ہیں۔ اعلیحضرت احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز بھی اپنے رنگ عشق میں یکتا تھے۔ آپ اپنے ذوق میں یوں بارگاہِ حسن و عشق میں رطب اللسان ہوئے:

کعبے کے بدرُالدجےٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحےٰ تم پہ کروڑوں درود

شافعِ روزِ جزا تم پہ کروڑوں درود
دافعِ جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود

جان و دلِ اصفیاء تم پہ کروڑوں درود
آب و گِلِ انبیاء تم پہ کروڑوں درود

لائیں تو یہ دوسرا دوسرا جس کو ملا
کوشکِ عرش و دنیٰ تم پہ کروڑوں درود

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

جذبۂ عشق

ہاں تو میں مقبولن بندی کا ذکر بیان کر رہا تھا۔ کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز تھی اور زبان سے محبوب اکبر علیہ السلام کا ذکر انور کرتی اور بار بار کہہ رہی تھی۔ "اے دلوں کے بھید جاننے والے مجھ دکھی کی آہ و فریاد کو سن لے"۔ چنانچہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ مقدس آہ و زاری سنی تو آپ کی آنکھیں پُرنم ہوگئیں، اور پھر یک دم محبتِ رسول کے مقدس جذبہ سے مغلوب ہو کر برسات کی مانند آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ دل کی بیقراری بڑھنے لگی، یادِ رسول ستانے لگی، اور شبِ ہجراں لمبی ہونے لگی عقیدت و محبت کے جذبات چھلکنے لگے، ضبط و تحمل کی تاب نہ رہی۔ تو اس مقدس عورت کے دروازے کے قریب ہی دلِ مضطر کو پکڑ کر بیٹھ گئے۔ نوکِ زبان سے محبوب پاک کے اوصاف و کمالات کو یاد کرتے اور صبر و ضبط کی پھر تاب نہ رہی اور کافی عرصہ صاحبِ فراش بھی رہے، جیسا کہ حضرت شہبازِ طریقت مدظلہ العالی بھی انہیں جذباتِ مقدسہ کا اپنی غزل میں یوں اظہار کرتے ہیں۔ ؎

کہہ نہ سکے لب و دہن ان سے جو داستانِ عشق
میری نگاہ بن گئی بزم میں خود زبانِ عشق

جلوے تیرے جمال کے ارض و سما میں ہیں نہاں
پردے حجابِ حسن کے لیتے ہیں امتحانِ عشق

تو رہے میکدہ رہے گردشِ جامِ جم رہے
مجھ کو نہ بھول ساقیا میں بھی ہوں ترجمانِ عشق

حسن کی بارگاہ میں کس کو ہے جان و دل عزیز
تیغِ نظر سے وار کریں بھی ہوں مہمانِ عشق

راہِ نوردِ شوق کی موت بھی اک حیات ہے
مژدۂ زندگی مجھے دیتا ہے اب جہانِ عشق

چہرے کا رنگ اڑ گیا اُن کی بھی آنکھ جھک گئی
میری نگاہ کہہ گئی اُٹھ کے جو داستانِ عشق

آپ کی بزمِ ناز میں ہوش و خرد کا کام کیا؟
لے کے چلی ہے بیخودی شوق میں کاروانِ عشق

میکدۂ حیات میں جذبۂ دل سے کام لے
حسن کی ہر نظر بنے آپ ہی پاسبانِ عشق

عالمِ اضطراب میں سوزِ دردِ دل سے اے رضا
پلکوں پہ آ کے اشکِ غم بنتے ہیں قصہ خوانِ عشق

اہم راز حضرات! حضور سید عالم کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کرنا اور شام و سحر انہی کے حسن و جمال کی تعریف کرنا اور انہی کے دیدارِ انور کی خواہش کرنا گویا مذہب و ملت کی کامیابی و کامرانی کو باب اولین تصور کرنا چاہیے۔ اور

محبتِ رسول میں سرشار ہو کر اور دامن مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وابستہ ہو کر ہم یقیناً عظمت و اقبال کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ سکتے ہیں۔ وگرنہ ہم اس دورِ ملحدانہ میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ حضور رسید یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس کون و مکان کے لئے آفتابِ رشد و ھدایت کا حکم رکھتی ہے۔

ایمانی ضیاء مسلمانو! جس طرح شمس و قمر کی شعاعیں اس مادی عالم کی تمام ظلمتوں کو دور کرنے اور اس کی بقا و ترقی کے لئے حرارت و روشنی مہیا کرتی ہیں اسی طرح نبیٔ کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ انور تمام کائنات کے لئے انوار و تجلیات اور رحمۃ للعالمین کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور حضور کی محبت و عظمت تمام کائنات کے انسانوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ آپ شمعِ رحمانی ہیں۔ اس قندیلِ الٰہی کی ازلی کرنیں جس قدر شدت کے ساتھ انسانی قلوب و ارواح پر پڑیں گی اسی قدر کثرت کے ساتھ تمام ارضِ مقدس میں مادی، اخلاقی اور روحانی ترقیاں ظہور پذیر ہوں گی۔ جیساکہ خود خدائے قدوس نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا

ورفعنالک ذکرک " محبوب ہم نے آپ کے ذکر کو بلند فرمادیا"

اعلیٰحضرت امام اہلسنت قدس سرہ العزیز، شانِ رسالت میں فرماتے ہیں۔

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

عظیم حقیقت بھائیو! یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ محبتِ نبوی کی شعاعوں نے ابرِ کرم کی ضیا پاشیاں نہ صرف مکہ شریف اور بطحا شریف کی دھرتی پر برسائیں بلکہ مغرب و مشرق، جنوب و شمال اور پھر تحت الثریٰ سے لامکاں تک کے

ذروں کو بھی رشکِ انجم بنا دیا۔ اور وادئ بطحیٰ کے حسین آفتاب کی کرنوں نے اقوامِ عالم کی مظلوم و بے کس انسانیت کو حیات کش پیغام سرمدی عطا کیا۔ نیز تہذیب و تمدن کی مردہ لاشوں کو جو کہ بد اعمالی کی بنا پر زوال پذیر ہو کر پستی کے کھنڈرات میں دفن ہو رہی تھیں، انہیں حیاتِ جاوداں اور اسرار و رموز کے اشارات و تصورات بتاتے ہوئے بلند و ارفع مقامات پر پہنچا دیا۔ اور جامع کمالات کا عظیم تر ستون بنا دیا۔ پھر انہی نفوسِ قدسیہ کے فیضانِ کرم کی کرنیں افریقہ کے ساحلوں سے انڈونیشیا کے جزائر اور سپین سے چین تک انوار و تجلّیات برسانے لگیں۔ یہ سبھی محبتِ رسول کا فیضانِ کرم تھا۔

عظیم وسیلہ

آج ہم اضطراب و بے چینی اور پریشانی و مایوسی کے عالم میں گزر رہے ہیں۔ اور ہم سب امن و سکون کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ واللہ! امن و سکون ہمیں کہیں سے بھی نہیں مل رہا۔ ہر چھوٹا بڑا، امیر و غریب اس دردناک عذاب میں مبتلا ہے۔ حالانکہ مسلمان کی حقیقی راحت سرورِ دو عالم علیہ السلام کی اتباع میں مضمر ہے۔ پھر حقیقی سکون، دل کا سکون ہے۔ اور یہ نبی اکرمؐ کی تابعداری اور محبتِ رسول کی لگن کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

مسلمانو! آج کی دنیا مادیات میں کتنی ترقی کر گئی ہے۔ چار سُو عیش و آسائش کی کتنی فراوانیاں ہیں، تکمیلِ آرزو کے وسیع تر اسباب جمع ہو گئے ہیں۔

صد افسوس ہے ہماری عیش و عشرت کی جولانیوں پر کہ ہم نے دامنِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر رسوا و بدنام اور زمانۂ حاضرہ میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔

آیئے! خدارا! اپنے احوال پہ، اپنی صورت پہ، اپنی سیرت پہ۔ اور روز مرہ کے مشاغل پہ خود ہی نظرِ کرم کریں۔ اور دامنِ اغیار کو چھوڑ کر دامنِ مصطفےٰ

صلی اللہ علیہ وسلم اور عشق حبیب کی تجلیوں میں پناہ پکڑیں۔

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اُف رے منکر یہ بڑھا جوشِ تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کمبخت کے ایمان گیا

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا

جوشِ محبت

اے غیور مسلمانو! اور دینِ مصطفائی کے پاسبانو! افقِ انسانیت پہ پھر نئے انداز سے لادینی قوتیں چھارہی ہیں۔ اور آج فسق و فجور کے اندھیرے دیارِ غیر سے پھر انتہائی ہولناک طوفان کی صورت میں بڑھے چلے آرہے ہیں۔

خدارا اٹھو! اپنی غیرت کو بیدار کرو۔ اور اسلاف کے نقوشش کی اتباع کرتے ہوئے اپنے قلوب کو عشق مصطفےٰ علیہ السلام اور محبت رسول اللہ میں سرشار کرکے ادیانِ باطلہ کو پاش پاش کردو۔

★ اے عظیم ساتھیو! کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم عیش و عشرت کی رنگینیوں میں غلطاں ہوکر اپنے فرائض کو بھول بیٹھیں اور جبر و استبداد کی ناپاک قوتیں ہمیں نیست و نابود کردیں۔

★ اے دینِ الٰہی کے پاسبانو! روحِ محمدؐ متین سے مقتضا ہے۔ کہ میرے ناموس وعزت کے محافظو! خوابِ گراں سے اٹھو۔ ورگرنہ پھر کبھی بھی طلوعِ سحر نہ ہوگی۔

★ اے تہذیب و ثقافت کے مردہ لاشو! اٹھو! اپنے حال کی رنگین یادوں کو بھول جاؤ اور قرونِ اولیٰ کے اولیاء ربانی کے نقوشِ پاکی جستجو میں سرگرداں رہو۔

★ اے دینِ محمد کے رکھوالو! دامنِ مصطفےٰ کو مضبوطی سے تھام لو پھر انشاءاللہ قیصر و کسریٰ۔ روس و امریکہ۔ یورپ و فرانس فلسطین و کشمیر! الغرض کائنات کے ذرّے ذرّے پر اپنی فتح و نصرت کے پرچم گاڑتے ہوئے کامیاب ہو جاؤ گے۔

نتیجۂ فکر معلوم ہوا حضورؐ پاک سے محبت کرنا صحابہ کرام کا جزوِ ایمان تھا۔ اور حضور کے دیدار انور کی خواہش کرنا عین اتباع صحابہ کرام ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حاکمِ اعلیٰ کا اولین فرض یہی ہوتا ہے۔ کہ اپنی رعایا کی خبرگیری کرے۔ اور ان کے احوال کی مکمل پاسبانی کرے۔ کیوں کہ یہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنّت ہے۔ اور جو لوگ اپنے بزرگوں کے افعال و اقوال کو چھوڑ کر اغیار کی تقلید کریں وہ کتنے بے بہرہ ہیں۔ اور حضور علیہ السلام کو ہر گھڑی یاد رکھنا۔ ان کا ذکرِ خیر منانا سنّتِ صحابہ ہے۔ جو لوگ ہمیں ذکرِ حبیبؐ سے منع کریں۔ وہ کتنے تنگ دل ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سیّدنا فاروقِ اعظمؓ خالقِ کائنات کے مقبول بندے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے نگہبان تھے۔ اور وہ لوگ جو سیّدنا عمرؓ سے عداوت و بغض رکھیں گویا انہوں نے خدا تعالیٰ اور حضور علیہ السلام سے بغض رکھا ہوا ہے۔

مثالِ دُنیا

حکایت نمبر ۱۰

دُنیا کی مثال

جابرؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) بکری کے ایک مُردہ بچے کے قریب سے گذرے (اپنے اصحاب سے) فرمایا! تم میں سے کوئی اس بچے کو ایک درہم میں لینا پسند کرے گا؟ "صحابہؓ نے عرض کیا! ہم اس کو کسی چیز کے عوض بھی لینا پسند نہیں کرتے"۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا! "بخدا یہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ جتنا ذلیل تمہاری نظر میں بکری کا یہ مُردہ بچہ ہے۔" (مسلم)

حرص ہوا آج کا انسان کائنات کی رنگینیوں اور رعنائیوں میں بُری طرح کھویا ہُوا ہے۔ اور چار سو عیش ونشاط کی لذتوں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ ہر شخص نفسا نفسی کے عالم میں مبتلا ہے۔ ہماری دنیا کرب ومصیبت کی رزم گاہ ہے۔ ہر شخص عیش وعشرت کے رنگین خوابوں میں مستغرق نظر آتا ہے۔ اور امیر وغریب خواہشاتِ دنیوی میں مارا مارا پھرتا ہے۔ لیکن دنیا کسی کی دوست نہیں۔ اور سگانِ دنیا اس کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ حالانکہ خود دنیا "مردار

کی تمثیل ہے" ہماری دنیا عیش و عشرت، دولت و ثروت۔ اور رنگینیوں، دلفریبیوں کی ایک عارضی گلزار ہے۔ اس گلزار دنیا میں ہر غنچہ، ہر کلی اور ہر گل پُر خار ہے۔ اور اس کے رنگین پھولوں کو بھی نہ ثبات ہے، نہ قرار ہے۔ نہ دوام ہے، اور نہ ہی سکون ہے۔ اس کے بر عکس پھر دنیا کیا ہے؟

غور فرمایئے! لفظ "دُنیا" خود دنایت سے مشتق ہے۔ جس کے لفظی لغوی معنی یہ ہوتے ہیں" ذلت و کمینگی" یعنی ذلت و رسوائی اور کمینگی کی جائے پناہ۔ اب آپ خود ہی اندازہ لگایئے۔ کہ یہ دنیا پھر کیا ہے؟

اس کے متعلق جناب امیر رحمۃ اللہ علیہ یوں رطب اللسان ہوئے ہیں۔ ؎

دنیا ہے ایک میکدۂ بے خودی امیرؔ
سب مست ہیں کسی کی کسی کو خبر نہیں

گویا! دنیا کے کتنے شراب خانوں میں رواں دواں ہیں۔ اور ساغرِ جم کے دور چل رہے ہیں۔ سبھی شراب کے نشے میں مدہوش ہیں۔ اور ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہیں۔ اور ایک دوسرے کے احوال کی کسی کو بھی خبر نہیں۔

ہماری حالت

مسلمانو! اس عیش و نشاط کے بے آہنگ دور میں ہمارے کان، ہمارے دل اتنے بے حس ہو چکے ہیں کہ قرآن و حدیث اور اقوالِ اولیاء ربانی کے نورانی نغموں کی سرمدی لہریاں ان پہ اثر انداز نہیں ہو رہیں۔ خدا اور سید دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کا ذرا بھر بھی پاس نہیں رہا اور ہر گھڑی ہر ساعت خدا اور حضور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کر رہے ہیں جس کے نتیجے میں خدائی عذاب ہم پہ مسلط ہو رہا ہے۔ ذرا ایمان اور قلب سلیم سے بتایئے کہ ہم ذلیل و رسوا نہیں ہو رہے "کیوں"؟

یہی تاکہ ہم دنیا کی دلفریبیوں اور رنگینیوں میں مبتلا ہیں۔ اور قرونِ اولیٰ کے اولیاء ربانی کے افعال و اقوال کو چھوڑ کر افکارِ غیر کی طرف گامزن ہو گئے۔ جس کے سبب ہم پر قہرِ الٰہی نئے نئے رُوپوں میں آ رہا ہے۔

اور ہمارا یہ دور اسلامی دور نہیں بلکہ یہ دیر بچوں۔ محرابوں، دیواروں، چلمنوں کی افزائش کا دور ہے۔ اس دور کی بطفیل ہم خدا اور حضورؐ پاک سے قدآنِ مقدس سے۔ صحابہ کرام سے۔ اولیاء عظام سے۔ مذہب سے۔ قوم و ملت سے۔ اور انسانیت سے بہت دور اور دور امریکہ، روس، چین۔ یورپ اور فرانس کی گود میں جا چکے ہیں۔ عیش و نشاط اور میخواری کے مزے لوٹنے کے لئے اور تہذیب و تمدن کے داعی بننے کے لئے نہیں! نہیں! بلکہ انسانیت اور سلامتی کی راہوں کے پردے اتارنے کے لئے آفتابِ مشرق ہر صبح نکلے گا۔ ستارے ہر رات آسمان پر چمکیں گے۔ اور گلستانوں میں ہر روز نسیمِ سحر کے جھونکوں سے پھول مہکیں گے۔ غنچے ہر روز کھلیں گے۔ اور عیش و نشاط کی فراوانیاں دن بدن ترقی کرتی جائیں گی۔

بزرگو! دنیا مومن کے لئے قیدخانہ ہے۔ لیکن بدبختوں نے اسے امن و سکون راحت و مسرت کا گہوارہ تسلیم کیا ہوا ہے۔ ایک دنیا پرست شاعر یوں کہتا ہے۔ ؎

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز وہ کم نہ ہوں گے
چرچے یہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہوں گے

اس کے برعکس ایک مردِ مومن کا ایمان و عقیدہ حقیقت و صداقت پر اس طرح مبنی ہے ؎

دُنیا کے جو اَلم ہیں ہرگز وہ کم نہ ہوں گے

صدمے یہی رہیں گے صد شکر ہم نہ ہونگے

مجموعۂ غم

بھائیو! یہ دنیا کیا ہے۔ اس کے متعلق سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ اَلدُّنْيَا دَارُ الْمِحْنَةِ الْبَلَاءِ

اَلدُّنْيَا جِيْفَةٌ وَّطَالِبُهَا كِلَابٌ اَلدُّنْيَا كُلُّهَا غُمُوْمٌ

بے شک دنیا ملعون ہے۔ دنیا محنت اور بلا کا گھر ہے۔ دنیا مردار ہے اور اس کا طالب کتا ہے۔ دنیا مجموعۂ غم و مصائب ہے۔

گویا احادیث صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ معلوم ہوا کہ دنیا کے چاہنے والے ذلیل و خوار ہیں۔ اور دنیا میں ہر طرف بدامنی و بے چینی کا دور دورہ ہے۔ دنیا مصائب، رنج و آلام کا گھر ہے۔ دنیا سراپا بغض و حسد کا آتشکدہ ہے اور دنیا کے چاہنے والے سگ سے بھی بدتر ہیں۔

ہیئے اسی دنیا کے متعلق چند ایمان افروز اشعار بھی ایک صاحب درد شاعر کی زبانی سُنتے جایئے۔ ؎

حسرتوں کا مزار ہے دنیا

کارواں کا غبار ہے دنیا

عمرِ برق و شرار ہے دنیا

کتنی بے اعتبار ہے دنیا

داغ سے کوئی دل نہیں خالی
کیا کوئی لالہ زار ہے دنیا
ہر جگہ جنگ ہر جگہ ہے نزاع
عرصۂ کارزار ہے دُنیا
گرچہ ظاہر میں صورتِ گُل ہے
پر حقیقت میں خار ہے دُنیا
ایک جھونکے میں ہے اِدھر سے اُدھر
چار دن کی بہار ہے دُنیا
جیتے جی ہیں غریب اس میں دفن
بے کسوں کا مزار ہے دُنیا
کوئی راحت میں کوئی زحمت میں
مظہرِ نور و نار ہے دُنیا
رقص یا جبر ہے ہر ایک پُتلی کا
شعبدہ گر کی تار ہے دُنیا

زندگی نام رکھ دیا کس نے
موت کا انتظار ہے دُنیا

گل و بلبل بھی جس سے ناخوش ہیں
وہ فریب بہار ہے دنیا

نتیجۂ فکر دنیا کی لذات و خواہشات انسان کو ذکر الہٰی سے غافل کر دینے والی ہیں۔

دُنیا سے فارغ البال وہی نفوس ہیں جو دنیا کے عیش و عشرت سے بے خبر ہیں۔

دنیا، رزم گاہِ ظلمت و ضلالت اور فسق و فجور ہے۔ اور معلوم ہوا کہ مختارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق کہ دنیا مانند مردہ بکری کے بچے کی ہے۔ جو اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ مردار ہیں۔ دنیا کی دنیا سے وہی بچا جو یادِ الہٰی اور ذکر مصطفےٰ میں ہر گھڑی رہا اور یہ بھی معلوم ہوا دُنیا کے متلاشی اندھے کُتے کی طرح جدھر ادھر ہوا کو ہاتھ سے پھیر رہے ہیں۔

نفس کی خواہش میں جب تو غرق ہے
تجھ میں اور سگ میں بھلا کیا فرق ہے

گویا! حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا۔ کہ دنیا مردار ہے۔ اور طالب دُنیا کتا ہے" یعنی ان الفاظ پہ غور فرمایئے

کہ حضور ﷺ نے کتا فرمایا ہے۔ کوا نہیں فرمایا۔
حالانکہ کوا بھی مردار ہی کھاتا ہے اور کتا بھی۔ لیکن اس حدیث پاک میں کچھ حکمتیں ہیں۔

۱۔ کوا مردار کا صرف گوشت ہی کھاتا ہے۔ اور ہڈیاں چھوڑ دیتا ہے اسی طرح دنیا کا عاشق بھی دنیا کی ہڈی تک نہیں چھوڑتا۔

۲۔ کوا مردار پر دن کو جھپٹتا ہے، رات کو آرام کرتا ہے۔ مگر کتا رات دن مردار پر جھپٹتا ہے۔ اسی طرح طالب دنیا رات دن دنیا پر مائل رہتا ہے۔

۳۔ کوا مردار کو دیکھ کر شور مچاتا ہے۔ اور اکیلا ہرگز مردار نہیں کھاتا اپنے بھائی بندوں کو بھی بلاتا ہے۔ مگر کتا مردار کھاتے وقت کسی کتے کو قریب بھی نہیں آنے دیتا۔ غصہ سے اس پر جھپٹتا ہے۔ اسی طرح دنیا کا طالب بھی یہی چاہتا ہے کہ اکیلا ہی دنیا کا مالک بن جاوے۔

۴۔ کوا مردہ کوے کا گوشت ہرگز نہیں کھاتا ہے۔ یعنی اپنے بھائی بندوں کا گوشت نہیں کھاتا مگر کتا کتے کا گوشت اور ہڈیاں بھی چٹ کر جاتا ہے۔ کتیا اپنے بچوں کو بھی مار کر کھا جاتی ہے۔ اسی طرح طالب دنیا اپنے بھائیوں کا مال، یتیموں کا مال اور ناحق مال کھانے میں رات دن دریغ نہیں کرتا۔ یہی وجوہات تھیں کہ عالم ما کان وما یکون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طالب دنیا کو کتا کہا۔

نورانی کمال

حکایت نمبر ۱۱

حضرت حبیب بن فدیک رضی اللہ عنہ کے والدِ محترم اسّی سال کے تھے۔ اور بالکل نابینا ہو چکے تھے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:۔

اِنَّ اَبَاہُ خَرَجَ بِہٖ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ایک دن حبیب بن فدیک رضی اللہ عنہ کے باپ اپنے بیٹے کے ہمراہ شہنشاہِ ارض و سماء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہوئے اور حضور پُر نور کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اپنی نابینا آنکھیں رحمۃ للعٰلمین کے سامنے پیش کیں۔ سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ انہیں کیا ہُوا۔

انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں۔ مگر ایک دن ایک سانپ کے انڈے پر میرا پاؤں جا پڑا تو اسی وقت دونوں آنکھیں اندھی ہو گئیں۔

فَنَفَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ عَیْنَیْہِ فَاَبْصَرَ وَھُوَ یُدْخِلُ الْخَیْطَ فِی الْاِبْرَۃِ

حضور علیہ السلام نے ان کی آنکھوں میں اپنا تھوک مبارک ڈالا تو وہ فوراً دیکھنے لگے۔ اور نظر اس قدر تیز ہوگئی کہ سوئی میں دھاگا ڈال لیتے تھے۔

{نشر الطیب صفہ ۲۰۵ حجۃ اللہ علی العالمین صفہ ۲۲۷
خصائص کبریٰ صفہ ۱۹ جلد ۲}

اظہار عقل گلشن کائنات میں ایک نرگس کا پھول ہوتا ہے۔ جو بالکل آنکھوں سے مشابہت رکھتا ہے۔ نرگس کی آنکھیں بے نور ہوتی ہیں۔ جو کبھی بھی جھپکتی نہیں۔ اور حضرت انسان کی آنکھیں بھی جب بے نور ہو جائیں تو زندگانی کی تمام راہیں بند ہو جاتی ہیں۔ کائنات کی رنگینیاں اور دلفریبیاں نظر نہیں آتیں۔ عرصۂ حیات تنگ ہو جاتا ہے۔ اور اسی پر غم و الم کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ آنکھیں پتھرا جاتی ہیں۔ راستے نظر نہیں آتے۔ اور وہ راہِ مستقیم کی جستجو میں مارا مارا پھرتا ہے لیکن قدم بقدم ٹھوکروں سے ہمکنار ہونا پڑتا ہے۔ دوست و احباب کو دستگیر بنانا پڑتا ہے۔ اگر کوئی سہارا نہ ملے تو راہ زیست میں ٹکٹکی باندھے بے سود دیکھتا رہتا ہے۔ جس طرح نرگسی پھول کی آنکھیں تا ابد دیکھ نہیں سکتیں اسی طرح اس نابینا شخص کی آنکھیں بھی دیکھ نہیں سکتیں۔ نرگس کی آنکھوں میں ہر وقت ویرانی رہتی ہے۔ اسی طرح نابینا آنکھیں بھی ویران نظر آتی ہیں۔ الغرض مصائب و آلام میں ایک مددگار کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور مصیبت کے وقت ہر کس و ناکس اپنے سہارے کو اپنے فریاد رس کو اور اپنے ملجا و ماوا کو پکارتے ہیں۔ اگر کوئی سہارا ہو یا فریاد رس ہو تو یقیناً وہ اس ناگہانی مصیبت میں دستگیری کرتے ہوئے اپنا دستِ کرم صاحبِ مصائب کی طرف بڑھاتا ہے۔ فطرت سلیم

کا بھی یہی تقاضا ہے۔ کہ ہر دکھی انسان کی مشکل و مصیبت کو حل کیا جائے۔

دستگیرِ کُل

بزرگو! دستورِ فطرت کے اٹل قوانین کے تحت فریاد رس یقیناً مصائب و ابتلا کے وقت مشکل کشائی ضرور کرتا ہے اور فریاد رس کا کام ہی یہ ہے کہ زحمت و مصیبت کو دور کرے۔ اور مصیبت و مشکل کے وقت دست گیری کرے۔ لعینہ سیّد دو عالم علیہ الصلوٰۃ وسلام دافع البلا ہیں۔ اور کائنات کے تمام محور تمام کے لئے رحمتِ عالم دستگیر پناہ۔ فریاد رس۔ ملجاء وماوا بن کر تشریف لائے۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ اور ایمان ہے۔ کتب احادیث میں ہزاروں ایسے واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شمعِ مصطفائی کے درخشندہ ستارے مصائب و آلام کے وقت حضور سیّدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں پہنچتے۔ اپنے مصائب و آلام کو بارگاہِ کون ومکاں کے حضور میں عرض و معروض کرتے تھے۔ کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان تھا کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ رحمت و برکت ہے۔ یہیں پر مصائب و ابتلا کا ازالہ ہو گا۔ اسی لئے صاحب قصیدہ بردہ شریف بارگاہِ حسن و جمال میں یوں رطب اللسان ہوتے ہیں۔ ؎

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِہٖ

سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اے بہترین خلائق علیہ الصلوٰۃ وسلام میں مصیبتوں کے وقت آپ کے سوا کسی کی پناہ میں جاؤں۔ یعنی اہل مصائب کی جائے پناہ صرف ایک آپ ہی کی تو ذات مبارک ہے۔

رحمتِ عالم

مسلمانو! خالقِ کائنات نے رحمتِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ رحمت کے متعلق کیسے پیارے انداز سے فرمایا

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (پ۱۷ ع۷)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا۔ مگر رحمت سارے جہان کیلئے۔

گویا حضور علیہ السلام کی ذاتِ انور سراپا رحمتِ عالم ہے۔ آپ کے درِ رحمت پہ سبھی فریاد کرتے ہیں۔ کہ یا رسول اللہ آپ کے سوا ہمارا کوئی نہیں، للّٰلہ ہم گنہگاروں پر نظرِ کرم کیجئے۔ یقیناً شہنشاہِ ارض وسما اپنے نام لیواؤں کی مدد فرماتے ہیں۔ اعلیحضرت کیا ہی ایمان افروز شعر فرما رہے ہیں۔

فریاد اُمتی جو کرے حالِ زار کی
ممکن نہیں کہ خیرِ بشر کو خبر نہ ہو

سبحان اللہ! سبحان اللہ! مسلمان وہی مسلمان ہیں۔ جو کہ مصائب و آلام، رنج و غم۔ حزن و ملال کے وقت حضور علیہ السلام ہی کو پکارتے ہیں۔

تھانوی صاحب

مسلمانو! سُنیئے! دیوبندیوں کے پیشوا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب بارگاہِ شفیع المذنبین رحمت للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مدد کے واسطے پکار رہے ہیں۔

يَا شَفِيعَ الْعِبَادِ خُذْ بِيَدِي
أَنْتَ فِي الِاضْطِرَارِ مُعْتَمَدِي

دستگیری کیجئے میرے نبی ⁂ کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی

يَا رَسُولَ الْإِلٰهِ بَابُكَ لِي
مِنْ غَمَامِ الْغُمُومِ مُلْتَحَدِي

میں ہوں بس اور آپ کا دربار رسول
ابرِ غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

گویا مولانا تھانوی بارگاہِ حضور علیہ السلام میں آہ و زاری سے رو رو کر عرض معروض کرتے ہیں۔ کہ اے اللہ تعالیٰ کے محبوب پاک میری دست گیری فرمایئے۔ کہ میں دنیا جہان کے مصائب و آلام میں مبتلا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ کے در کے سوا اور کوئی در نظر نہیں آتا۔ میں بھکاری ہوں۔ اور گدا بن کر آپ کے آستانہ پہ حاضر ہوا ہوں۔ للہ مجھ پہ نظر کرم کیجیے۔ اے عظیم فریاد رس اے دست گیر پناہ مجھ کو بھول نہ جایئے۔ اور اپنی خاص رحمت کیجئے۔

نتیجۂ فکر صحابۂ کرام کا تو ایمان تھا۔ کہ جو کچھ بھی ہمیں مطلوب ہے وہ درِ مصطفےٰ سے پورا ہوگا۔ اور وہ پاک لوگ بارگاہِ حسن و جمال میں حاضر ہوتے اور اپنی آرزوؤں کو پیش کرتے اور حضور دستگیر پناہ ان کی مشکل کشائی فرماتے۔ پھر حضور علیہ السلام نے کبھی کسی کو یہ نہیں فرمایا کہ میرے پاس نہ آیا کرو۔ مجھ سے نہ مانگا کرو ورنہ اسے مانگو۔ اس کے برعکس حضور انور ان کی ہر حاجت و مصیبت کو پوری فرماتے۔

اور وہ لوگ جو حضور علیہ السلام کو اپنی مثل سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے یہ مقام غور ہے۔ کہ صحابہ کرام تو درکنار ان کے پیشوا حضرت تھانوی صاحب خود حضور پاک کو مشکل کشا۔ فریادرس مانتے ہیں۔ اور حضور کی نظر کرم کے ملتجی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا تھوک مبارک سراپا شفا ہے اور ہمارا تھوک سراپا وبا ہے۔ یعنی رحمت عالم کا تھوک سراپا شفا جس سے اندھے آنکھوں والے ہو جائیں۔ اور ہمارا تھوک سراپا وفا ہے۔

حکومت پاکستان نے ریل کے ڈبوں میں جگہ جگہ لکھا ہوا ہے۔ تھوکیئے مت! اس سے بیماری پھیلتی ہے۔ گویا حضور کے تھوک سے نور پیدا ہوتا ہے۔ اور ان کے تھوک سے بیماریوں کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا فطرت سلیم کے مطابق مرض اور شفا ہم مثل کیسے ہو سکتی ہیں:

اس موقعہ پر یہ بات غور سے سمجھ لیجئے کہ اگر کوئی شخص حضور کی مثل بننے لگے اور یوں کہنے لگے کہ "حضور میری ہی مثل تو ایک بشر تھے" انہیں لوگوں کے متعلق حضرت حجۃ الکاملین مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب فرماتے ہیں:

این خورد گردد پلیدی زیں جدا
واں خورد گردد ہمہ نور خدا

یہ منکر جو کچھ کھاتا ہے اس کی نجاست اور پلیدی بن جاتی ہے۔ اور سرور دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کچھ تناول فرماتے اس کا نور ہی نور بن جاتا۔ سبحان اللہ

پھر مولانا یوں رطب اللسان ہوئے:

این خورد زاید ہمہ بخل و حسد! واں خورد گردد ہمہ نور احد!

یہ جو کچھ کھاتا ہے اس سے بخل و حسد ہی پیدا ہوتا ہے۔ اور انہوں نے جو کچھ تناول فرمایا اس سے اللہ کا نور ہی ظاہر ہوا۔

مالکِ لولاک

حکایت نمبر ۱۲

اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ رَاٰی فِی الْمَنَامِ جَنَّۃً عَرِیْضَۃً مَکْتُوْبٌ عَلٰی اَشْجَارِھَا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

سیدنا خلیل اللہ نے خواب میں دیکھا کہ جنت کے درختوں پر توحید و رسالت (یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں) لکھا ہوا ہے۔

(تفسیر روح البیان صفحہ ۱۷۶ ج ۳)

حُسنِ کائنات اللہ رب العزت کا کتنا عظیم احسان ہے۔ کہ اس نے تعلیم امت کے واسطے منبع نور و ھدایت ہادیٔ بے کساں۔ رحمۃ للعالمین مولائے ہر انس و جن۔ مالکِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا کیا۔ جن کے نور کی ضیا پاشیوں اور علم و حکمت نے گمراہی کی گھٹاؤں سے باہر نکال کر آن کی آن میں اوجِ ثریا پہ بٹھا دیا۔ اور حکمت و دانائی کے وہ رموز بتلا دیئے کہ آج تک حکمائے زمانہ کی حیرت و عقل گم رہی۔ اور عقلِ انسانی اُن کے اوصاف و کمالات و اختیارات

تصرفاتِ مصطفائی کے سامنے سرنگوں ہے۔ سرکارِ دو عالم کی رحمت و شفقت اتنی عظیم کہ جس کی مثال دینا تو کیا؟ کون و مکان میں بھی نہیں مل سکتی۔ خالقِ کائنات نے حضور پاکؐ کو عظیم سے عظیم تر القابات سے نوازا۔ تیر کائنات کا مالک و مختار بھی بنا دیا۔ پھر ہمارے حضور نے اپنے ہمہ گیری تصرف و اختیارات سے کائنات کے ذرے ذرے کو بقعۂ نور علیٰ نور بنا دیا۔

خداوند ہم تیرے اس احسانِ عظیم کے قربان اور تیری اس بے بہا نعمت و رحمت کے مشکور رہیں۔

سات پردوں میں چھپا بیٹھا تھا حُسن کائنات
اب کسی نے اس کو عالم آشکار ا کر دیا

دلی جذبات مسلمانو! مبارک ہیں وہ لوگ جو حضور پُر نور کو مالک و مختار مانتے ہیں۔ کیوں کہ ہمارے حضور دنیا جہان کے لیئے خیر و برکت، فلاح و نجات کے منبع ہیں۔ اور بھٹکی ہوئی روحوں کو واصل باللہ اور فکر و عمل، ایمان و ایقان۔ الفت و محبت اور بادۂ وحدت سے روشناس کرایا۔

اے محمدؐ عربی کا کلمہ پڑھنے والو! اگر تم صحیح معنوں میں مسلمان بننا چاہتے ہو تو حضور کو ما کان و ما یکون اور مالک و مختار تسلیم کر لو۔ اے بادۂ توحید کے متوالو! آفتابِ ختم النبوت کے اوصاف و کمالات بدر منیر کی مانند کائنات کے چار سو چمک رہے ہیں اٹھو اُن کی عظیم شعاعوں سے فیضِ اکتساب کرو۔

اے مجھوٹے رہبرو! کائنات تو کیا؟ ہمارے حضور تو رہبروں

کے بھی رہبر اعظم ہیں۔ اے دنیا کے داعیو! اقوام عالم کی ہر مقام پہ ہمارے نبی نے دستگیری فرمائی ہے۔

اے محنت کشوں کے مال و حقوق کو غصب کرنے والو!

سنو گوشِ ہوش سے۔ مختارِ عالم نے بیماروں کی تیمار داری ہمسایوں کے حقوق کا پاس و لحاظ، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کی عزت، یتیموں، بیواؤں، بیکسوں، ضعیفوں اور ناداروں کی ہر حال میں دستگیری فرمائی۔

اے نئی تہذیب کے پرستارو! نبی اکرم نے مظلوم و مصیبت زدوں کی حمایت اور ہر قوم کو حسنِ اخلاق۔ راست بازی۔ دیانت داری۔ اور پاک باطنی و حب الوطنی کا عظیم درس دیا ہے۔

اے انسانیت کے چہرے آثار نے والو! مالک لولاک نے اپنے اور بیگانوں کو راست بازی، دیانت و امانت، صلۂ رحمی، ہمدردی اور تمام انسانوں سے محبت کرنے کا سبق پڑھایا ہے۔

اے غفلت کی نیند میں سونے والو! اٹھو دامنِ محمدؐ کو تھام لو اور ان کے فرمودات کو قبول کرو۔ یقیناً تم ہی دنیا اور آخرت میں کامیاب اور کامران رہوگے۔

٥

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو

کاخِ امرا کے در و دیوار ہلا دو

وعدۂ عظیم بزرگو! خالق کائنات ہمارے حضور کا مداح و ذاکر ہے۔ ہاں یاد رہے۔ جو بھی کسی چیز کا مالک و مختار ہوتا ہے تو اس کا سبھی چھوٹے بڑے ذکر، اوصاف و کمالات بیان کرتے

ہیں۔ ایک اور اہم بات سُنیئے کہ ہمارے حضور تو کون ومکان کے مالک و مختار ہیں۔ آپ کا ذکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاری وساری رہے گا۔

مسلمانو! زمانہ مٹ سکتا ہے۔ شمس وقمر۔ زمین وآسمان تباہ ہو سکتے ہیں۔ اور مشیئتِ ایزدی کا نظام درہم برہم ہوسکتا ہے۔ لیکن ذکرِ مصطفےٰ ہرگھڑی وہر آن بیان ہوتا رہے گا۔ کیوں کہ خود خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔ "اے محبوب ہم نے تمہارا ذکر تمہارے لئے بلند کر دیا ہے"

گویا! جن کے اوصاف وکمالات اور حُسن وجمال کو بلند و بالا کرنے والا خود رب العزت خالقِ کائنات مصورِ فطرت۔ وحدہٗ لاشریک ہو تو اس وجودِ اقدس کو کون مٹا سکتا ہے۔ اور اُن کے ذکر کو کون بدبخت روک سکتا ہے۔ ؏

ایں خیال است ومحال است وجنوں

عطیۂ ربانی اے ساغرِ محمدی کے متوالو! سنیئے حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں یوں رطب اللسان ہوتے ہیں۔ کہ اللہ رب العزت نے سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک دن کیا ہی پیارے انداز میں خطاب فرمایا۔ ؎

بر ولقت را روزبروز افزوں کنم

نام تو بر نقرہ و بر زر زنم

منبر و محراب سازم بہر تو
از محبت قہر من در قہر تو
چاکرانت ملک ہا گیرندہ جاہ
دین تو باقی ز ماہی تا بماہ
تا قیامت باقیش داریم ما
تو مترس از نسخ دین اے مصطفےٰ!

یعنی اے محبوب میں تیری عزت و رونق کو دن بدن دوبالا کروں گا۔ اور سونے و چاندی پر تیرا نام منقش کروں گا۔ تیرے لئے منبر و محراب بناؤں گا۔ تیری محبت کے پیشِ نظر میں تیرے غصے میں اپنا غصہ ظاہر کروں گا۔ تیرے غلام بڑے بڑے ملکوں پر قابض ہو کر عزت پائیں گے۔ اور تیرا دین زمین سے آسمان تک باقی رہے گا۔ اور تیرے دین کو ہم خود قیامت تک باقی رکھیں گے۔ پیارے تو نسخِ دین سے مت ڈر۔

گویا! حضور مرکزِ حسن و جمال اور مظہرِ خالق کائنات ہیں۔ اور حضور کی حکومت ارض و سماء کے ذرے ذرے پر جاری و ساری ہے اور جو لوگ اس حقیقت کا انکار کریں۔ ایسا آپ ہی سمجھ لیجئے وہ کون ہیں؟

مالک کا نام

بھائیو! حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں۔ سنئیے!

وارد شدہ است کتابت اسم شریف او بر عرش و آسمان ہا

وتصور بہشت دغرفہائے آں دبر سینہ ہائے حور العین
و برگ ہائے درختانِ جنت "
کہ یہ حقیقت ہے کہ عرش پر، آسمان پر، جنت کے دروازوں
پر، جنت کے محلات پر، جنت کے درختوں پر اور پتوں پر
حوروں کے سینوں پر اور فرشتوں کی آنکھوں پر حضور علیہ
السلام کا اسم پاک لکھا ہُوا ہے " (اشعت اللمعات ص۲۵۷ ج ۴)
گویا! ہر شئے کے مالک حضور علیہ السلام ہیں۔ اور جن لوگوں نے سید
دو عالم سے عداوت و بغض رکھا یقیناً انہوں نے قہر خداوندی کو جوش دلایا
ہے۔ اور عشق خداوندی سے سرشار وسرمست وہ لوگ ہو سکتے ہیں جنہوں
نے حضور کو افضل و اعلیٰ جانا اور اپنے دلوں کو سوزِ عشق سے جلایا۔ اور اسی
میں مستغرق رہتے ہیں۔

لوگو! وقت بڑا نازک ہے۔ اٹھو! غیروں کے آگے جھکنا چھوڑ دو
اور اپنے دلوں میں محبتِ رسول کے جذبات پیدا کرو۔ اس کائنات میں صاحب
کمال وہ ہی لوگ ہوں گے۔ جن کی نگاہوں میں غبارِ مدینہ پڑا ہُوا ہے۔

لوگو! وہ سکندر اعظم جس کے زیر نگیں ایک عالم تھا اور وہ بے پناہ
دولت و ثروت کا مالک تھا۔ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہُوا۔ تو وہ اپنے
ساتھ دنیا جہان کی کوئی چیز نہ لے گیا تھا۔ اقتدار اور دولت و ثروت یہ سبھی
چیزیں بے حقیقت و فانی ہیں۔ اور یہ نمائش کی دولت و اقتدار تمہارا ساتھ
نہیں دے گا۔ اگر کوئی کام دینے والی شئے ہے تو وہ صرف اتباعِ رسول اور
حضور سے محبت کرنا۔ مالک و مختار جاننا اور جان و مال اولاد اور کائنات
کی سبھی اشیاء سے زیادہ انہیں کے ساتھ محبت کرنا صبح و شام انہیں کے گیت

گانا یہی وہ نعمتِ عظمیٰ ہے جو اس جہان میں بھی اور اس جہان میں بھی کام آئے گی ۔ غرضیکہ رونق بزم کائنات ان کے ہی دم قدم سے ہے ۔ اور حضور جامع اوصاف وکمالات کے مظہر ہیں ۔ یعنی جہاں خدا کی خدائی ہے وہاں مصطفےٰ کی بادشاہی ہے ۔

اعلیحضرت اور حضور

مسلمانو! اس محبتِ رسول کے پیشِ نظر اعلیحضرت فاضل بریلوی بارگاہِ حضور میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے زبانِ حال سے کہتے ہیں ۔

الصلوٰۃ وسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ وسلام علیک یا حبیب اللہ

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے

چنیں و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

دہن و زباں تمہارے لئے بدن میں ہے جاں تمہارے لئے

ہم آئے یہاں تمہارے لئے اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

فرشتے خدم رسول حشم تمام امم غلام کرم

وجود و عدم حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے

کلیم و نجی مسیح و صفی خلیل و رضی رسول و نبی

عتیق و وصی غنی و علی ثنا کی زباں تمہارے لئے
اصالتِ کل امامتِ کل سیادتِ کل امارتِ کل!
حکومتِ کل ولایتِ کل خدا کے یہاں تمہارے لئے

تمہاری چمک تمہاری دمک تمہاری جھلک تمہاری مہک
زمین و فلک سماک و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لئے

وہ کنز نہاں یہ نور فشاں وہ کن سے عیاں یہ بزم فکاں
یہ ہر تن و جاں یہ باغ جناں یہ سارا سماں تمہارے لئے

یہ شمس و قمر یہ شام و سحر یہ برگ و شجر یہ باغ و ثمر
یہ تیغ و سپر یہ تاج و کمر یہ حکم رواں تمہارے لئے

نہ روح امیں نہ عرش بریں نہ لوح مبیں کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لئے

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے

عظیم الشان چرچا مسلمانو! یہ ایک عظیم الشان حقیقت و صداقت ہے۔

کہ ہمارے حضور وہ سب کچھ ہیں جس کا ہم اظہار نہیں کر سکتے۔ یعنی جس قدر آپؐ کی عزت و عظمت اور شان و رفعت ہے۔ اس قدر اور کسی کی نہیں۔ ہمارے حضور بے مثل و بے مثال ہیں۔ آپؐ جیسا نہ کوئی پہلے تھا اور نہ اب ہے اور نہ ہی اب کوئی اور ہوگا۔ آپ کی شانِ رسالت، شانِ رحمت، شانِ نبوت، اور شانِ محبوبیت کا ہر سُو چرچا ہو رہا ہے۔ تو فرش پہ ہے تو حضور کا چرچا۔ آسمان پہ ہے تو حضور کا چرچا شمس و قمر میں ہے تو حضور کا چرچا۔ نباتات و جمادات میں ہے تو حضور کا چرچا۔ شام و سحر میں ہے تو حضور کا چرچا۔ برگ و شجر اور باغ و ثمر میں ہے تو حضور کا چرچا غنچوں اور کلیوں میں ہے تو حضور کا چرچا۔ الغرض کائنات کے ذرے ذرے میں ہے تو حضور کا چرچا ہو رہا ہے۔ آج تک کسی شہنشاہ کسی بادشاہ کسی وزیر و امیر کا ایسا چرچا نہیں ہوا۔ جتنا چرچا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہو رہا ہے۔ یہاں بھی اور وہاں بھی۔ حضور کے نغموں، حضور کے کمالات و جمالات کا چرچا ہو رہا ہے۔

اعلیٰحضرت عظیم البرکت فرماتے ہیں

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

رفعتِ ذکر

مسلمانو! انبیاء کرام کے گروہوں میں، صحابہ کرام کی صفوں میں، اولیاء ربانی کی مجلسوں میں، علماء کرام کے واعظوں میں، نعت خوانوں کے نغموں میں، مسجدوں میں، مدرسوں میں، خانقاہوں میں، کلمہ و تشہد میں، نمازوں میں دعاؤں میں، اذانوں میں، قرآن کے سیپاروں میں، کہکشاں میں، ستاروں میں، مہتاب و آفتاب میں، غنچوں اور کلیوں میں،

گلستانوں میں۔ حضور پُرنور رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام نامی کا
بڑا چرچا اور ڈنکا بج رہا ہے۔ مورخ اسلام جناب حفیظ جالندھری کیا ہی ایمان
افروز شعر عرض کر رہے ہیں۔ ؎

وہ جن کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں
نمازی کی دعاؤں میں مؤذن کی اذانوں میں

نتیجۂ فکر سیّد عالم یقیناً ارض و سماء کے مالک و مختار ہیں۔ اور آپ
کے اسم گرامی کا چرچا صبح و شام اکناف عالم میں ہو رہا ہے
آپ کا نام حق کائنات کی ہر شئے پہ لکھا ہوا ہے۔ معلوم ہوا جد الانبیاء نے
بھی خواب و عیاں میں لوح و کرسی و عرش اور جنت کے حور تمام پر نام محمد
لکھا دیکھا۔

نیز ہمارے حضور ہر شئے کے مالک ہیں۔ لہٰذا فطرت سلیم کے مطابق
جو مالک ہو اس کے پاس کیا ہے جو نہ ہوتا ہو۔ خالق کل نے اپنے محبوب کو مالک
کل، مختار کل بنا دیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ہر کس و ناکس کے داتا و مولا
ہیں جسے جب چاہیں، جتنا چاہیں دے سکتے ہیں۔ پھر جو آپ کو مالک و مختار
تسلیم نہ کرے وہ کون ......

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپکے قبضہ و اختیار میں

دوسرا باب

گستاخِ رسول

حکایت نمبر ۱۲

مصورِ فطرت اگر چاہے تو ہر ایک کے گناہوں کو معاف کر سکتا ہے لیکن سید عالم علیہ الصلوٰۃ و السلام کے دشمنوں اور گستاخوں کو کبھی بھی معاف نہیں فرمائے گا۔ اور انہیں طرح طرح کے مصائب و آلام میں مبتلا کرے گا۔ مذہب عشاق کے نزدیک تو وہ ہرگز ہرگز مسلمان نہیں۔ بلکہ پکا کافر و لعین ہے۔ اللہ تعالیٰ بے عملی و بد فعلی کو معاف کر دیتا ہے۔ مگر گستاخِ رسول کو معاف نہیں فرماتا۔ اس نظریہ کو خالقِ کائنات خود ہی فرماتے ہیں۔ ذرنی و المکذبین

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! چھوڑ دیجئے ان جھٹلانے والوں کو!

یعنی آپ تو یارسول اللہ! سراپا رحمتِ عالم ہیں۔ لہٰذا ایک طرف کو ہٹ جائیے۔ میں خود ہی ان بے دینوں، ظالموں، گستاخوں کو ایک عبرت ناک سزا دوں گا۔ ایسے ہی ایک گستاخِ رسول کی حکایت حضرت قدوۃ السالکین۔ برہان الواصلین مولانائے روم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس حکایت سے عبرت حاصل کیجئے۔

کپڑے سے جو مخلوق کے تھا پھاڑتا

اس کا جامہ خود ہی آخر پھٹ گیا

اس کا منہ قدرت نے ٹیڑھا کر دیا

نام احمد سے مسخر جس کو تھا

کی گذارش اے محمد عفو کر

تُو تو ہے علمِ لُدن سے بہرہ ور

جہل سے تھا تجھ سے نفرت کر رہا

قابلِ نفریں میں لیکن آپ تھا

یعنی! اس گستاخِ مصطفےٰ نے ساقیِ کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام انور ٹیڑھا منہ کر کے لیا تو خالقِ کائنات نے اس کا منہ ویسے کا ویسا ٹیڑھا ہی کر دیا۔

نتیجۂ فکر

جس کی کرتا ہے خدا پردہ دری دیتا ہے الزام نیکوں کو وہی

(الہام منظوم ترجمہ مثنوی شریف ص ۹۹)

حصارِ عظیم

حکایت نمبر ۱۴

والئ لولاکؐ صدق وصفا کے عظیم بحر بیکراں ہیں۔ انجیل مقدس میں آپ کا اسم گرامی موجود تھا۔ نصرانیوں کا ایک گروہ اہل اللہ تھا۔ اور یہ لوگ جب بھی انجیل مقدس کی تلاوت کرتے تو نبی اکرم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ وسلام کے اسم پاک چومتے اور ادب مصطفےٰ کے تحت اپنے سروں کو جھکا دیتے۔ اور جب بھی ان پر مصائب و ابتلاء کا دور آیا یعنی ایک ظالم و جابر وزیر نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا اور انہی صفحۂ دہر سے مٹانے لگا تو وہ ڈر گئے۔ انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں سر جھکا کر شہنشاہِ لولاکؐ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی کو خدائے واحد کے حضور پیش کیا۔ اور ان کے واسطہ سے دعا کی۔ کہ مولائے کریم اس نام انور کے طفیل ہمیں اس مصیبت و مشکل سے بچا۔ خدائے رؤف الرحیم نے بتوسل مصطفےٰ ان پر اپنا خاص فضل و کرم کیا۔ اور انہیں اس فتنۂ عظیم سے محفوظ رکھ لیا۔ عارفِ رومی رضی اللہ عنہ اس حکایت کو بیان فرماتے ہیں۔

درج تھا انجیل میں نامِ نبیؐ	سرورِ پیغمبراں دسمہ دری
ان کے حُلیئے اور صورتؐ کا تھا ذکر	روزہ و جنگ و فضیلت کا تھا ذکر
بعض نصرانی، جو تھے اہلِ نظر	جب پہنچ جاتے ان کے نام پر

نام کو دیتے تھے بوسہ چوم کر
وصف سنتے مست ہو تے جھوم کر

اس لڑائی میں تھا جن کا ذکر ابھی
فتنے سے بے خوف تھے یہ آدمی

سب کے شر سے تھے یہ محفوظ لگاہ
لے چکے تھے نام احمد کی پناہ

نسل بھی ان کی بہت بڑھتی گئی
نور نے احمد کے نصرت اُن کو دی

(مثنوی شریف کا ترجمہ الہام منظوم ص۸۹)

نتیجۂ فکر

نام احمد ہیں یہ ہے یاری تو یار
نور اُس کا ہوگا کتنا سازگار
نام احمد جب ہے اک پختہ حصار
ذات کو ہوگا نہ جانے کیا وقار

یعنی نام مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ایسا مضبوط قلعہ ہے کہ جو کہ ہر شر و مصائب کو آنے نہیں دیتا۔ تو پھر وہ ذات گرامی جو کہ عین نور و نور ہے پھر کیوں نہ دافع البلاء اور مشکل کشا ہوگی۔

آئینہ حق تعالیٰ

حکایت نمبر ۱۵

فخر کون و مکاں علیہ الصلوٰۃ والسلام شمعِ محفل تھے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم شمعِ حق کے گرداگرد پروانوں کی طرح جمالِ محمدیہ میں مستغرق تھے۔ محویت کا سہانا عالم طاری تھا۔ نور و تجلیات کی ضوفشانیاں سبھی پر نازل ہو رہی تھیں۔ اتنے میں ناموسِ مصطفےٰ کا بدترین دشمن ابوجہل دربارِ حسن میں کشاں کشاں چلا آیا۔ اور رُخِ مصطفےٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی حضور پاک کی توہین کرنے کے انداز میں زبانِ حال سے بکنا شروع کیا۔ اور کہنے لگا" اے محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں نے تمہارے جیسا کوئی بدصورت انسان نہیں دیکھا۔ حضور انور نے فرمایا تو نے سچ کہا۔ اور پھر اتنے میں رفیقِ سفر صادق الصادقین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ انہوں نے آتے ہی فرمایا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے مغرب و مشرق میں آپ جیسا کوئی حسین و جمیل نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے بھی سچ کہا۔ اور پھر صحابہ کرام رطب اللسان ہوئے۔ کہ حضور آپ نے دونوں کو سچا ہی فرما دیا۔ اس کی وجہ کیا ؟

زبانِ نبوت گویائی ہوئی۔ کہ دوستو میں آئینہ حق تعالیٰ ہوں جس نے بھی جیسا دیکھا۔ اس نے ویسا ہی پایا۔ چنانچہ مولائے روم حضرت قدوۃ العارفین رضی اللہ عنہ مثنوی شریف میں اس حکایت کو لکھتے ہیں۔

اس حکایت کا منظوم اردو ترجمہ سنئیے :-

دیکھکر احمد کا رُوئے پُر ضیا ‏ ‏ جہل سے بوجہل یوں کہنے لگا

سب سے بد رُو ہے بنی ہاشم میں تو ‏ ‏ کیوں حسین مشہور ہے عالم میں تو

آپؐ نے فرمایا ہے مجھ کو یقین ‏ ‏ تو بجا کہتا ہے اور جھوٹا نہیں

دیکھکر صدیق نے پھر یہ کہا ‏ ‏ آفتابِ دو جہاں تو ہے شہا

چہرۂ روشن ہے ایسا پُر جمال ‏ ‏ بدرِ کامل ہو مقابل کیا مجال

سرورِ عالم کا یوں ارشاد تھا ‏ ‏ تو نے بھی صدیق! بالکل سچ کہا

یہ کہا یاروں نے ہو کے باادب ‏ ‏ اے نبی حیران ہیں ہم سب کے سب

آپ نے دونوں کی کیوں تصدیق کی ‏ ‏ راست دونوں ہو نہیں سکتے کبھی

آپ نے فرمایا اے یاران دین ‏ ‏ آئینہ بھی دیکھتے ہو یا نہیں

ہر کوئی جیسا ہے دکھلاتا ہے وہ ‏ ‏ یہ سبق تم سب کو سکھلاتا ہے وہ

اے عزیز میں بھی ہوں وہ آئینہ ‏ ‏ عکس دیتا ہے دلوں کا جو دکھا

(در منظوم اردو ترجمہ مثنوی صفحہ ۴۶)

نتیجۂ فکر

نورِ حق سے جنکے دل معمور ہیں ‏ ‏ اُن کی نظروں میں محمد نور ہیں

اور جن کے دل ہوئے تاریک تر ‏ ‏ وہ کہیں احمد کو مثل اپنی البشر

اولادِ مصطفےٰ (حکایت نمبر ۱۶)

قَالَ ابْنُ الْحَاجِ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْحَقِيْقَةِ اَوْلَادُہٗ لِاَنَّهُ السَّبَبُ لِلْاِنْعَامِ عَلَيْهِمْ بِالْحَيَاةِ السَّرْمَدِيَّةِ وَالْخُلُوْدِ فِیْ دَارِ النَّعِيْمِ فَحَقُّهُ اَعْظَمُ مِنْ حُقُوْقِ الْوَالِدَيْنِ

حضرت ابن الحاج نے فرمایا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت در حقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہے۔ اس لئے کہ حضور علیہ السلام ہی کے سبب اسے زندگی کا انعام ملا، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے صدقے وہ جنت میں رہے گی۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ کا حق ماں باپ کے حق سے بھی بڑا ہے۔

(جواہر البحار صفحہ ۵۰۸)

نتیجۂ فکر عقیدت ومحبت اور عقلِ سلیم کے مطابق یقیناً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حق ہم پر اپنے ماں، باپ، اولاد، وطن، جان و مال اور کائنات کی ہر شئے سے زیادہ ہے۔ اور ذاتِ مصطفےٰ پر ماں باپ تو کیا ارض و سماء کی ہر شئے الکون یا اذ فدیا کا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام اور اولیاء عظام نے حضور علیہ السلام کے آگے اور آپ کی خاطر اپنی جانیں اور مال و دولت یعنی سب کچھ قربان کر دیا۔ تاکہ آپ کی خوشی ہر حال میں حاصل رہے :

اور اُن مقبولانِ حق کا فقط یہی نعرہ تھا۔

رسول اللہ پہ صدقے جان اپنی
یہ فانی زندگی قربان اپنی

مسلمانوں کتنے بے ادب ہیں وہ لوگ جو ساقیٔ کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ اور تحریراً اور تقریراً بھی کفریہ جملے بکتے رہتے ہیں۔

"سو اُن کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کیجئے"

استغفر اللہ! استغفر اللہ! کتنے ناعاقبت اندیش ہیں وہ لوگ جنہیں پاسِ خدا اور پاسِ مصطفےٰ بھی نہیں رہا۔ حالانکہ آج بھی خطروں، پریشانیوں، مصیبتوں، اور سخت سے سخت آزمائشوں کے وقت بھی آقائے رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ظاہری اور باطنی رہبری و دستگیری فرماتے ہیں۔

کیا یہ امت پر آپ کی شفقت، ماں، باپ سے زیادہ نہیں؟ ہے اور یقیناً ہے۔ ماں باپ تو ایک طرف کسی حکومت اور کسی سوسائٹی نے بھی سرورِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے اشارات یعنی مرنے اور جینے کے۔ رہنے اور سہنے کے کھانے اور پینے کے، چلنے اور پھرنے کے۔ حکومت اور عدالت کے اور معاشی و تمدنی۔ نہیں بتائے، معلوم ہوا آپ کو اپنی امت کے ساتھ اولاد سے بھی زیادہ پیار و محبت ہے۔ اور یقیناً تمام امت، ساقیٔ کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی اولاد ہے۔ اور اولاد وہی اولاد ہے۔ اور مسلمان وہی مسلمان ہے۔ جو آپ کو سب سے اعلیٰ و بالا سمجھے۔ اور کسی حال ہی میں بھی خدا اور مصطفےٰ کا دامن مصطفےٰ نہ چھوڑے۔ اگر دُنیا بگڑتی ہے تو بگڑنے سے۔ حکومت بگڑتی ہے تو بگڑ جائے، سماج بگڑتا ہے تو بگڑے مگر اللہ تعالیٰ اور سرورِ کون و مکاں کو ہرگز ہرگز ناراض نہ کیجئے۔

اعجازِ درود شریف

حکایت نمبر ۱۷

حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ ایک عورت نے اپنے لڑکے کو اس کی موت کے بعد خواب میں دیکھا کہ اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ تو اسے بہت رنج ہوا۔ چند دنوں کے بعد اس نے پھر خواب میں اپنے لڑکے کو دیکھا۔ فی النّور یا فی الجنۃ؟ کہ اس کی قبر نور سے بھری پڑی ہے اور وہ خدا کی رحمت میں ہے۔ تو ماں نے اس کا سبب پوچھا تو لڑکے نے جواب دیا مَرَّ رَجُلٌ بِالْمَقْبَرَةِ وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ وَاَهْدٰى ثَوَابَهَا لِلْاَمْوَاتِ۔

یہ ایک آدمی اس قبرستان سے گذرا اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود شریف پڑھ کے اس کا ثواب مردوں کو بخش دیا۔ پس اس درود شریف کے سبب خدا تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔

(تفسیر روح البیان ص۱۴۲ ج۲)

نتیجۂ فکر خدا کے مقبول بندے نیک کام کرتے ہیں اور شیطان کے بندے منع کرتے ہیں۔

(۱) اور مقبولانِ حق کو عالم برزخ کے تمام حالات معلوم ہو جاتے ہیں نیز یہاں تک وہ جان جاتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں جنت میں ہے یا جہنم میں ہے۔

(۲) ساقی کوثر پر درود شریف پڑھنا سنتِ خدا ہے۔ اور اس کا ثواب اہلِ قبور کو ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے۔ جس کی برکت سے گورِ غریباں میں جو عذاب الٰہی مسلط ہو جاتا ہے۔ وہ دور ہو جاتا ہے۔ اور اس کے عوض انہیں اعلیٰ سے اعلیٰ درجات دیئے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ قرونِ اولیٰ کے مقبولانِ حق درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ منع نہیں کرتے تھے۔ چہ جائیکہ آج کل کے لوگوں کی طرح ختم شریف کو برا جانتے ہیں۔ اور اس نیک کام کو بدعت سمجھتے ہیں۔ خدا ان سے محفوظ رکھے۔ آمین!

مسلمانو! اس دنیا میں جو کچھ بھی کرو گے وہی کل قیامت کے روز کام آئے گا۔ یہ دنیا ایک کھیتی کی مانند ہے۔ جو کچھ بھی اس کھیتی میں بوؤ گے وہی کاٹو گے۔ گویا آج ہر مسلمان کو اچھے کام کرنا چاہئیں۔ صدقہ و خیرات کرنا چاہیئے۔ پہلے درود و سلام پڑھ کر اولیٰ روح کو ایصال ثواب کرنا چاہیئے۔ تاکہ کل ہمارے بھی کام آ سکے۔ چنانچہ ایک پنجابی شاعر فرماتے ہیں۔ ؎

دنیا کھیتی آخرت دی خود حضرت فرمادے
جیسا اس وچ بیجے کوئی ویسا ہی پھل پاوے
جے توں اس نوں محنت کر کے بیجیں اج دیہاڑے
پھلکے تیرے تائیں ہوسن بوہل تے کھلواڑے
جے بیجن دے ویلے کجھ نہ بیجیں موسم پیا گواویں
اگے فصل جو پکی ویکھیں رو رو کے پچھتاویں
میں بھی اگے چنگے ہاں، ہل واہ گئے اگیرے
شوق عشق دا ہل پنجابی توں بھی گھن سویرے

مَیں اور تُو

حکایت نمبر ۱۸

حضور پُر نور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے عرض کیا:-

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَاَنَا وَمَا سِوَاكَ تَرَكْتُ لِاَجْلِكَ

یعنی - اللہ تو ہے - اور میں ہوں - اور تیرے سوا جو کچھ ہے - سب کو میں نے تیرے لئے چھوڑ دیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:-

یَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوَاكَ خَلَقْتُ لِاَجْلِكَ

یعنی "اے محبوب میں ہوں اور تو ہے اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے ہی لئے پیدا کیا"

(حضرت مجدد الف ثانی مکتوب جلد دوم صد ۱۵)

نتیجۂ فکر خالق کائنات نے تمام مخلوقات کو ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیواسطے پیدا کیا۔ اور حضورؐ ہی مالک و مختار ہیں - اگر حضور نہ ہوتے تو یہ شمس و قمر - یہ شجر و حجر - نباتات و جمادات وغیرہم یعنی خدا کی خدائی بھی نہ ہوتی۔ یہاں بھی اور وہاں بھی ظہور خدا از ظہور مصطفےٰ ہے - گویا جہاں تک خالق کائنات کی خدائی ہے وہاں تک جناب مصطفےٰ کی بادشاہی و رسائی ہے۔

وَمَا یَکُوْنُ

حکایت نمبر ۱۹

عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَکَ شَیْئًا یَکُوْنُ فِیْ مَقَامِہٖ ذَالِکَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ اِلَّا حَدَّثَ بِہٖ حَفِظَہٗ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ ایک مقام پر حضور علیہ السلام ہم میں کھڑے ہوئے اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ بتا دیا۔ اور کوئی چیز نہ چھوڑی۔ پس جس نے یاد کر لیا سو کر لیا اور جس نے بھلا دیا سو بھلا دیا۔

(بخاری شریف ص ۲۵۳، ۱۲۰۴، مسلم شریف ص ۳۹ ج ۲)

نتیجۂ فکر ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم واقعی ساری کائنات کو دیکھ رہے ہیں۔ اور ہر ذرے ذرے کے آپ عالم ہیں۔ اور یہ خداداد طاقت و بصیرت ساری کی ساری خالق کائنات نے اپنے محبوب پاک کو عطا فرمائی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ "مَاکَانَ" یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اور "وَمَا یَکُوْنُ" یعنی جو کچھ آئندہ ہونیوالا ہے سب کچھ حضور کے علم میں حقیقت میں ہے۔ اور وہ لوگ جو علم مصطفےٰ کا انکار کرتے ہیں۔ آپ اپنے ایمان سے بتائیں کیا وہ مسلمان ہیں؟ حالانکہ حضور پاک کی نظر انور سے کائنات کی کوئی بھی شئے پنہاں نہیں۔

دافع البلاء

حکایت نمبر ۲۰

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا۔ وہ قدم قدم پر درود شریف پڑھتا تھا تو میں نے کہا کہ یہاں تو تسبیح و تحلیل کرنی چاہیئے۔ مگر تو تو درود شریف پڑھتا ہے اس نے کہا ایک سال میں اور میرا باپ حج شریف کو جا رہے تھے۔ کہ ایک جنگل میں میرے والد مر گئے۔ اور ان کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ میں نے دیکھا ایک آدمی گھوڑے پر سوار بانقاب آیا۔

فَكَشَفَ الْإِزَارَ عَنْ وَجْهِهٖ وَمَسَحَ عَلٰى وَجْهِهٖ فَصَارَ أَشَدَّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ۔

انہوں نے میرے باپ کے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور اپنا دست مبارک سیاہ چہرے پر پھیرا۔ تو میرے باپ کا چہرہ دودھ کی مانند سفید ہو گیا۔ وہ سوار جانے لگا تو میں نے پوچھا آپ اس جنگل میں ایسی مشکل میں میری مدد کرنے والے کون ہیں؟

فَقَالَ أَوَمَا تَعْرِفُنِيْ أَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُكْثِرُ الصَّلٰوةَ عَلَيَّ وَأَنَا غِيَاثٌ لِمَنْ يُكْثِرُ الصَّلٰوةَ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا۔

تو اس نے کہا کہ تو مجھے پہچانتا نہیں ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں،

اور میرا نام محمد علیہ السلام ہے۔ تیرا باپ مجھ پہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرتا تھا۔ اور جو مجھ پہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرتے ہیں میں اس دنیا میں اس کے لئے مددگار ہوں"۔ (تفسیر روح البیان صـ۱۴۶ ج ۳)

نتیجۂ فکر

ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واقعی دافع البلاء ہیں۔ اور آپ تمام جہان کے لئے مشکل کشا بھی ہیں۔ نیز آپ اپنے امتیوں کی مشکل کے وقت آکر راہنمائی بھی فرماتے ہیں۔ اور ہر امتی کے احوال سے آگاہ بھی ہوتے ہیں۔ اور دستگیری بھی فرماتے ہیں۔ معلوم ہوا جو بھی امتی درود شریف کا ورد کرتا ہو آپ اس کے درود پاک کو بہ نفس نفیس سنتے بھی ہیں۔ اور مصائب کے عالم میں آکر مصائب کو حل بھی فرماتے ہیں۔ چنانچہ خداوند قدوس نے آپ کے دست مبارک میں یہ اعجاز بھی رکھا ہوا ہے کہ دست مصطفےٰ اگر سیاہ چہرے پہ پھر جائے تو وہ مہتاب کی مانند چمکنے بھی لگتا ہے۔ عارف رومی فرماتے ہیں ؎

مصطفےٰ دست مبارک بر کشیں
یوسف شد در جمال و در کمال

گویا حضور کا وجود باوجود سراپا رحمت اور ذات بابرکات سراپا نور و نور ہے۔ کہ جس سے مخلوق خدا کی بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ اور مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ حضور ہر جگہ حاضر و ناظر بھی ہیں۔ پھر جو آپ کو مشکل کشا اور دستگیر کل اور دافع البلاء تسلیم نہ کرے وہ منکر اعجاز مصطفےٰ ہے۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں ؎

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا

ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

تجھے حمد ہے خدایا

تمہیں حاکم برایا تمہیں قاسم عطایا

تمہیں دافع بلایا تمہیں شافع خطایا

کوئی تم سا کون آیا

وہ کنواری پاک مریم وہ نفخت فیہ کا دم

ہے عجب نشان اعظم مگر آمنہ کا جایا

وہی سب سے افضل آیا

الصلوٰۃ و سلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ و سلام علیک یا حبیب اللہ

نام کی عظمت

حکایت نمبر ۲۱

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ قافلے سے بچھڑ گئے اور جنگل میں نکل گئے، اور وہ جنگل تاحدِ نگاہ جنگل ہی جنگل تھا۔ اور آپ کو منزلِ مقصود کا راستہ بھی نہ ملتا تھا۔ اُس جنگل میں ایک زبردست قوت و طاقت کا مالک شیر رہتا تھا۔ جب اس نے حضرت سفینہؓ کو دیکھا تو حملہ کرنے کے لئے اپنے جبڑے پھاڑ کر شور و غوغا کرتے ہوئے آپ کی طرف دوڑا، حضرت سفینہ خطرے میں گھر گئے، مگر قربان جایئے ان مقبولانِ مصطفےٰؐ کے عزم و استقلال کے کہ مطلق گھبرائے نہیں، اور ڈرے نہیں۔ چنانچہ شیر کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو گئے، اور شہنشاہِ جنگل کو مخاطب کر کے فرمانے لگے۔

یَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

"او شیر! خبردار! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔"

(النثر الطیب صفحہ ۲۱۲، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۳)

نتیجۂ فکر حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگل کے بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا "خبردار" اس بات کا خیال رکھنا کہ میں کس وجودِ باوجود کا غلام ہوں! مجھ پہ حملہ نہ کرنا۔ میں ساقیٔ کوثر، رحمتِ عالم اور مختارِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لیوا ہوں اور ان کے در انور کے غلاموں کے غلاموں کا

ایک ادنیٰ غلام ہوں۔ اگر تم نے مجھے کچھ بھی اذیت پہنچائی تو یاد رکھنا کہ میں بارگاہِ مصطفےٰ میں فریاد کروں گا۔ کہ یارسول اللہ میں تو آپ کا غلام تھا کہ جنگل کے ایک شیر نے مجھ پہ حملہ کر دیا۔ حالانکہ میں نے آپؐ کے نام مبارک کا واسطہ بھی دیا تھا۔ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتنا کہنا تھا کہ وہ جنگل کا شیر کتے کی طرح خوشامد کرتے ہوئے اپنی دم ہلانے لگا۔ اور حضرت سفینہ کو کچھ بھی نہ کہا۔

جس دم شیر اٹھایا پنجہ طاقت رہی نہ کائی
میں اصحاب رسول اللہ دا اتنی بات سنائی

واہ سبحان اللہ جد اس نے سوہنا نام سنایا
الٹا شیر سلامی ہو کر قدماں دے وچہ آیا

اتنا ادب درندے کیتا سُنکر نام گرامی
جلدی سر سجدے دے وچہ دھریا جیویں ہر اسلامی

کتنا چر سر قدماں اوپر ہو قربان ٹکایا
جسدم سر سجدے تھیں چایا خدمت اندر آیا

بات کرن دی طاقت نیسی کیا کچھ عرض سناوے
اوہ بولی نہ وچہ پکڑ یا دامن راوی ذکر لیاوے

اگے اُس دے ہو کر ٹریا کرکے ادب تمامی
رستے اوپر پہنچا کرہ اسنوں ہویا پھیر سلامی
اتنا قدر نبی دا جانن سب حیوان نمانے
سُن انساناں اہل ایماناں کر کجھ ہوش ٹکانے
ادب لحاظ نبیؐ دے کولوں شیر ہوون قربانی
امروں کرنی نافرمانی ایہہ نہیں مسلمانی

مسلمانو! پھر وہی بادشاہِ جنگل غلاموں کی طرح حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے آگے آگے چل کر آپ کو قافلہ میں لا کر واپس چلا گیا۔ اب خود ہی غور فرمائیے کہ تاحدِ نگاہ جنگل ہی جنگل اور ہو کا عالم ہو۔ اور دور دور تک کوئی انسان نہ ہو۔ اور پھر یک دم جنگل کا شیر حملہ کر کے آجائے اور آدمی تنہا اور نہتا ہو تو کیا یہ موت کا عالم نہ ہوگا؟ ہے اور یقیناً ہوگا! ذرا ایمان سے بتائیے کہ اس مصیبت و مشکل کے وقت حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ جو مقبول صحابی رسول تھے، ان کو تو یہ چاہیئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لیتے اور یوں کہتے۔ اے شیر! خبردار! میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مگر حدیث شریف کے لفظ یہ ہیں کہ انھوں نے یوں فرمایا

اَنَا مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

"میں رسول اللہ کا غلام ہوں"

یعنی حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصیبت اور مشکل کے وقت حاکق

کائنات کا نام نہیں ۔

آپ جانتے ہیں ایسا کیوں کیا ؟

سنیئے ! اس لئے حضرت سفینہؓ نے سوچا کہ اللہ کا نام لیا تو اللہ جس طرح میرا رب ہے اسی طرح شیر کا بھی رب ہے ۔ "وہ" اللہ اگر میرا حافظ و ناصر ہے تو شیر کا بھی رازق وہی ہے ۔ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھی کو اس کا لقمۂ تر بنا دے ۔

گویا ! حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ نے اس وقت اسی لئے رحمۃ للعلمین مولائے ہر انس و جاں کا نام لیا تا کہ حضور کی رحمت کی بدولت میں اس مصیبت سے نجات پاؤں ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ رحمت عالم کی بدولت اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ گئے ۔

نہ کیوں کر نام لوں ہر دم تمہارا یا رسول اللہ

ہوئیں حل مشکلیں جس دم پکارا یا رسول اللہ

معلوم ہوا ! صحابہ کرام کا احترام و تقدس جنگل کے جانور بھی کرتے ہیں ۔ پھر کتنے بدبخت وہ لوگ ہیں جو ان مقبولانِ مصطفےٰ کی ذات پر تنقید و تنقیص کرتے ہیں ۔ حضور انور کے نام انور کے طفیل تو ہر مشکل ٹل جاتی ہے ۔"

کس چیز کی کمی ہے مولا تیری گلی میں

دنیا تیری گلی میں عقبےٰ تیری گلی میں

یارسول اللہ

حکایت نمبر ۲۲

مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا۔ سو آپ بعض اطرافِ مکہ کی طرف نکلے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ سو جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا یہ کہتا تھا۔

السلام علیک یارسول اللہ

(ترمذی شریف، نشر الطیب صفحہ ۲۱)

نتیجۂ فکر ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خداداد حکومت کائنات کے ذرے ذرے پہ جاری وساری ہے بجز کافروں کے ہمارے حضور کی رسالت و صداقت کی گواہی ہر شئے دیتی ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ درختوں اور پہاڑوں کے بھی رسول ہیں۔ اور وہ آپ کو یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہکر پکارتے تھے۔ پھر وہ نام نہاد مسلمان جو اپنے آپ کو امتی بھی تصور کرتے ہیں۔ مگر یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا ناجائز و بدعت قرار دیتے ہیں۔ اور جو غلامانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرے لگاتے ہیں۔ انہیں کافر و مشرک کے فتوے لگاتے ہیں۔ یہ کہاں کی مسلمانی ہے۔ گویا یارسول اللہ ان کے لئے ایٹم بم ہے۔

تصدّقِ محبّت

حکایت نمبر ۲۳

ساقیٔ کوثر کی محبّت ایک عظیم اور بے نظیر رنگ لاتی ہے اور ازل سے وجودِ محبت کو دوام ہی دوام ہے۔ اسے فنا نہیں۔ محبتِ رسول ایک ہمہ گیر رنگ پہناتی ہے۔ اور خلوصِ محبت کے صلہ میں مختارِ کون و مکاں خواب و عیاں میں رُخِ انور کا دیدار بھی کرا دیتے ہیں۔ حضرت شیخ الطریقت خواجہ فرید الدین عطار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

یک شبے در خواب دیدم روئے او

عاشق بیدل و دیدم سوئے او

دستِ من بگرفت آں شاہِ جہاں

در دہانِ من فگند آبِ دہاں

گفت اے عطار پُر اسرار سُن

لائقی در دیدنِ انوار ... من

آنچہ حق در جسم جانم دادہ است

گنج مخفی در دلت بنہادہ است

اعیاں کردیم ایں گنج ترا !

دست بر روے دادم ایں رنج ترا

ایں بگفت و روے خود پنہاں نمود

بعد زاں روے دلم باجاں نمود

ایں ہمہ زاں محمدؐ یافتم

زانکہ سوئے قرب او بشتافتم

یعنی ایک شب کو میں نے حضور پر نور رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ عشق میں بیتاب ہو کر وارفتگی میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھاگا۔ اس جہان کے بادشاہ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اپنے دہن مبارک کا لعاب میرے منہ میں ڈال کر فرمایا۔ اے "عطار" تم میرے اسرار کے بھی لائق اور میرے انوار دیکھنے کے بھی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے جسم وجاں میں اپنے پوشیدہ اسرار محبت ودیعت فرمائے ہیں۔ اب میں نے یہ خزانے تمہارے سامنے ظاہر کر دیئے ہیں۔ اور تمہارے رنج وغم بھی دور کر دیئے ہیں۔ مجھے یہ بشارت دے کر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوشیدہ ہو گئے۔"

اس کے بعد میرے قلب اور روح کے باہمی تعلقات یک جا ہو گئے

جو کچھ بھی ہے سب حضور کی محبت اور بشارت کے تصدق تجھے ملا ہے۔

(اشتر نامہ، تذکرۃ الاولیاء ص۹)

نتیجہ فکر صحابہ کرام اور اولیاء عظام رضوان اللہ علیہم نے ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے حصول کے ہر طرح کی مصیبتیں برداشت کیں اور مال و جان کو ناموس مصطفےٰ پر قربان کر دیا لیکن دامن احمدؐ کو ہاتھوں سے جانے نہ دیا۔ ان نفوس قدسیہ کو حضورؐ کی ذات گرامی سے انتہا درجہ کی محبت تھی اور مذہب عشاق میں بجز حب رسولؐ عبادت، ریاضت اطاعت، نماز۔ روزہ۔ اور حج و زکوٰۃ یعنی سب کچھ فضول ہے۔ محبت رسول ہی ایک عظیم متاع عظیم ہے۔ اس کے چار سو جلوے اور اس کی بہاریں کارفرما ہیں، پھر حضرت عشق جب "انسان" پر غالب ہوتا ہے، تو دل مضطر کی چھپی ہوئی چنگاریاں نور عرفاں سے بھڑک اٹھتی ہیں۔ کہ دیدار محبوب کی تلاش میں دیوانہ وار ہو گے اور آگے چلا جاتا ہے۔ پھر جہاں کہیں "محبوب" کے نشاں ثبت ہوتے ہیں انہیں دیکھکر عشق و مستی۔ سوز و گداز بڑھ جاتا ہے۔ اور وجد کمال کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ جمال محبوب کی تجلی۔ ل سے اس کا دل و دماغ درخشاں و معطر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شمع مصطفائی کے پروانے" محبوب اکبر کے جمال جہاں آرا کے دیوانے ہوتے ہیں۔ اور وہ یہی چاہتے ہیں کہ وطن کھو جائے مال و دولت چلی جائے۔ جان و اولاد ختم ہو جائے۔ اور پھر ہستی جہاں بھی مٹ جائے۔ مگر صرف! ایک بار صرف! ایک ہی بار "گرہ رخ انور" نظر آ جائے جس پر کل انبیاء و رسل۔ غوث و قطب۔ ابدال۔ اولیاء۔ الغرض کائنات کی ہر شئے شیدا و فدا ہے اور قیامت تک فدا ہوتی ہی رہے گی، جیسا کہ بندہ فرید نے بھی اپنی ایک نعت میں یہی عرض کیا ہے۔

دل میں ہے اب یہی لگن پہونچوں درِ رسول پر
زخمی جگر ہوں خستہ تن پہونچوں درِ رسول پر

فرقتِ غم میں دل فگار سینہ ہے اپنا چاک چاک
لب پہ مگر ہے یہ سخن پہونچوں درِ رسول پر

نظروں میں نور لے چلوں دل میں سرور لے چلوں
آنکھوں سے دیکھ لوں چمن پہونچوں درِ رسول پر

روضے کے سامنے رہوں حالِ دل اپنا خود کہوں
ان پہ لٹاؤں جان و تن پہونچوں درِ رسول پر

پردے حجاب کے اٹھیں رحمت کے باب سب کھلیں
طائرِ روح ہو مگن پہونچوں درِ رسول پر

دور ہو دل کا ہر الم پاس نہ آئے رنج و غم
اب ہو رضا وہی وطن پہونچوں درِ رسول پر

گویا سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چاہنے والوں کو اپنا رخِ انور بھی دکھلاتے ہیں۔ اور علوم و اسرار بھی سکھلاتے ہیں۔ جس کے طفیل سے ہر مصیبت و مشکل حل ہو جاتی ہے۔ پھر وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا نبی کچھ بھی نہیں کر سکتا، انہیں

ذرہ بھر بھی اختیار و تصرف نہیں۔ اور مصیبت و مشکل کے وقت آ نہیں سکتا وہ احمق و گمراہ ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی اکرم کے لعاب انور سے دینا جہان کے علوم بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اور خود ہم مثل سمجھنے والوں کے لعاب سے ساتھیہ دیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے گھر کی ہنڈیا میں تھوک کر تماشہ تو دیکھیں کہ خود ان کی بیوی ان کے سر پہ ایک سو ایک بار جوتیاں لگا کر بھی دم لے گی گویا!

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

بزرگو! یہ بات بھی خوب سمجھ لیجئے اگر حضور رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ الغرض ہمارا مرنا جینا ہمارا اٹھنا چلنا ہمارا سونا جاگنا ہمارا اوڑھنا بچھونا ہمارا اور روزمرہ کے مشاغل اور دنیا بھر کے تمام اچھے انتظامات و واقعات حضور دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے لئے ہیں۔

شاہِ معظّم، نورِ مجسّم — صلی اللہ علیہ وسلم
باعثِ دنیا رحمتِ عالم — صلی اللہ علیہ وسلم
اُن کا آنا رب کی رحمت — دنیا بھر میں اُن کی برکت
وہ جو نہ ہوتے ہوتے کیا ہم — صلی اللہ علیہ وسلم
سب سے بڑھکر ان کا پایا — اُن کا پایا کس نے پایا
سب سے اونچا ان کا پرچم — صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم

ایک معجزہ

حکایت نمبر ۲۴

سنگریزے تھے کفِ بوجہل میں
بولا کیا ہے آپ بتلائیں ہمیں

جانتے ہو تم جو رازِ آسماں
تو بتاؤ ہاتھ میں ہے کیا نہاں

بولے حضرت میں کروں ان کا بیاں
یا خود کہدیں کہ ہیں حق پر ہوں ہاں

بولا بوجہل اب ہے نادر دوسرا
بولے پیغمبرؐ ہے قادر تر خدا

بولے ہیں چھ سنگریزے ہاتھ میں
سُن تو ہر اک سے خدا کی مدحتیں

اسکی مٹھی میں وہ ٹکڑے سنگ کے
یوں گواہی برملا دینے لگے

لَا اِلٰہ کہہ کے اِلَّا اللہ کہا
اور کہا احمدؐ رسول اللہ کا

اُن سے جب بوجہل نے باتیں سُنیں
غصّے سے پھینکا انہیں سوئے زمیں

پھر لگا کہنے تو ساحر ہے بڑا
بلکہ سب جادوگروں کا پیشوا

دیکھکر بوجہل اتنا معجزہ
مشتعل غصّے سے اپنے گھر چلا

سامنے سے مصطفیٰ کے چل دیا

اور وہ دوں فطرت کنوئیں میں گر پڑا

(مثنوی شریف کا ترجمہ الہام منظوم ۲۵۴)

نتیجۂ فکر

معجزہ دیکھا مگر بدبخت تھا

کفر اور الحاد کی جانب گیا

خاک اس کے سر پہ تھا کور و لعین

مثلِ ابلیس آنکھ اسکی خاک میں

انجام بد

حکایت نمبر ۲۵

پیشوائے دیوبند لکھتے ہیں :-

"حضور علیہ السلام نے ایک شخص کے پاس دعوت اسلام کے لیئے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ اس شخص نے آپؐ کی اور حق تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ کہا۔ کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہوتے ہیں۔ اللہ کیسا ہوتا ہے۔ سونے کا یا چاندی کا یا تانبے کا فوراً اس پر بجلی گری اور اس کی کھوپڑی اڑا دی۔"

(جلالین۔ نشر الطیب ص۲۰۹)

نتیجہ فکر منکرین رسالت کے دل و دماغ اور تمام اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے شعور و لاشعور کو بھی سلب کر لیا جاتا ہے۔ کیوں کہ عقل سلیم کے مطابق گستاخ رسول انسانیت میں سب سے بڑا بدترین مجرم ہوتا ہے۔ اور ایسے مجرم جہنم کے قابل اور آسمانی بجلی کے مستحق ہوتے ہیں۔ پھر وہ لوگ جو خدا اور رسولؐ کی باتوں پہ ٹھٹھہ مذاق کرتے ہیں۔ اور اولیاء ربانی پہ انگشت نمائی کرتے ہیں۔ ان کا کیا انجام ہو گا؟ معلوم ہوا جن لوگوں نے ذات خدا اور ذات مصطفیٰ پر اعتراض کیا ان پہ قہر الٰہی کا نزول ہوا۔ اور وہ تباہ و برباد ہو گئے اگر قہر الٰہی جوش میں آ جائے تو اسے دنیا جہان کی کوئی شے روک نہیں سکتی۔ خدا تمہار گستاخان مصطفیٰ سے تمام مسلمانوں کو بچائے۔ "آمین"!

خُلقِ عظیم

حکایت نمبر ۲۶

فَلَمَّا رَاٰہُ (ای عکرمہ) رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قام الیہ فرحًا بہ حتّٰی اعتنقہ و قال مرحبًا بالراکب المہاجر"

(کتاب نسب قریش صہ۳۱۱، ۲۳ الاستیعاب صہ۵۰۶ ج۲)

سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عکرمہ کو جب آتے دیکھا تو فرحت و مسرت سے کھڑے ہو گئے، اُن سے بغل گیر ہوئے اور فرمایا۔ خوش آمدید مہاجر سوار

نتیجۂ فکر

فتح مکہ شریف کے دن حضرت (عکرمہ) رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ آپ کی زوجہ ام الحکیم بنت الحارث نے حضورِ پُرنور سے اپنے شوہر کے لئے فرمانِ حفظِ جان و امان حاصل کر کے خود یمن تشریف لے گئیں اور اپنے شریکِ حیات کو دینِ اسلام کی دعوت دی۔ اُن پر خالقِ کائنات نے خاص کرم کیا۔ اور وہ قبولِ اسلام کی خواہش میں اپنی زوجہ کے ساتھ واپس مکہ شریف آئے اور آتے ہی رحمۃ للعالمین کی بارگاہِ رحمت میں حاضر ہوئے تو شفیع المذنبین

صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتِ اقدس جوش میں آگئی۔ اور ابوجہل جیسے شدید دشمن کے بیٹے کا جو خود بھی مسلمانوں سے برسرِ پیکار رہے تھے۔ ان کے رغبتِ اسلام پر حضور انور ؐ نے جس خوشدلی ومسرت سے ان کا استقبال کیا۔ اس کی مثال سوائے دینِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور کہیں نہیں مل سکتی۔ کیوں کہ سرورِ عالم تمام کائنات کے لئے رحمتِ عالم ؐ۔ ہادیٔ مکرم اور انسانیت کے لئے خلقِ عظیم کے مینارِ نور بن کر تشریف لائے۔ اعلیحضرت فرماتے ہیں۔

ہے کلامِ الٰہی میں شمس وضحےٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم

قسمِ شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم

ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جمیل کیا

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حسن وادا کی قسم

مسلمانو! حضور دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلقِ عظیم کے متعلق خود خالقِ کائنات نے بھی فرمایا ہے:۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (پ ۲۹ ع ۳)

اور بے شک تمہاری خو بڑی شان کی ہے

سبحان اللہ ہمارے حضور پاک کی بہت بڑی شانِ اقدس ہے کہ خدا تعالیٰ اسے عظیم فرماتے ہیں۔ اور جن کے خلق کو خدا تعالیٰ عظیم فرماتے ہوں پھر ان کی عزت وعظمت اور خلقِ عظیم کو کوئی گھٹا سکتا ہے۔ حالانکہ کفارِ مکہ نے آپ کو بڑا ہی تنگ کیا اور طرح طرح کی مصیبتیں دیں۔ مگر قربان جائیے خلقِ مصطفےٰ کے کہ ان کے لئے بددعائیں نہیں بلکہ دعائیں ہی فرماتے رہے۔

چڑیا کی فریاد

حکایت نمبر ۲۷

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم ایک سفر میں امام المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ تھے۔ کہ ہم ایک درخت کے پاس سے گزرے۔ اس درخت پر ایک چڑیا کے دو بچے تھے۔ ہم نے وہ پکڑ لئے ان بچوں کی ماں چڑیا نے دیکھا۔ تو اُڑتی ہوئی حضور پُرنور رحمت للعالمین کے سامنے آ گری۔ اور فریاد کرنے لگی حضور علیہ السلام نے پوچھا اس کے بچوں کو کس نے پکڑا ہے؟ ہم نے عرض کیا۔ ہم نے یا رسول اللہ! تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "جاؤ ان بچوں کو اپنی جگہ پر رکھ آؤ"

(حجۃ اللہ ص۴۶۶)

نتیجہ و فکر نبی الوریٰ احمد مجتبےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام کائنات کے لئے منبع فیوض و برکات ہیں۔ اور آپ کی بارگاہِ عالیہ کون و مکاں کے لئے باعث رحمت ہے۔ اور جانور بھی اسی بارگاہِ رحمت میں آ کر اپنی فریادیں سناتے اور حاجتیں پیش کرتے اور اپنی مرادیں پاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ فخر موجودات ہر کس و ناکس کے فریاد رس اور رحمت للعالمین ہیں اور وہ لوگ جو آپ کو رحمتِ عالم اور فریاد رس تسلیم نہ کریں۔ گویا وہ جانوروں سے بھی زیادہ جانور ....

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں:۔ ؎

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد — ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی اولاد

اسی در پہ شترانِ ناشاد — گلۂ رنج و عنا کرتے ہیں

آستینِ رحمتِ عالم الٹے — کمرِ پاک پہ دامن باندھے

گرنے والوں کو چہِ دوزخ سے
صاف الگ کھینچ لیا کرتے ہیں!

سبحان اللہ! اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی شاعری بھی کیا ایمان افروز اور حقیقت مآب ہے۔ کہ جب بھی آپ کے اشعار سُنے یا پڑھے جاتے ہیں تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔

بزرگو! احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کہ کائنات کی ہر شئے حضورِ انور کی بارگاہِ رحمت میں حاضر ہو کر اپنی اپنی زبان میں عرض کرتیں۔

گویا! حضور دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سبھی کی زبان بھی جانتے ہیں۔ اور کائنات کے فریاد رس اور رحمتِ عالم اور قاسم بھی ہیں جو شخص بھی اس حقیقت کا انکار کرے وہ جاہل ہے۔ اعلیٰحضرت فرماتے ہیں:- ؎

رب معطی ہے یہ ہیں قاسم
رزق اس کا کھلاتے یہ ہیں
ٹھنڈا ٹھنڈا میٹھا میٹھا
پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں

احمدِ مختار

حکایت نمبر ۲۸

دیوبندی حضرات کے حکیم الامت مولانا "اشرف علی" صاحب تھانوی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں، کہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہنشاہِ ارض و سماء دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا مجھے جبرئیل علیہ السلام کو اُن کی اصلی صورت میں دکھا دیجئے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دیکھ نہ سکو گے۔ انہوں نے کہا آپ دکھا دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا اے حمزہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کعبہ شریف پہ اترے۔ آپ نے حضرت حمزہ سے فرمایا۔ کہ نگاہ اٹھاؤ۔ انہوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جسم "مانند زبرجد اخضر" یعنی زمرد سبز چمکتے ہوئے کے تھا۔ سو غش کھا کر گر گئے۔

(بیہقی طبقات النشر الطیب صـ۲۰۴،۲۰۳)

نتیجۂ فکر اس حدیث پاک سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اختیار بھی ثابت ہوتا ہے۔ یعنی! اس حدیث مقدسہ کی طرف قلب سلیم اور ایمانی نظر کے ساتھ غور کیا جائے کہ حضرت سیدنا حمزہ عم رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بارگاہِ مصطفےٰ میں عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ مجھے جبرئیل کو ان کی اصل صورت پہ دکھا دیجئے۔ کیا ہی یہ ایمان افروز اور نجدیت سوز جملہ ہے۔ گویا سیدنا حضرت حمزہ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ایمان ہے کہ جبرئیل امین کو اصلی صورت میں دکھانا یہ حضرت ساقی کوثر مختار لولاک صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبضۂ اختیار میں ہے۔ پھر حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ "نگاہ اٹھا کر بیت اللہ شریف کی چھت پر دیکھ لو" یہ حکم صرف مالک ومختار ہی دے سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جب جناب روح الامین کو دیکھا تو ان کے نور وجمال کی تاب برداشت نہ کر سکے اور بیہوش ہو کر گر پڑے

مسلمانو! ہماری جانیں لاکھوں بار ذاتِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قربان ہوں کہ "زبانِ کن" گویائی ہوئی اور سیدنا جبریئل کروڑوں اربوں میل دور بہت ہی دور وادئ سدرۃ المنتہیٰ یعنی اپنے ہیڈ کوارٹر پہ جلوہ افروز تھے۔ اور جب ہمارے ہادی ومولا حضورؐ نے جناب حمزہ کو یہ فرمایا "نظر اٹھاؤ" اسی وقت جبریئل جو کہ حکم کا بندہ تھا۔ حاضر ہو گیا چنانچہ اس حدیث پاک سے یہ بھی حقیقت عیاں ہو گی۔ کہ خالق کائنات نے ہمارے حضور کو زمین وآسمان۔ مکان ولامکان اور مافیہا کو آپ کے قبضہ واختیار میں دے دیا ہے۔ اور حضور کو کائنات کی ہر شئے پہ تصرف واختیار ہے۔ اعلیٰحضرت کیا ہی ایمان افروز شعر فرماتے ہیں۔

وہی نورِ حق وہی ظلِّ رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسمان کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

بھائیو! آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ جو گستاخ حضور ہی کے علم واختیار کے منکر ہیں اور حضور کے اختیار کو تسلیم نہیں کرتے وہ کس قدر دشمنانِ حق اور دشمنانِ مصطفےٰ ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ ع

دلِ فرش پر ہے تیری نظر، سرِ عرش پر ہے تری گذر
ملکوت وملک میں کوئی شئے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

باب سوم

امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

شان صدیق

حکایت نمبر ۲۹

امیر المومنین و امام الصدیقین شہنشاہِ اقلیم مشائخ، سلطان مسندِ طریقت المصطفائی امام سجادۂ شریعت یزدانی، محبوب ربانی قطب صمدانی سیدی، مولائی، ملجائی و ماوی حضرت خواجۂ اول جانشینِ رسول الثقلین ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں خالقِ کائنات کا مقدس کلامِ مجید فرقان الحمید کیسے نورانی لب ولہجہ سے رطب اللسان ہوا

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

تمام مفسرین، محدثین، مجددین اور چہار سلاسل اولیاء ربانی رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے کہ مراد صاحب ثانی اثنین سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں

۲۔ **فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی**

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت صدیق اعظم کی شانِ مقدس میں نازل ہوئی۔

۳۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ

حضرت ابو المعانی رضی اللہ عنہ جو کہ اصحاب تفسیر میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ اس آیت مبارکہ کی یوں عکاسی کرتے ہوئے گوہر افشانی کی۔ اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ سے مراد رسول الثقلین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور وَصَدَّقَ سے مراد سیدنا امیر المؤمنین ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

۴۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ۔ وَاَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔

یہ دونوں آیات قرآنی اہل تفسیر کے مطابق سیدنا صدیق اکبر کی شان و شوکت میں نازل ہوئی ہیں۔

الغرض قرآن حکیم میں متعدد آیات ایسی ہیں جو حضور خلیفۃ المسلمین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں اتری ہیں۔

نتیجۂ فکر جن کی شانِ اقدس میں خود خدا وند قدوس اور قرآن شریف رطب اللسان ہو اس وجود با جود کی کتنی اونچی شان و عظمت ہوگی، اور بدبخت وہ لوگ ہیں جو ان کی شان اقدس کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔

منزلِ عشق و صدق کا رہبر
رضی اللہ تعالےٰ عنہ
رضی اللہ تعالےٰ عنہ
رضی اللہ تعالےٰ عنہ

یارِ غار

حکایت نمبر ۳۰

کفارِ مکہ شمعِ مصطفائی کے پروانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دے رہے تھے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہِ حسن وجمال میں ہجرت کے واسطے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہمیں کفارِ مکہ اب حد سے زیادہ تنگ کرتے ہیں۔ اگر حضور حکم صادر فرمائیں تو ہم مکہ معظمہ کو چھوڑ دیں۔ تو شہنشاہِ ارض و سما علیہ الصلوٰۃ والسلام کمال محبت وشفقت سے انہیں دلاسہ دیتے اور فرماتے۔ ابھی صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ابھی ہجرت کرنے کا حکم نہیں ہوا۔ پھر ایک دن " زبان کن " گویا ہوئی۔"

"بعد ذلک بایام مسروراً فقال قد اخبرت ان دار هجرتکم یثرب فمن اراد الخروج فلیخرج فان البلاد قریبة وانتم بها عارفون وهی علی طریق عیرکم الی الشام فجعلوا یتجهزون الی المدینة فی خفی وستر یتسللون انه کان بین اولهم وآخرهم اکثرهم من سنة"

پھر چند دن بعد اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی ومسرت سے مسلمانوں سے فرمایا تمہاری ہجرت کا مقام یثرب (مدینہ شریف) ہے۔ پس جو ہجرت کرنا چاہتے وہاں ہجرت کر جائے۔ یہ مقام قریب بھی ہے اور تمہاری واقفیت بھی ہے۔ اور وہ تمہارے کاروانی راستہ ملک شام پر واقع ہے پس لوگ مدینہ جانے کی تیاری کرنے لگے اور خفیہ خفیہ تخیب کر کے بعد دیگرے جانے لگے اول ہجرت سے آخر ہجرت تک ان کو کوئی ایک سال لگ گئے۔"

نبوت کا تیرھواں سال تھا، کہ ہجرت کے لئے خالق کائنات کا حکم نازل ہوا۔ سرور کائنات نے صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی اطلاع دی، اس حکم اور اجازت کے ملتے ہی صحابہ کرامؓ اپنا مال و اسباب، گھر بار، جائیداد تجارت، کاروبار، غرض اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اطاعت میں سب کچھ چھوڑ کر مدینے شریف کی طرف گامزن ہوئے۔ ان سب مہاجرین کے بعد حضور پرنور نے صدیق اکبر سے فرمایا کہ میں عنقریب یہاں سے ہجرت کر جاؤں گا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان میں بھی حضور کے ساتھ چلوں گا۔

چنانچہ شب ہجرت جب کفار مکہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کر دینے کی نیت سے حضور کے مکان پر پہنچے اور سارے مکان شریف کا محاصرہ کر لیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ یٰسین کی آیتیں۔ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِہِمْ اَغْلٰلًا۔ الخ فرماتے ہوئے تھوڑی سی خاک پر دم کر کے ان کافروں کی طرف پھینک دی۔ ایک مٹھی خاک شتر کافروں کے مونہوں، سروں آنکھوں میں بھر گئی۔ اور عجب طرفہ یہ تھا کہ بجائے تکلیف ہونے کے سب کفار کو نیند آ گئی۔ اللہ تعالےٰ نے ان سب کو اندھا کر دیا۔ اور حضور کا باہر نکلنا کسی کو بھی نظر نہ آ سکا۔ تو سیدِ عالم گھر سے نکل کر سیدھے صدیق اکبر کے گھر تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ اے ابوبکرؓ! مجھے اس وقت ہجرت فرمانے کا اذن مل چکا ہے اور میں مکہ چھوڑ کر جا رہا ہوں، صدیق اکبرؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں بھی ساتھ چلوں؟ فرمایا چلو صدیق اکبر۔ نبی اکرم رؤف الرحیم سے آپ کی معیت کی اجازت پا کر فرطِ مسرت سے رونے لگے، اور حضور کے ساتھ ہو لئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

صدیق اکبر کو ہمراہ لے کر مکہ معظمہ سے چل دیئے ۔ صدیق اکبر کبھی حضور سے آگے اور کبھی پیچھے رہ کر چلتے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ دریافت کی ۔ تو عرض کیا ۔ یارسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ دشمن تعاقب کرتا ہوا آگے یا پیچھے سے آ جائے تو اس کا وار مجھی پر ہو ۔ اور حضور پر میں ہی قربان ہوں اور حضور کو کوئی گزند نہ پہنچے ۔ چلتے چلتے مکے کے دوراہی ثور پہاڑ پر پہنچے ۔ اس پہاڑ میں ایک غار تھا جس کا نام "غار ہوام" تھا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غار میں تشریف فرما ہونے کا قصد فرمایا ۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ! ٹھہر جایئے پہلے مجھے اندر جانے دیجئے ، پرانا غار ہے پہلے میں اندر جاتا ہوں ۔ اور اسے صاف کرتا ہوں ۔ صاف کر لوں تو آپ اندر آجایئے گا ۔ چنانچہ پہلے اس غار میں صدیق اکبر گئے ۔ اور اسے صاف کرنے لگے ۔ اس غار میں کئی بل تھے ۔ صدیق اکبر نے ان بلوں کو اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر بند کرنے لگے ۔ صرف اس لیئے کہ کوئی موذی جانور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف نہ پہنچائے ۔ اس غار میں ایک بہت بڑا سانپ رہتا تھا ۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا بل جو دیکھا تو کپڑا ختم ہو جانے کے باعث کپڑے سے تو اسے بند نہ کر سکے ۔ اور اپنی ایڑی اس میں رکھ دی ۔ اپنی جان کی پرواہ نہ کی ۔ اور یہی سوچا کہ مجھے جو چاہیے تکلیف ہو مگر ساقی کوثر علیہ الصلوٰۃ و سلام کو کوئی تکلیف نہ پہنچے ۔ اس بل پر ایڑی رکھنے کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پھر حضور کو اندر بلا لیا ۔ اور حضور اندر تشریف لے آئے ۔ اور اپنا سر انور ـــ صدیق اکبر کی گود میں رکھ کر سو گئے ، وہ بل جس پر صدیق اکبر کی ایڑی تھی ، اس میں سے زہریلے سانپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ڈس لیا ۔ صدیق اکبر کو تکلیف تو ہوئی مگر آپ اپنی جگہ سے ہلے تک نہیں ، تا کہ حضور علیہ السلام

کی نیند مبارک میں خلل نہ آئے۔ سانپ کے زہر کی تکلیف سے صدیق اکبر کے آنسو نکل آئے۔ اور چند آنسو حضور علیہ الصلوٰۃ و سلام کے چہرۂ اقدس پر گرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیند مبارک سے بیدار ہو گئے۔ اور دریافت فرمایا! ابو بکر! کیوں رو رہے ہو؟ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ حضور رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ و سلام نے اسی مقام ڈنک پر اپنا لعاب دہن شریف لگا دیا۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری تکلیف دور ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر جب اس غار میں داخل ہوئے تو غار سے دور ایک درخت تھا۔ حضورؐ نے اس درخت کو حکم دیا تو وہ درخت اپنی جگہ سے چل کر غار کے منہ پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ یوں معلوم ہونے لگا کہ یہ درخت یہیں اُگا ہوا ہے۔ اور غار کا منہ اس درخت کی شاخوں سے بند ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ایک مکڑی کو بھیجا جس نے اس درخت کی شاخوں کے اندر جالا بُن دیا۔ یہ سب سامان اس لئے کیا گیا تا کہ کافر اگر حضور کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں تک آ پہنچیں تو وہ غار کے منہ کے آگے درخت اور اس کی شاخوں میں جالا بُنا ہوا دیکھیں تو انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ و سلام کے اندر تشریف لے جانے کا شبہ بھی نہ گزرے۔ چنانچہ ادھر جب کافروں کو پتہ چلا کہ محمد (صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ و سلام) تو ابو بکر کی معیت میں مکہ سے چلے گئے تو بہت حیران ہوئے اور حضور کی تلاش کرنے لگے۔ اور کچھ کھوجی حضور کا کھوج نکالنے کے لئے مقرر کر دیئے۔ ان کھوج نکالنے والوں میں سے ایک شخص کھوج نکالتا ہوا غار تک آ پہنچا اور پھر کہنے لگا کہ یہاں تک تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابو بکر آئے ہیں۔ لیکن اس کے بعد پتہ نہیں چل رہا کہ دائیں گئے یا بائیں۔ کافر وہاں جمع ہو

گئے۔ لیکن وہیں حیران کھڑے رہ گئے کچھ پتہ نہ چلے کہ یہاں سے آگے کدھر گئے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب کافروں کے قدم غار سے باہر دیکھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر میں آپ پریشان سے ہوئے تو نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوبکر! کوئی فکر نہ کر۔ اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اتنے میں ان کافروں میں سے ایک کافر بولا۔ ذرا اس غار کے اندر تو جاکر دیکھیں، یہ سُن کر دوسرے کافروں نے جواب دیا۔ بے وقوف ہو غار کے منہ کے آگے درخت اُگا ہوا ہے۔ اور اس پر مکڑی کا جالا بھی بنا ہوا ہے۔ اگر اندر کوئی گیا ہوتا تو یہ شاخیں اور ان کا جالا ضرور ٹوٹا پھوٹا نظر آتا۔ مگر یہ بات تو نظر نہیں آتی پھر کسی کے اندر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ مایوس ہوکر وہاں سے لوٹ گئے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ساتھی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آقا و مولا اللہ تبارک وتعالےٰ کی حفاظت میں بالکل خیریت و عافیت سے رہے۔

(قرآن الحکیم پ۱۰ ع۱۲) انساب الاشراف بلاذری ص۲۶۵ ج۱
محسن اعظم ص۱۱۱ ، مشکوٰۃ شریف ص۵۴۹ ، روح البیان
ص۹۰۲ ج۱) واعظم ص۲۸۲ ج۱)

نتیجۂ فکر

(۱) وطن کی محبت عالمگیر شہرت رکھتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہوتا۔ اور وطن کی سرزمین بڑی کشش رکھتی ہے۔ پھر وطن کی محبت بڑی جاندار ہوتی ہے۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسالتؐ کو تر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے مقابلے میں ہر کشش، ہر تعلق اور ہر محبت ہیچ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی عقیدہ اور یہی ایمان تھا۔ اسی پر اُن کا عمل تھا۔ اور اسی کردار کے وہ صاحبِ کردار اور روشن مینار کہے۔

۲۔ قرآن مقدس میں ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں خالق کائنات نے اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ فرما کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرورِ کائنات کا عظیم صحابی فرما دیا ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر ہے اور آپ کو صحابی رسول نہ مانے وہ پکا کافر ہے۔

۳۔ مختارِ کون و مکاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فرما کر یعنی غم نہ کر اللہ تعالیٰ ہمارے یعنی ہم دونوں کے ساتھ ہے۔
گویا حضور پاک نے یہ جملے فرما کر ظاہر کر دیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ سیدنا صدیق اکبر کے ساتھ ہے۔ اور یہ حقیقت صاف واضح ہوئی کہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد از وصال شریف کے سیدنا صدیق اکبر جو تخت خلافت پر جلوہ افروز ہو کر جانشین مصطفےٰ ہوئے۔ یہ آپ ہی کا ازلی حق تھا۔ اور آپ غاصب و ظالم نہ تھے۔ اس لیے کہ خالق کائنات غاصب و ظالم شخص کے ساتھ کبھی نہیں ہوتا۔ پھر اگر کوئی ظالم و فاسق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ظالم کہے تو اس نے درحقیقت لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ کا انکار کر دیا۔ گویا جو قرآن پاک کے فرمان کا انکار کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور جو شانِ صدیق اکبر کا جان بوجھ کر انکار کرے وہ بھی کافر ہے۔ یعنی فرمانِ خدا اور قولِ مصطفےٰ کو جھٹلانے والے کافر ہیں۔

۴۔ شب ہجرت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تشریف لے جانا اور یہ فرمانا کہ مجھے ہجرت کا حکم مل گیا ہے۔ اس خبر کو سن کر ان کی آنکھوں سے باعثِ مسرت آنسو چھلکنے لگے۔ اور پھر حضور صدیق اکبر کو ساتھ لے کر مدینہ شریف کی طرف روانہ ہونا۔ یہ بتاتا ہے کہ حضور انور کو صدیق اکبر

سے اور صدیق اکبر کو حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انتہائی آپس میں محبت تھی۔

۵۔ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب غار کو دیکھا تو ارشاد گرامی فرمایا! اے ابو بکرؓ تم باہر ٹھہرو میں غار کے اندر جاتا ہوں۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دامن معلےٰ کو پکڑ کر عرض کیا۔ وَاللّٰہِ لَا تَدْخُلُہٗ حَتّٰی اَدْخُلَ قَبْلَکَ فَاِنْ کَانَ فِیْہِ شَیْءٌ اَصَابَنِیْ دُوْنَکَ۔ یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں آپ کو غار کے اندر پہلے جانے نہیں دوں گا۔ پھر حضور کے پوچھنے پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ غار پرانا ہے معلوم نہیں اندر کون کون سی چیزیں ہیں۔ اس لئے حضور آپ باہر ٹھہریئے غار کے اندر اکیلے جاتا ہوں۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر غار میں تشریف لے گئے۔ اور تمام غار کو صاف کیا۔ اور جتنے بھی سوراخ تھے سبھی کو اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر بند کر دیئے۔ مگر ایک سوراخ پر اپنا پاؤں مبارک رکھکر حضورؐ کو آواز دی۔ کہ حضور! اندر تشریف لے آیئے۔ اور صدیق اکبرؓ کے زانو پر سر مبارک رکھکر محوِ استراحت ہونا اور تھوڑی دیر کے بعد صدیق اکبر کے پاؤں پہ سانپ کا ڈسنا۔ اور آپ کا برداشت کرنا یہ تمام واقعہ اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مال و جان سے بھی حضور مختارِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام زیادہ محبوب و پیارے تھے۔ اور یہی کمال ایمان کی نشانی اور عروج محبت کی منتہا تھی۔۔ جو سب سے زیادہ سیدنا صدیق اکبرؓ میں نظر آتی ہے۔ پھر جب سانپ نے آپ کے پاؤں پر ڈنک کیا تو اس وقت عقل اور حضرتِ عشق کا آپس میں مقابلہ ہوا۔

عقل نے گویائی کی ! اے صدیقِ اکبر تیرے قدموں کے پیچھے مار ہے۔

"اور"

حضرتِ عشق رطب اللسان ہُوا۔ فکر نہ کیجئے آپکی جھولی میں یار ہے

"پھر"

عقل نے پکارا۔ بچیئے بچیئے ! تمہارے قدموں میں بہت بڑی زحمت ہے

"ہاں"

جنابِ عشق بولا ! گھبرایئے نہیں آپ کے دامنِ معلیٰ میں رحمت باری ہے

"مگر"

عقل کہنے لگی ! اے صدیق تیرے تلووں میں موت ہے

"نہیں"

عشق نے رہنمائی کی ! دامنِ احمدؐ کو نہ چھوڑ دیجئے اسی میں حیاتِ سرمدی ہے

"گویا"

بامندرجہ بالا مکالمہ سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی اکرم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ وسلام کی ایک محبوب شخصیت تھے۔ آپ نے ہر گھڑی وہر آن و ساعت دامنِ مصطفےٰ کو نہ چھوڑا اور اسی دامنِ معلےٰ سے وابستہ رہے ۔" کاش " وہ لوگ جو نعوذ باللہ ! سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو منافق اور حضور علیہ السلام کا دشمن سمجھتے ہیں ۔ وہ اس سانپ سے سبق حاصل کریں ۔ اور اس پر ایمان ویقین رکھیں ۔ کہ جب تک سیّدنا صدیق اکبر کی اتباع نہ کی جائے گی ۔ اور آپ کے قدموں کو نہ چوما جائے گا ۔ یعنی

"بجز محبت صدیق کے محبتِ رسول حاصل نہیں ہو سکتی"

۶۔ سیّدنا صدیق اکبر کی مقدس آنکھوں سے آنسو جاری ہونا اور مختارِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورانی رخسار پہ اُن آنسوؤں کا گرنا اور حضورؐ کا کمالِ محبت سے دریافت کرنا اور صدیق اکبرؓ کا حقیقت سے اظہار کرنا۔ اور سیّد کائنات کا مقامِ ڈنک پہ

فَتَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَام فَذَھَبَ مَا یَجِدُہٗ

اپنا لعابِ دہن شریف لگاکر شفابخش دینا ثابت کرتا ہے کہ حضور رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لعابِ دہن شریف بھی سراپا دافع البلاء ہے۔

۷۔ فرمانِ مصطفےٰ کے مطابق عمل کرتے ہوئے درخت کا اپنے مقام سے چل کر غار کے منہ پر آ جانا اور غار کا راستہ اپنی شاخوں سے بند کر دینا ظاہر کرتا ہے کہ نبی الوریٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم و تصرف کائنات کے ہر ذرّہ ذرّہ پر جاری و ساری ہے۔ اور آپ کون و مکاں کے مالک و مختار ہیں۔

۸۔ کافروں کا صدیقِ اکبر اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاش کرنا۔ مکے کے چاروں طرف تعاقب کرنا مشہور راستوں اور عام گذرگاہوں پر تلاش کرتے کرتے غار کے منہ تک آپہنچنا اور پھر وہاں سے خفت، شرمساری اور جھنجلاہٹ لئے ہوئے اپنے گھروں کو ناکام و نامراد واپس لوٹنا بتاتا ہے کہ حق تعالےٰ کے مقابلہ میں کفر کی تمام طاغوتی سکیمیں اور تدبیریں خاک میں مل جاتی ہیں۔ گویا کفر کی کل قوتیں ختم ہو جاتی ہیں، اور حق و صداقت کا عروج ہوتا ہے۔

۹۔ ہجرتِ مصطفےٰ کے سبب "مقام یثرب" "مدینۃ الرسول" کہلایا اور یہیں سے اسلام کی سربلندی کی شعاعیں پیدا ہوئیں۔ اور باطل

قوتوں کی شکست کے وہ عظیم الشان واقعات رونما ہوئے جس کی مثال زمانہ مابعد میں بھی کوئی نہیں دے سکتا۔ اور اسی کے نتیجہ میں دینِ مصطفائی کا بول بالا ہوا اور ادیانِ عالم کی غلط معتقدات اور اقوامِ عالم کے فرسودہ نظاموں پر بہ تیزی غلبہ حاصل ہوا۔ اور مسلمانوں کی تاریخ کا سالِ ہجرت اسی سے شروع ہوتا ہے۔ ہجرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اسلام کی تاریخ کا ایک روشن دور شروع ہوا جس کے باعث فتح مندیاں اور کامرانیاں ہی ہر طرف نظر آتی ہیں۔ یہ سبھی فیضانِ مصطفائی ہے۔

اور مدینۃ الرسول میں یہ خوشخبری پہنچ چکی تھی۔ کہ رحمۃ للعٰلمین تشریف لا رہے ہیں اس بستی میں ہر طرف حضور دانائے غیوب کی آمد آمد کی دھوم تھی۔ روزانہ صبح کے لوگ حضورؐ کے خیر مقدم کے لیے قبا سے مدینہ شریف میں آنے والے راستے پر جمع ہو جاتے اور جب دھوپ تیز ہو جاتی۔ اور کوئی آتا ہوا نظر نہ آتا تو گھروں کو دل گرفتہ اور ملول واپس ہوتے۔ آخر وہ مبارک یوم سعید بھی آ ہی گیا کہ یہ خبر ملی کہ حضور رحمتِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام قبا سے کچھ دیر میں چلنے ہی والے ہیں۔ اہلِ مدینہ جوشِ مسرت سے بے تاب ہوئے جاتے تھے۔ بنو نجار خیر مقدم کیلئے اس شان سے آتے کہ ان کے جسموں پر ہتھیار سجے ہوئے تھے۔ اور مدینہ شریف کی آبادی سے دور تک انصار راستے کے دونوں طرف صفیں باندھکر دیدہ و دل بچھائے کھڑے تھے۔ چھوٹی چھوٹی بچیاں دف بجا بجا کر یہی نغمہ سرمدی گا رہی تھیں۔ اور حور و غلماں تو کیا عرش و فرش کا ذرہ ذرہ جھوم جھوم کر ان مقدس بچیوں کی لے میں لے ملا کر جھوم رہا تھا۔

ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی
خوشی ہے آمنہؓ کے لال کے تشریف لانے کی

شعلۂ عشق

حکایت نمبر ۳۱

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عظیم شخصیت یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جن نے عشق و سرمستی انوار و تجلیات اور کمالاتِ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دل و دماغ میں اس طرح جذب کر لیا کہ خود بھی شعلۂ عشق بن گئے، اور یہی وہ شعلۂ عشق ہے جو اکنافِ عالم کے گوشے گوشے میں چمک و دمک رہا ہے۔ فضائیں ان کے صبح و شام نغمے الاپ رہی ہیں۔ اور عرشِ بریں کے قدسی اُن کو خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ اور ہر زمانے کے اولیاء ربانی رضی اللہ عنہم شب و روز صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صداقت کی بلندیاں اور عشق مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سرمستیاں دیکھ دیکھ کر تحسین و آفرین کے جملوں، اور کلموں سے نواز رہے ہیں اور پھر گلستانِ اولیاء ربانی کے مقدس غنچوں میں سے ایک غنچۂ سرمدی یعنی زبدۃ العارفین حضرت شیخ فرید الدین عطار رضی اللہ تعالےٰ عنہ محبتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے پُر مسرت ہو کر یوں نغمہ سرائی کرتے ہیں۔

خواجۂ اوّل کہ اوّل یار اوست
ثانی اثنین اذ ہما فی الغار دوست

صدرِ دین صدیقِ اعظم قطبِ حق
در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق

ہر چہ حق از بارگاہِ کبریا
ریخت در صدرِ شریعت مصطفےٰ

آں ہمہ در سینۂ صدیق ریخت
لاجرم نابود از دِ تحقیق ریخت

نتیجہ فکر

حضرت سیدنا امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خالق کائنات نے ہر احسن اوصاف و کمالات سے نوازا ہوا تھا۔ اور آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ دینِ مصطفائی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پُر جوش مبلغ اعظم اور صدق و صفا میں صدیقِ اعظم ہیں۔ اور آپ دینِ الٰہی کے ازلی پاسبان اور شیدا ہیں۔ نیز آپ آفتابِ رسالت کے فیض یاب ہیں۔ اور جو لوگ صدیقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اوصاف و کمالات کا انکار کریں اور آپ کو صحابی تسلیم نہ کریں وہ یقیناً بُرے ہیں اور تا ابد دوزخ کی آگ میں جلتے رہیں گے۔ خدا محفوظ رکھے منکرینِ صداقِ اکبر سے۔"

صدیقِ اکبرؓ

حکایت نمبر ۳۲

دربارِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر خیر ہو رہا تھا۔ اور حضور علیہ السلام نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تمہیں اپنے والد بزرگوار کی بزرگی کی بھی خبر ہے۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! نہیں۔ حضور پرُنور نے فرمایا۔ تمہارے باپ کا نام قرصِ آفتاب پر لکھا ہوا ہے۔ جب سورج کعبہ شریف کی چھت پر پہنچتا ہے تو وہاں کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ اس مقام سے بڑھکر اور کوئی مقام ذی مرتبہ نہیں۔ یہاں سے آگے نہیں بڑھوں گا۔ جب سورج کھڑا ہو جاتا ہے تو فرشتے جو اس پر مؤکّل ہیں وہ تمہارے باپ (صدیقِ اکبر) کی قسم اسے دیتے ہیں۔ کہ اس کے نام کی برکت سے تو یہاں سے گزر جا۔ تو سورج پھر وہاں سے آگے بڑھتا ہے۔

(ہشت بہشت صفحہ ۵۹، راحت المحبّین صفحہ ۱۴۴)

نتیجۂ فکر

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلند و بالا شان اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ آپ حضور پرُنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں مقبول و محبوب اور منظورِ نظر تھے۔ نیز آپ کا تذکرہ فرشتوں کی زبان پہ بھی جاری و ساری ہے۔ اور قرصِ آفتاب پہ بھی آپ کا

نام نامی لکھا ہُوا ہے۔ اور آپ کے نام انور کی برکت و عظمت اسی سے عیاں ہے کہ مشکل کے وقت فرشتے آپ کے نام اقدس کا وظیفہ پڑھتے ہیں جس کے طفیل سورج اپنی منزل کی گامزن ہوتا ہے۔ اور اُن کی مشکل حل ہو جاتی ہے۔ معلوم ہُوا کہ ہر مصیبت و مشکل کے وقت ادلیاء ربانی کو پکارنا جائز ہے۔ اور یہ فرشتوں کی سنت ہے۔ اور ان تمام مقبولان حق کے آقا و مولا حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت کیا ہو گی؟ اور جو لوگ صدیق اکبر کی صداقت و عظمت کے منکر ہیں۔ وہ گمراہ ہیں ۔

گویا حضور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ وہ لوگ اچھا نہیں کرتے اس لئے کہ اس طعن کا اثر آقائے نامدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر جا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ مریدوں کے اعمال سے پیر کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مریدوں کا پیر کیسا ہے۔ اگر مرید اچھے ہیں تو پیر بھی اچھا ہو گا۔ اگر مرید بے دین تو پیر بھی ویسا ہو گا۔ یعنی پیر کامل تھا تو مرید اچھے تھے۔ پیر قابل نہیں تو مرید بھی قابل نہیں۔

اگر مفسدین کے قول کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وہ سارے کے سارے (نعوذ باللہ) مرتد تھے۔ تو گویا یہ حضور رؤف الرحیم پر اعتراض ہوتا ہے کہ آپ اچھے رسول نہ تھے کہ جن کے مرید سب کے سب مرتد ہو گئے۔ لہٰذا اس عقیدہ باطلہ سے پناہ مانگیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق یہ ایمان رکھیں کہ وہ سب کے سب سچے مومن اور ساری امت سے افضل و اعلیٰ تھے۔ اور ان سب سے بہتر حضور کے چار یار یعنی صدیق اعظم فاروق اعظم عثمان ذوالنورین اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم جو کہ انسانیت کے عزت و عظمت کے عقیدت و محبت کے روشن مینار تھے۔

پیغامِ یزداں

حکایت نمبر ۳۳

بادۂ توحید کے متوالوں کا ایک عظیم اجتماع ہے۔ اور ساقیؐ کوثر خود زبانِ انور سے نغمہ سرائی فرما رہے ہیں۔ اور توحید و رسالت کے مے کش ہوش و حواس سے سن رہے ہیں، کہ یہ نورانی نغمے ان پہ کام کر گئے، اور جذبات عشق کا لامتناہی سلسلہ جو مدت سے قلب و روح کی گہرائیوں میں چھپا ہوا تھا، وہ اُبل پڑا، مقدس آنکھیں خوفِ الٰہی سے اشکبار ہو گئیں، اور عاشقانِ رسول ساقیؐ کوثر سے ذاتِ حق کا نام سن رہے ہیں کہ اس جذبات عشق و مستی کے سہانے عالم میں ایک ارتعاش ہوئی، اور ...... پھر جناب جناب جبرائیل امین ساقیؐ کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور حاضر ہو کر نغمہ سرائی کرتے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ!

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقْرَءُ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ قُلْ لَهٗ اَرَاضٍ اَنْتَ عَنِّيْ فِيْ فَقْرِكَ هٰذَا اَمْ سَاخِطٌ

اللہ تعالیٰ صدیق اکبر پہ سلام فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے یارسول اللہ آپ صدیق اکبر سے پوچھیئے کہ کیا وہ اس عالم فقر میں مجھ (اللہ) سے راضی ہے یا ناراض ہے؟

ساقیؐ کوثر مختارِ لولاک نے خالقِ کائنات کا یہ مقدس پیغام صدیق

اکبر کو سُنا دیا۔ تو اس پیغام سرمدی کے لذت و سرور سے آپ عالم وجد میں آ گئے۔ اور انتہائی معصومانہ عشق کی وجد انگیز مستی میں عرض کیا:-

اَسْخَطُ عَلٰی رَبِّیْ ؟ اَنَا عَنْ رَبِّیْ رَاضٍ اَنَا عَنْ رَبِّیْ رَاضٍ اَنَا عَنْ رَبِّیْ رَاضٍ

کیا میں اپنے رب سے ناراض ہوں گا ؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

(تاریخ الخلفاء، ص ۳۱)

نتیجۂ فکر

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ذات حق اور ذات مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے پناہ محبت و الفت تھی۔ بلکہ والہانہ عشق سرمدی تھا۔ اسی نسبت و تعلق کی بنا پر خود خالق کائنات آپ کو سلام بھیجتا اور پوچھتا کہ آپ ناراض تو نہیں؟ سبحان اللہ! سبحان اللہ! ایک ہم مسلمان ہیں جو کہ ذکر حق اور ذکر مصطفےٰ سے غافل ہیں، اور پھر یہ کہتے پھرتے ہیں کہ خدا ہم سے راضی نہیں۔ وہ ہماری دعاؤں اور التجاؤں کو قبول نہیں کرتا اور کچھ نفوس اسی لگن میں رہتے ہیں۔ کہ ہمارا پروردگار ہم سے راضی ہو جائے ولیکن دل کو قرار و سکون پھر بھی میسر نہیں آتا۔ اور کوئی شخص بھی وثوق سے (ماسوائے اولیاء ربانی کے) یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ خدا ہم پر راضی ہے یا کہ نہیں؟ محض خالق کائنات کے فضل و کرم پر ہمارا تکیہ ہے۔ اور دنیا جہان کے کام چل رہے ہیں۔ اور ایک وہ ذات گرامی یعنی صدیق اکبرؓ بھی ہیں۔ جن سے خود خداوند قدوس دریافت فرماتے ہیں کہ "پیارے! کیا تم ہم پہ ناراض تو نہیں؟

اور تم ہم پہ راضی تو ہو؟

اللہ اکبر! اللہ اکبر! کتنی شان و شوکت اور عزت و عظمت ہے۔
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی۔ جہنم میں جائیں وہ نفوس جو صدیق اکبر کو صدیق اکبر نہیں مانتے۔ اور آپ کے وہ دشمن جو اپنے گھروں میں بیٹھے بیٹھے بھی یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم صدیق اکبر پہ راضی نہیں ہیں۔

گویا ان کے راضی ہونے یا ناراض ہونے سے صدیق اکبر کی شان کوئی کم نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ آپ کا مرتبہ خود رب کریم نے بلند کیا ہوا ہے اور بنفسِ نفیس خود آپ پر سلام بھیجتا ہے۔

الغرض صدیق اکبر واقعی صدیق اکبر ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مولانا صدیق اکبر — رضی اللہ تعالےٰ عنہ
یار کے نام پہ مرنے والا — سب کچھ صدقے کرنے والا
منزلِ عشق و صدق کا رہبر — رضی اللہ تعالےٰ عنہ
جان و مال اور گھر والے — اللہ اللہ! بھی کر ڈالے
نامِ نبی پہ سارے نچھاور — رضی اللہ تعالےٰ عنہ

رضی اللہ تعالےٰ عنہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آزادیٔ بلالؓ

حکایت نمبر ۳۴

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ مؤذن اور عاشق رسولؐ تھے، جب یہ مسلمان ہو گئے تو ان کے مالک کو پتہ چل گیا یعنی امیہ بن خلف جو کہ دشمنانِ مصطفےٰ میں ایک اہم فرد تھا۔ وہ بہت ہی بے رحم اور سفاک تھا۔ اس نے طرح طرح کی ایذائیں جناب بلال کو دینا شروع کر دیں۔ ایک دن سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے بہت بڑی قیمت کا سونا امیہ کو دے کر حضرتِ بلال کو خرید کر آزاد کر دیا۔ صدیق اکبر کا یہ ایثار خالقِ کائنات کو بڑا پسند آیا۔ اور قرآنِ مقدس میں خداوند قدوس نے ارشاد فرما دیا۔

الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ

"جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے۔ جو سب سے بلند اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہو۔" پ۳۰ ع ۱۸

اور صاحب تفسیر خزائن العرفان لکھتے ہیں :-

جب صدیق اکبر نے حضرتِ بلال کو بہت گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا تو کفار کو حیرت ہوئی - اور انہوں نے کہا کہ حضرت صدیق نے ایسا کیوں کیا؟ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہو، جو انہوں نے اتنی گراں قیمت دے کر خریدا اور آزاد کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی - اور ظاہر فرما دیا گیا کہ حضرت اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل محض اللہ کی رضا کے لئے ہے، کسی کے احسان کا بدلہ نہیں - اور نہ ان پر حضرت بلال وغیرہ کا کوئی احسان ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بہت سے لوگوں کو ان کے اسلام لانے کے سبب خرید کر آزاد کر دیا"۔

(خزائن العرفان ص۸۳۵)

اور اس آیت مقدسہ کے تحت صاحب روح البیان یوں فرماتے ہیں

اَلْاٰیَۃُ نَزَلَتْ فِیْ حَقِّ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حِیْنَ اشْتَرٰی بِلَالًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

یہ آیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوتی ہے جب کہ آپ نے حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا تھا - اور آزاد کیا تھا"

(پ۳۰ ع ۱۸، خزائن العرفان ص۸۳۵، روح البیان ص۶۲۱ ج۴، نحسن العظم اور محسنین ص۱۰۰)

نتیجۂ فکر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا مال و زر سب کچھ ناموس اسلام کی بقا کے واسطے قربان کر دیا - اور خود مصوّر فطرت خالقِ کائنات نے بھی قرآن پاک کی زبانی صدیق اکبر کی تعریف اور شان و شوکت کا اعلان فرما دیا کہ ہم اسے راضی کریں گے - اور یہ تو لوگ صدیق اکبر

کو بُرا سمجھتے ہیں اور آپ سے ناخوش ہیں تو یقیناً خود اللہ رب العزت ان پر ناخوش ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صدیق اکبر نے اس پُر آشوب زمانے میں ناموسِ اسلام اور ناموسِ مصطفےٰ کی نہ صرف دل و جان سے رفاقت کی بلکہ انہوں نے خود بھی اللہ تعالیٰ اور مختار لولاک کے دین کی خاطر طرح طرح کی سختیاں برداشت کیں۔ اور بلالؓ کی طرح اور کتنے دوسرے غلاموں کو مال و زر کے عوض آزادیاں دلائیں۔ الغرض جن کی سخاوت و ایثار کی گواہی خود خداوند کریم دیتا ہو تو ان کی کتنی بڑی شان و شوکت ہوگی۔

سر روشن دِلاں صدیقِ اعظم
کہ شد اقلیم تصدیقش مسلّم
ز مہرش روزِ دیں را روشنائی
بد و اہلِ یقیں را آشنائی

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

"پانچ محل"

حکایت نمبر ۳۵

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ کہ اس وقت بہشت
میری نظر میں ہے۔ اس میں مجھے ایک محل دکھائی دے رہا ہے۔
جو یاقوت کے ایک ہی دانے سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس
کے ساتھ چار اور محل بھی ہیں۔ جب میں نے پوچھا کہ یہ محل کس
کے ہیں۔ تو حکم ہوا ایک آپ کے لئے اور چار آپ کے یاروں
کے لئے۔" (دہشت بہشت ص۲۲۲)

نتیجۂ فکر

نگاہِ مصطفیٰ سے ارض و سما کی کوئی بھی چیز پنہاں نہیں۔ اور کائنات
کا ذرہ ذرہ آپ کے پیشِ نظر ہے۔ اور حضور ہر شئے کو دیکھ رہے ہیں۔
اور جو لوگ بصیرت مصطفیٰ سے انکار کریں۔ کہ حضور کو کچھ نہیں دیکھ
سکتے۔ انہیں تو دیوار پیچھے کا بھی علم نہیں۔ وہ نفوس اپنے نفسوں پر ظلم و
ستم کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی عاقبت کو برباد کر لیا ہے خدا ایسے
لوگوں کو راہِ ہدایت عطا کرے۔ کہ وہ اپنے دلوں سے بغض مصطفیٰ
نکال لیں۔ اور حضور کے چار یار یعنی صدیق اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی،
مولائے علی رضی اللہ عنہم۔ ساقیٔ کوثر کے محبوب غلام اور ہمنشین ہیں۔

گویا آپ آفتاب نبوت ہیں، اور یہ ماہتاب ولایت ہیں۔ جو لوگ اس حقیقت وصداقت کو نہ مانیں ان کا کیا علاج کیا جائے۔
نیز ہمارے حضور جنت کے پانچوں محلوں کو دیکھ رہے ہیں، اور پانچوں پہ پانچوں کے اسم گرامی لکھے ہوئے ہیں۔

جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

کنزِ ہر بے کس و بے نوا پر درود
حرزِ ہر رفتہ طاقت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے بے کس کی دولت پہ لاکھوں درود
مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام

خلق کے دادرس سب کے فریادرس
کہفِ روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام

ڈاڑھی کی طفیل

حکایت نمبر ۳۶

محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ڈاڑھی مقدس کو شانہ کر رہے تھے کہ ایک بال جدا ہو کر یہودیوں کے قبرستان میں جا پڑا۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ایک سو تین دن تک اس قبرستان سے عذاب ہٹا لیا۔ (راحت المحبین ص ۱۴۲)

نتیجۂ فکر اولیاء ربانی کے تبرکات میں ربّ جلیل اور شہنشاہِ عرب و عجم کے اوصاف و کمالات ہوتے ہیں۔ ان کی طفیل بڑی سے بڑی مصیبت و مشکل حل ہو جاتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سومنات کے عظیم معرکہ میں مصائب و ابتلا میں گھرے ہوئے تھے۔ سیدنا ابو الحسن خرقانی رضی اللہ عنہ کا جبّہ مبارک لے کر آپ بارگاہِ ربّ جلیل میں سجدہ ریز ہو گئے۔ اور قلب سلیم سے دعا کی

"اے دلوں کے راز جاننے والے میں تیرا اور تیرے حبیبؐ کا نام بلند کرنے آیا ہوں۔ بزارہ کرم اس پیراہن مقدسہ کی طفیل مجھے فتح و نصرت سے ہمکنار کر دے۔"

خدائے علیم نے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور آپ اپنے مقاصد میں کامیاب و کامران ہو گئے۔

تبرکات اولیا آثر وراثہ ہیں۔ اور ان میں خداوند قدوس کی حکمتیں۔ رحمتیں پنہاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ سیدنا امیر المؤمنین تو خدا کے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک منظور نظر تھے۔ اور انہیں بارگاہ الٰہی میں ایک اہم مقام حاصل تھا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کی ڈاڑھی کے بال مبارک کی طفیل یہودیوں کے قبرستان سے عذاب اٹھالیا اور اپنی رحمتوں سے انہیں نوازا۔ اور پھر ان اولیا ربانی کے اولیاء اور صدیق اکبرؓ کے جو آقا و مولیٰ مختار کل ہیں کیا ان کے قبضۂ اختیار میں کچھ نہیں؟ اور کیا وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اور وہ لوگ جو ان پاک لوگوں کی مثل بنتے ہیں۔ اُن کے بالوں کی حقیقت یہ ہے کہ گندی نالیوں اور بُری جگہوں میں آوارہ پھرتے ہیں اور ان کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔

بال صدیق میں یہ تاثیر دیکھی

بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

منزل عشق و صدق کا رہبر!

رضی اللہ تعالےٰ عنہ

نبیوں کے بعد ہیں سب سے بہتر

رضی اللہ تعالےٰ عنہ

جنت کے دو سردار

حکایت نمبر ۶۷

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کی شانِ مقدس میں فرمایا:-

هٰذَانِ سَيِّدَانِ كُهُولُ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ

یہ دونوں سردار ہیں۔ جنت کے ادھیڑ عمر والوں کے اوّلین اور آخرین میں سوائے نبی اور مرسلین کے۔"

(جواہرِ فریدی صفحہ ۱۰۴)

(ابن ماجہ شریف صفحہ ۴۸ "اردو" مطبوعہ لاہور)

نتیجۂ فکر

نبیؐ کی زبان، زبانِ حق ہوتی ہے۔ جو شخص اس سے انکار کرے وہ کافر ہوتا ہے۔ پھر ہمارے حضورؐ کی زبانِ انور۔ وہ تو کُن فیکون کی کنجی ہے۔ اس زبان نے جو کچھ بھی فرما دیا وہ ہو گیا۔ امام اہلِ سنت اسی زبان سے متعلق فرما گئے ہیں۔ سے

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

گویا سرکارِ دوعالم نے جو کچھ بھی کہہ دیا وہ ہو گیا، چنانچہ آپ نے جنت الفردوس کے لیئے دو سردار مقرر کر دیئے۔ یقیناً وہ جنت الفردوس کے سردار ہیں۔ پھر وہ احباب جو کہ خدا کے مقبولوں، اور مصطفیٰ کے محبوبوں یعنی سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے ہیں وہ کتنے ظالم اور بدبخت ہیں۔ اللہ تعالےٰ بطفیل مصطفےٰ ان لوگوں کے ناپاک ارادوں سے ہر مسلمان کو بچائے۔" آمین!

مسلمانو! یہ صدیق اکبر وہی ہیں۔ جب کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا تو ملک میں ارتداد بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ اور اس عالم میں مدینۃ الرسول سے فوج کا باہر بھیجنا مناسب نہیں تھا۔ صحابہ کرام نے آپؓ کو رائے دی کہ پہلے گھر کے فتنوں سے نپٹ لیجئے۔ یہ ضروری ہے۔ تو آپؓ نے جواب دیا:۔

"مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر مدینے پاک میں کوئی ایک شخص بھی باقی نہ رہے اور میں اکیلا رہ جاؤں اور جنگل کے درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں تو بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسامہؓ کو اس مہم پر ضرور بھیجوں گا۔

یہ ہے وہ عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جذبہ اور اطاعت کا جوش جس نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صدیق اعظم بنا دیا۔ بدبخت ہیں ان پر تنقید کرنیوالے۔

عظیم نفع

حکایت نمبر ۳۰

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

"مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ"

مجھے جتنا نفع ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مال نے دیا ہے اتنا نفع کسی اور کے مال نے نہیں دیا۔ (ترمذی شریف ، تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۱)

نتیجۂ فکر

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بہت بڑی شان و شوکت ہے چنانچہ خود سیدِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُنکی تعریف فرمائی ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کی زندگی کا واحد مقصد اور نصب العین یہی تھا کہ شام و سحر صرف حضور کے ساتھ عشق کرنا اور حضور کے ارشادات پر عمل کرنا اور احکاماتِ الٰہی پر ثابت قدم رہنا اور اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنا تن، من، دھن یعنی سب کچھ نچھاور کرتا تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور پُر نور کے نزدیک صدیق اکبرؓ ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ اور آپ کو دربارِ نبوی میں مقبولیت کا درجہ حاصل تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو آپ کو صدیق اکبر نہیں مانتے اور آپ کے ساتھ بغض رکھتے ہیں یقیناً ان لوگوں نے اپنی عاقبت کو برباد کر لیا۔ اور یہ بھی عیاں ہوا کہ

شانِ صدیق اکبر ایک محیطِ بیکراں ہے۔ اور آپ کی شان و شوکت کے کمال کو کوئی نہیں پا سکتا۔

رضی اللہ تعالےٰ عنہ
رضی اللہ تعالےٰ عنہ

یار کے نام پہ مرنے والا
سب کچھ صدقے کرنے والا
منزلِ عشق و صدق کا رہبر
رضی اللہ تعالےٰ عنہ
مولانا صدیق اکبر
رضی اللہ تعالےٰ عنہ

غار کا دیکھو تو وہ منظر
کون ہے بیٹھا گود میں لیکر
سرورِ عالم کا سرِ انور
رضی اللہ تعالےٰ عنہ

نورانی گودڑی

حکایت نمبر ۳۹

ایک دن سیدنا امیر المؤمنین ابوبکر صدیق نے اسّی ہزار دینار خدا کی راہ میں
خرچ کئے۔ اور گودڑی پہن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو
حضور نے پوچھا کہ اے ابوبکر دنیاوی ذخیرے میں سے کچھ باقی رکھا ہے تو آپ نے
عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " خدا اور رسول" یعنی خدا اور خدا کا رسول
باقی ہے۔ جونہی صدیق اکبر نے یہ کہا تو فوراً حضرت جبرئیل امین معہ ستر ہزار مقرب
فرشتوں کے گودڑی پہنے ہوئے تشریف لے آئے اور سلام کے بعد عرض کی، یارسول
اللہ" خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ آج ابوبکر نے ہماری راہ میں اپنا مال خرچ کیا ہے، اس
کو ہمارا سلام کہدیں۔ اور فرمادیں کہ تم نے وہ کام کیا ہے جس میں ہماری رضا تھی۔
اور ہم وہ کام کرتے ہیں جس میں تیری رضا ہے۔ پھر سید عالم اور تمام فرشتوں کو
حکم ہوا کہ صدیق اکبر کی موافقت کی وجہ سے سب گودڑی پہنیں۔ کیوں کہ قیامت کے
دن تمام گودڑی پہننے والوں کو صدیق اکبر کی گودڑی کے صدقے ہم بخش دیں گے۔"

(انیس الارواح ص ۱۳)

نتیجۂ فکر

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دینِ حق کی خاطر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ
علیہم اجمعین سے زیادہ قربانیاں دی ہیں۔ اور رضائے خدا اور رضائے مصطفےٰ ﷺ
کے حصول کے لئے اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا۔ آپ کا یہ فعل ذاتِ حق کو بڑا ہی پسند
آیا۔ اور فرشتوں سے فرمایا کہ تم صدیق اکبر کی شکل اختیار کرو۔ اور ان کی طرح گودڑی

پہن کر دربارِ مصطفےٰ میں حاضر ہو جاؤ۔ معلوم ہوا صدیق اکبر کی سنت کو فرشتے بھی اپناتے ہیں۔ یقیناً صدیق اکبر کا مرتبہ بہت بلند تھا کہ خود خالق کائنات وہ خالق کائنات جسکی رضا و کرم کے ہر کس و ناکس طالب و محتاج ہیں اور ساقی کوثر کے صدقہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رضا چاہتا ہے۔ اور آپ کے لیئے اپنا خاص سلام بھیجتا ہے۔ اور وہ بدبخت لوگ جو صدیق اکبر کی ذات مبارک پر اعتراض کرتے ہیں وہ جہنمی ہیں۔ اور خدا ان سے ناراض ہے۔ سیدنا صدیق اکبر ایک مقدس شخصیت ہیں۔ خدا اور مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن سے راضی ہیں۔

حالانکہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے گھر کا سارا سامان راہِ خدا اور راہِ مصطفےٰ میں قربان کرنے کے بعد بارگاہِ حسن و جمال میں پیش کر دیا۔ اور جب شہنشاہِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام صدیق اکبر سے رطب اللسان ہوئے۔ کہ اے صدیق گھر میں رہنے کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول۔ اسی مقام کے متعلق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کیا ہی خوب فرماتے ہیں۔

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

گویا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی شان و شوکت ہے۔

سیّد دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام استغراقی کیفیت میں تھے۔ آپ اسی کیفیت میں مدینہ شریف کے باہر ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ جس میں ایک کنواں تھا۔ اس میں اپنے پاؤں مبارک لٹکا کر بیٹھ گئے۔ آپ عالم احوال میں متبحر تھے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ حضور کے ہمراہ تھے۔ انہیں آپ نے فرمایا کہ "صحابہ عظام میں سے اگر کوئی آئے تو بغیر میری اجازت کے اندر نہ آنے دینا۔ جب امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے تو ابو موسیٰ اشعریؓ نے اطلاع دی۔ حضورؐ نے فرمایا آنے دو۔ جب اندر آ گئے تو حکم ہوا کہ میری دائیں طرف اسی طرح بیٹھ جاؤ۔ پھر امیر المؤمنین ذو النورین اور امیر المؤمنین علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ الکریم آئے اطلاع ہونے پر اندر جانے کی اجازت ملی۔ اور حکم ہوا کہ بائیں طرف اسی طرح بیٹھ جاؤ۔ دیر تک بیٹھے رہے اور حضور پُرنور اپنے احوال میں رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد فرمایا۔ اے یارو! جس طرح ہم زندگی میں بیٹھے ہیں اسی طرح وفات کے بعد بھی ایک ہی جگہ ہوں گے۔ اور اسی طرح ہمارا حشر بھی اکٹھا ہوگا۔ اور بہشت میں بھی ایک جگہ پہ ہوں گے۔"

(اسرار الاولیاء ص۱۶۱ ، ہشت بہشت ص۲۲۶)

نتیجہ فکر

ساقی کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت بڑی شان مقدسہ ہے۔ اور چہار سلاسل اولیاء ربانی کے دستور کے مطابق مراقبہ کرنا اور مراقبے میں مشاہدہ کرنا یہ سنت

مصطفائی ہے۔ اور خود حضور علیہ السلام نے بھی کیا ہے۔ اور جو مراقبے اور مشاہدے کا انکار کرتے ہیں۔ وہ مراقبے کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اور جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد کے مصداق حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جمالِ انور ایک ہمہ گری اور سرمدی جمال ہے۔ وہ لوگ جو جمالِ مصطفٰے سے فیضیاب ہوئے ہیں یقیناً تمام اقوام عالم میں بزرگی و عزت میں ارفع و اعلیٰ ہیں۔ اور آج کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں جنتی یا جہنمی ہے۔ مگر قربان جائیے مختار دو عالم پر کہ آپ نے اپنے پیارے یاروں کو فرما دیا کہ تم لوگ جنتی ہو اور فردوس بریں میں میرے ساتھ ہو گے۔ یعنی یہاں بھی اور وہاں بھی ایک ہی جگہ پر ہوں گے۔ پس معلوم ہُوا سیدنا صدیق اکبر۔ سیدنا فاروق اعظم۔ سیدنا عثمان ذوالنورین۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین جنتی ہیں۔ اور جو لوگ ان کے جنتی ہونے میں شک کریں وہ خود جہنمی ہیں۔ اور قولِ مصطفٰے کو ٹھکراتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی عاقبت کو خراب کیا ہُوا ہے۔ خدا بچائے دشمنانِ یارانِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔

حضرت مولانا ظفر علی خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہیں ایک ہی شمع کی سب کرنیں
بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ
کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

ایک کرامت

حکایت نمبر ۴۱

ایک دفعہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی جگہ پر تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ پاؤں تلے ایک چیونٹی آ گئی۔ چیونٹی کی دردناک آہ سن کر آپ ٹھہر گئے۔ دایاں پاؤں اٹھا کر دیکھا تو تڑپتی ہوئی چیونٹی دکھائی دی۔ اُسے اٹھایا تو وہ مر گئی۔ اُسے ہتھیلی پر رکھکر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ اے پروردگار اگر تیری بارگاہ میں مجھے بال بھر بھی دخل ہے تو اس کی حرمت سے اس چیونٹی کو زندہ کر۔ ابھی ٹھیک طور پر یہ الفاظ کہنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ وہ چیونٹی زندہ ہو گئی۔ (ہشت بہشت ص۵۸ مطبوعہ لاہور)

نتیجۂ فکر

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خالق کائنات سے ایک خاص الخاص تعلق تھا۔ تب ہی آپ نے مُردہ چیونٹی کو دست مبارک پر رکھکر آسمان کی طرف نگہہ مبارک اٹھا کر بارگاہِ ذوالجلال میں عرض کیا تھا۔ کہ مولیٰ کریم اگر میں تمہاری بارگاہ میں محبوب ہوں۔ اور تیرے کارخانے میں مجھے کچھ دخل ہے تو . . . . . اس کے طفیل . . . . . . اللہ تعالیٰ نے آپ کی نگاہِ پاک کی لاج رکھ لی۔ اور وہ زندہ ہو گئی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا وند قدوس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے اور محب غلام کو اتنی قوت سماعت دی تھی کہ وہ اپنے پاؤں کے نیچے کی آواز بھی سن لیتے تھے۔ اور وہ ذاتِ گرامی جو مقبولوں، محبوبوں، نبیوں رسولوں اور ولیوں کے پیشواؤں کے بھی پیشوا ہیں۔

کیا انہیں دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں ؟ اور کیا انہیں کائنات کے محور تمام میں کچھ بھی اختیار نہیں "

" استغفر اللہ ! یہ کفریہ جملہ آج کے کچھ نام نہاد مسلمانوں کا عقیدہ و ایمان ہے ۔ خداوند قدوس ایسے گمراہوں سے محفوظ رکھے ۔ اور حضور پُرنور تو وہ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

دور و نزدیک کے سُننے والے وہ کان

کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

بھائیو ! تمام دنیا بھر کی ساری کی ساری نعمتیں سب صدقہ ہیں حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ۔ لہٰذا ان نعمتوں سے جائز طور پر فائدہ لیجئے ۔ کیوں کہ کائنات کی تمام اشیاء حضور علیہ السلام کے تصرف و اختیار میں ہیں ۔ اور حضور ہر گھڑی و ہر آن اپنی امت کے احوال سے آگاہ رہتے ہیں ۔ اور جس امتی کو وہ جتنا چاہیں دے سکتے ہیں ۔ اعلیحضرت فرماتے ہیں :- ؎

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا

موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں

انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شمعِ بزمِ ھدایت پہ لاکھوں سلام

اہم ذمہ واریاں

حکایت نمبر ۴۲

"ایک چڑیا درخت پر بیٹھی چہچہا رہی تھی۔ سیدنا صدیق اکبر نے اسے دیکھ کر فرمایا تو بڑی خوش قسمت ہے۔ جو بغیر روک ٹوک کے اڑتی پھرتی ہے۔ درختوں کے سایہ میں بیٹھتی ہے۔ اور زمزمہ سرائی کرتی ہے۔ کاش ابوبکر تیرے ہی جیسا ہوتا۔ اور اس پر اتنی ذمہ داریاں نہ ہوتیں۔" (مخزن اخلاق ص۱۱۴)

نتیجہ فکر

زندہ قوموں کے راہنما زندہ دل اور صاحب درد ہوتے ہیں۔ مردہ قوموں کے اعلےٰ حکام ضمیر فروشں اور غدار ہوتے ہیں۔ باشعور قوم کا راہنما ہر گھڑی اپنی رعایا کی خبرگیری کیا کرتا ہے۔ قوم کے ہر افعال کا اسے پاس ہوتا ہے۔

امیرالمؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دل و دماغ میں خوف الہٰی موجزن تھا۔ ہر وقت عامۃ المسلمین کے مال اور ایمان کا انہیں خیال رہتا تھا۔ اور امور مملکت میں آپ ایک فیصلہ کن حیثیت کے حامل تھے۔ قوم و ملت کا عظیم بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتے تھے۔ چنانچہ چڑیا کی آزادی دیکھ کر یہ خیال ذہن میں پیدا ہونا بجا تھا۔ کہ میں تو قوم و ملت کے عظیم بوجھ میں دبا ہوا ہوں۔ تو ہی مجھ سے بہتر ہے۔ جو آزادی سے اڑتی پھرتی ہے۔ اسے تو کچھ بھی حساب نہیں دینا۔ مگر میں نے آخرت میں خدا کو قوم و ملت کے قول و فعل اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ گویا امیر و

حاکم آزاد نہیں ہوتا۔ اسے ہر وقت قوم و ملت کی تکالیف کا محاسبہ کرنا ہوتا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ حکام جو سیدنا صدیق اکبرؓ کے نقوشِ پا ء کی جستجو میں دیوانہ وار آگے بڑھتے ہیں۔ اور اُن کے فرمودات کی راہنمائی میں عدل و انصاف کو بروئے کار لاتے ہوئے خالقِ کائنات اور ساقیِ کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا جوئی کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ اور قابلِ نفرت وہ لوگ ہیں جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا امیر و حاکم اور خلیفۃ المسلمین اور امیرالمؤمنین تسلیم نہیں کرتے بلکہ اُن کو بُرے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ اور خود ہر وقت دنیا جہان کی عیش و عشرت میں غلطاں ہیں۔

اے غافلو! کبھی تو اِدھر کی بھی خبر لو
ایسی بھی دل میں الفتِ دُنیا نہ چاہیئے

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فطرتاً نہایت ہی رقیق القلب اور رقیق الجذبات تھے۔ جب آپؓ قرآن شریف پڑھتے تو ترہیب و ترغیب کے موقعوں پر بے اختیار رو دیا کرتے تھے۔ آپؓ کے اس رونے کا اثر قریش کی عورتوں اور ان کے بچوں پر بہت پڑنے لگا۔ جو کہ آپ کے چبوترہ کے ارد گرد جمع رہتے تھے۔ یہ معتمدین و رؤسائے قریش کے خلاف گذرتا۔ کیونکہ تبلیغ اسلام کا یہ ایک مؤثر ذریعہ تھا۔ گویا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہر کردار اور ہر افعال سے دین اسلام کو فروغ حاصل ہوا پھر کتنے تنگ دل ہیں وہ لوگ جو کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسلمین نہیں مانتے۔ بلکہ اُلٹا ان کی ذاتِ گرامی پر طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ ایسے احباب کو ہوش و حواس سے کام لینا چاہیئے۔ کہ آپؓ اصحابِ رسولؐ ہیں۔

مقدس منشور

حکایت نمبر ۴۳

خلافت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ و سلام کا اعلان ہوتے ہی سیدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مسلمانوں کے ایک عظیم الشان اجتماع کو جمع فرمایا۔ اور اُن کو ایک خطبہ نورانی دیا۔ حضرت امام زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ نے منبر پہ کھڑے ہو کر یہ فرمایا :۔

وَاللّٰہِ مَا کُنْتُ حَرِیْصًا عَلَی الْاِمَارَۃِ یَوْمًا وَّلَا لَیْلَۃً وَّلَا کُنْتُ فِیْہَا رَاغِبًا وَّلَا سَئَلْتُہَا اللّٰہَ قَطُّ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً وَّلَا لِیْ فِی الْاِمَارَۃِ مِنْ رَاحَۃٍ۔

"اللہ تعالےٰ کی قسم میں نے تو رات دن کبھی خلافت کی نہ حرص کی اور نہ ہی مجھے اس کی خواہش تھی۔ اور نہ میں نے کبھی اللہ سے ظاہر و باطن میں اس کی طلب کی۔ اور نہ ہی خلافت میرے واسطے خوشی ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد پھر رطب اللسان ہوئے۔

لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں۔ لیکن میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں نیک کام کروں تو اس میں میری مدد کرو اگر بُرا کام کروں تو مجھے ٹوکو۔ صدق

امانت ہے۔ اور کذب خیانت۔ تمہارا کمزور شخص میرے نزدیک قوی ہے۔ جب تک میں اس کا حق نہ دلا دوں۔ اور تمہارا قوی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اس کے ذمے جو حق ہے وہ اس سے نہ لے لوں۔ جو قوم اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد ترک کر دیتی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ ذلت و خواری مسلط کر دیتا ہے۔ اور اگر کسی قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر بلائیں اور عذاب عام کر دیتا ہے۔ تم میری اطاعت کرو۔ جب تک میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں۔ لیکن اگر مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جس سے اللہ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا پہلو نکلتا ہو تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ تم مجھے سیدھے راستے پر چلاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔

(تاریخ اسلام صفحہ ۱۳۵، محسن اعظم اور محسنین صفحہ ۱۱۲)
(کشف المحجوب صفحہ ۹۴)

نتیجۂ فکر

معلوم ہوا قوم ریاست بغیر حاکم و امیر کے نہیں چل سکتی۔ اور نظام حکومت ایک عظیم بارگراں ہوتا ہے۔ پھر خلافت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ تو ایک عظیم تر ذمہ داری تھی۔ اور قوم کی امارت کا بارِ عظیم اٹھانا یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایمانی جرأت و ہمت تھی کہ اس عظیم بارگراں کو اپنے کمزور کاندھوں پر اٹھا لیا۔ اور شہنشاہِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیضان کرم کا ہی عظیم اثر تھا کہ اس مختصر و مدلل تقریر و خطاب میں اقوامِ عالم کے سامنے ایک مکمل و جامع ضابطۂ حیات پیش کر دیا۔ اور اس تقریر میں وہ جامع و ارفع قوانین و اصول پیش کر دیئے جو زمانۂ مابعد میں بھی اقوام اس منشور کی روحانی و ظاہری افادیت کے قائل اور اس کی عظمت و حکمرانی اور جہانبانی کے سنہری

اصولوں کے دلدادہ ہیں۔ اور پھر یہ معلوم ہوا کہ امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ صحیح معنوں میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے اور پکے غلام تھے۔ نیز آپ باتفاق مسلمانوں کے خلیفۃ المسلمین مقرر ہوئے اور جو نفوس آپ کی خلافت کے منکر ہیں وہ یقیناً احمق وگمراہ ہیں۔

اور معلوم ہوا آپ کی حکومت و امارت کا مقصد صرف یہی تھا کہ اکناف عالم میں کلمۃ الحق اللہ اور سید دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام وارشادات کا نفاذ کیا جائے۔ اور آپ کی کوئی دنیوی خواہش نہ تھی کہ وہ حاکمیت کے دوران اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کو پورا کریں۔ نہیں نہیں! بلکہ آپ نے تمام تمام مسلمانوں کو کلی آزادی دے دی کہ اگر تم اپنے خلیفہ کو خلافِ شریعت مصطفائی دیکھو تو اس کا سدِ باب کرو۔ اور اس کو سیدھے راستے پر گامزن کرنے کے لئے مجبور کردو۔ اگر وہ اپنے منشور یعنی حلفِ وفاداری اٹھاتے وقت جن جن باتوں کا اقرار کیا ہے۔ وہ پورا نہیں اترتا تو اس کی بالکل اطاعت نہ کرو۔

افسوس! صد افسوس! موجودہ دور کے اعلیٰ حکام پر جنہیں اپنے حلفِ وفاداری کا ذرا بھی پاس نہیں۔

"حلف" ایک مقدس اقرار نامہ ہوتا ہے۔

جس کا پابند دستور کا ثبات کے نزدیک لازم وملزوم ہوتا ہے۔

مگر ہائے۔ اس مقدس منشور کا کوئی بھی پابند نہیں ورنہ ہمارے حکام زبانی جمع خرچ کی حیثیت سے مطابق حلفِ وفاداری اٹھاتے ہیں۔ ان نام نہاد حکام کو چاہیئے کہ وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے منشور کو صبح وشام اپنے پیش نظر رکھیں اور انہی کے افعال واقوال کو اپنانے کی کوشش کریں۔ خداوند قدوس للغنی صاحب لولاک انہیں ایمانی بصیرت اور جذبۂ صدیقی سے ہمکنار کرے۔ اور قرونِ اولیٰ کے اولیاء ربانی کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت کرے۔

رزم گاہ میں خواب

حکایت نمبر ۴۴

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخری ایام تھے۔ ملک شام میں حق و باطل کا معرکہ برسرپیکار تھا۔ اور کفار کا لشکر بڑی ہی سراسیمگی کی حالت میں پسپا ہو رہا تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فتح و نصرت کے پرچم گاڑتے ہوئے، دینِ مصطفائی کا ڈنکہ بجاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ اور ابھی دمشق فتح کرنے کا منصوبہ درپیش تھا۔ مگر دمشق شہر کے فتح کرنے میں مسلمانوں کو طرح طرح کی دقتیں پیش آرہی تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی الجھن و مصیبت میں پریشان تھے۔ اور امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی پریشانی و حیرانی کے عالم میں اپنے خیمے میں تشریف لے گئے۔ آپ پر نیند کا غلبہ ہوا۔ اور خواب استراحت کے عالم میں دیکھا کہ میرے خیمے میں حضور دانائے غیوب رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔ اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بشارت دی کہ "اے ابو عبیدہ! مسلمانوں سے کہدو کہ آج یہ مقام فتح ہو جائے گا۔ اطمینان رکھو"

یہ فرما کر حضور دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت جلدی واپسی کا عزم فرمایا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس مصیبت کے وقت حضور کو اتنی جلدی کیوں ہے؟ اور کیوں تشریف لے جا رہے ہیں؟

حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے ابو عبیدہ! آج ابوبکر کی وفات ہو گئی ہے۔ میں ان کا جنازہ تیار چھوڑ کر ادھر آیا ہوں مجھے ابھی ابوبکر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے جنازہ پر واپس جانا ہے۔ یہ فرما کر ہادیٔ بے کساں فخر کون ومکاں واپس رزم گاہ سے تشریف لے گئے۔ (سیرۃ الصالحین صہ ۹۳)

نتیجۂ فکر

ہمارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یقیناً حیات النبیؐ ہیں۔ اور بعد از وصال بھی اُمت کی خبرگیری فرماتے ہیں۔ اور اپنے نام لیواؤں کی پشت پناہی بھی کرتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ رزم گاہ میں جب کفر و اسلام برسرِ پیکار تھا۔ اور لڑائی کا نقشہ کچھ ایسا عجیب ہو گیا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سکوت و حیرانی کے عالم میں فتح دمشق کے متعلق سوچ رہے تھے۔ کہ مختار لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ دیکھا نہ گیا کہ میرے اُمتی حیران و پریشان ہوں۔ لہٰذا مسلمانوں کی آپ نے دستگیری فرمائی اور فتح و نصرت کی خوشخبری بھی سنادی۔ چنانچہ ہم مسلمانوں پر یہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاص الخاص تعلق و رابطہ تھا۔ اور یہاں بھی اور وہاں بھی۔ صدیق اکبر پر آپ کی ایک خاص نظرِ شفقت۔ نظرِ رحمت رہی۔ اور آپ کے وصال شریف کی خبر بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ کی حالت میں پہنچا دی۔

گویا! سیدنا صدیق اکبر! حضورؐ کے منظورِ نظر صحابی تھے۔ اس لئے حضورؐ آپ کے جنازہ پر بھی تشریف لے گئے۔

اور وہ لوگ جو سیدنا صدیق اکبر کو صحابی بھی نہیں مانتے اور آپ کی ذاتِ گرامی پر طعن بازی کرتے ہیں۔ خود ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ کتّے کی موت مرتے ہیں۔ اور مرنے کے بعد ان کی لاشوں کو کارپوریشن والے بھی نہیں سنبھالتے۔ چہ جائیکہ وہ بارگاہِ مصطفائی کے مقبول

صحابی کی ذات پر انگشت نمائی کریں۔ اور ان کے صدیق ہونے کا انکار کریں حالانکہ جن کے صدیق اکبر ہونے کی شہادت خود مولیٰ علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ بھی دیں۔ اور تمام صحابہ کرام کے نزدیک صدیق اکبر ہونا مسلّم ہو۔ ان کی شان وشوکت۔ عزت وعظمت کو حاسد کبھی بھی کم نہیں کر سکتے۔ یونہی بغض صدیق میں جلتے رہیں گے ؛

بزرگو ! سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد محترم حضرت سیّدنا امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہنے لگا ،، حضور ! " ابوبکر " کی کوئی بات کیجیے۔ امام زین العابدین نے فرمایا۔ حضرت صدیق کی ؟ سائل نے حیران ہو کر پوچھا ،، ابوبکر " کو آپ بھی صدیق کہتے ہیں ؟

تو سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ رطب اللسان ہوئے ،، اُن کا نام خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین اور انصار نے رکھا ہے۔ اور جو اُن کو صدیق نہیں مانتا خدا تعالیٰ اس کی بات کو دنیا و آخرت میں سچا نہ کرے جاؤ ! ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما دونوں کی محبت پیدا کرو "

گویا ! حضرت ابوبکر صدیق اعظم رضی اللہ عنہ کی وہ شانِ مبارک ہے کہ خود اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم انہیں ،، صدیق ،، تسلیم فرماتے ہیں۔ اور جو انہیں ،، صدیق " نہیں مانتا اسے وہ جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اب ان نام نہاد محبانِ اہل بیت کو چاہیئے۔ کہ وہ اہل بیت عظام سے سبق حاصل کریں۔ حالانکہ اہل بیت کا یہی سبق سچی ہے۔ کہ ،، سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے محبت پیدا کرو "

اب جو شخص بھی ان دونوں سے محبت نہیں رکھتا۔ وہ اہل بیت سے بھی محبت نہیں رکھتا۔ صرف زبانی جمع خرچ کی مانند ہیں ؛

خلیفۂ اوّل کا کفن

حکایت نمبر ۴۵

وقتِ وصالِ احمدِ مُرسل کا یارِ غار
کہتا تھا عائشہؓ سے کہ نورِ نگاہِ من

جب تین چادروں میں پیمبرؐ ہوئے تھے دفن
اتنا ہی میرے واسطے کافی ہے بس کفن

اک چادر اور ہو مری میّت کے واسطے
موجود میرے تن پہ ہیں جو چادریں کہن

کی عرض عائشہؓ نے کہ اے پدرِ محترم
اے مایہ دارِ حاجتِ نبیؐ ، نازشِ وطن

اے آسمانِ صدق کے تابندہ ماہتاب
اے محفلِ رسولؐ کے فانوسِ ضَو فگن

اے بعد انبیائے جہاں افضل البشرؑ

شاداب جس کے دم سے نبوت کا ہے چمن

اے منبعِ سخاوت و احسان حِلم و زُہد

اے معدنِ تدبّر و دانائے عِلم و فن

اے وہ کہ جس کی ذات ہے بیکس کی پردہ دار

لیتا ہے جس سے جامۂ تُو ہر برہنہ تن

یہ امر اقربا کو گوارا ہو کس طرح

اس کے کفن کے واسطے ہو چادرِ کہن

توفیق دی ہے ہم کو یہ ربِّ کریم نے

تکفین کی غرض سے خریدیں نیا کفن

دُختر کی التجا کا پدر نے دیا جواب

جو تھا فدائے شیوۂ سرکارِ ذوالمنن

ماخوذ از معارف اعظم گڑھ، سلسبیل لاہور
ص ۱۲۔ جلد ۵۔ شمارہ ۴

نتیجۂ فکر

اے نورِ دیدہ تجھ کو یہ ابتک خبر نہیں
ہوتا ہے ریم و خون ہی کی خاطر فقط کفن
زیبا ہیں جسمِ زندہ ہی کو جامہ ہائے نو
شایاں ہیں مُردہ تن کے لئے جامۂ کہن

رفیقِ قبر

حکایت نمبر ۴۶

وفات کے وقت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف ترسیٹھ ۶۳ سال کی تھی۔ آپ نے وصال سے پہلے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہدیا تھا کہ میرے جنازے کو تیار کر کے حجرہ شریف جس میں سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار انور ہے۔ کے سامنے رکھکر عرض کرنا۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔ یہ ابوبکر آپ کے دروازے پہ حاضر ہے۔ پھر جیسا حکم ہو کرنا۔ صدیق اکبر نے دوشنبہ کے دن ۲۱ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳ھ مطابق ۲۲۔ اگست سنہ ۶۳۴ء کو صرف ۲ برس ۷ ماہ کی خلافت کے بعد نہایت [illegible]

داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے جنازہ کو حجرہ شریف کے سامنے رکھکر مولا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ آپکے رفیقِ غار آپ کے دروازے پر حاضر ہیں۔ اور ان کی تمنّا آپ کے حجرہ شریف میں دفن ہونے کی ہے۔ اگر حکم صادر فرمائیں تو حجرہ شریف میں دفن کیا جائے۔ یہ سُن کر حجرہ شریف کا دروازہ جو پہلے بند تھا خود بخود کھل گیا۔ اور روضۂ انور سے یہ آواز آئی۔

اُدْخُلُوا الْحَبِیْبَ فَاِنَّ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ مُشْتَاقٌ۔

حبیب کو حبیب سے ملادو۔ کیونکہ حبیب کو حبیب سے ملنے کا اشتیاق ہے

حجرہ شریف سے اجازت ملنے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک میں آپ کو اس ہیئت سے دفن کیا گیا کہ صدیق اکبر کا سر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاندھوں کے متوازی رکھا اس طرح جو "رفیقِ غار" تھا وہ رفیقِ قبر بھی بن گیا۔

(سیرۃ الصالحین صہ ۹۷
محسنِ اعظم و محسنین صہ ۱۲۲
(تفسیر کبیر صہ ۴۶۵ جلد ۵)

نتیجۂ فکر

سیّدنا امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی عزت عظمت اور شان و شوکت اس بات سے عیاں ہے کہ آپ تمام انبیاء کے بعد افضل و اعلیٰ ہیں۔ اور آپ کا کوئی بھی ثانی نہیں کیوں کہ آپ نے حیات و ممات

میں بھی اتباع رسول، خود کی اور دوسروں کو بھی یہی تلقین فرمائی۔ آپ نے اپنی تمام زندگی سید دو عالم پر نچھاور کر دی اور ہر مصائب میں برابر شریک حال رہے۔

زندگی میں آپ حضور کے ثانی اثنین فی الغار ہیں
اور بعد از وصال آپ ثانی اثنین فی المزار ہیں
گویا! آپ زندگی میں بھی بے نظیر و بے مثال اور آپ کا کوئی دوسرا ثانی نہیں۔

اعلحضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:۔

سایۂ مصطفیٰ مایۂ اصطفےٰ
عز و ناز خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصادقین سید المتقین
چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

باب چہارم

امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

مطلوبِ رسولؐ

حکایت نمبر ۷۴

نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی۔ اے اللہ!

عمر بن الخطاب کے ذریعہ سے اسلام کو عزت دے۔" حضور علیہ السلام کی دعا ہو اور پھر قبول نہ ہو۔ چنانچہ ادھر تو یہ دعا ہوئی اور ادھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک ننگی تلوار لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے گھر سے چل پڑے۔ راستے میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ عمرؓ کے سخت تیور اور ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھکر اس نے پوچھا" عمر! خیر تو ہے! کہاں کا ارادہ ہے" عمرؓ بولے۔ "محمدؐ کا کام تمام کرنے کا" اس شخص نے کہا۔ اپنے گھر والوں کی تو خبر لو۔ تمہاری بہن اور تمہارے بہنوئی اسلام قبول کر چکے ہیں۔

حضرت عمرؓ اسی وقت بہن کے گھر پہنچے۔ اور انہیں خوب مار اپیٹا

یہاں تک کہ وہ زخمی ہوگئیں۔ اس عالم میں کہ اس نیک بی بی کے بدن سے خون جاری تھا۔" وہ بولیں" توڑ دیں گر ہڈیاں میری کبھی : : دامن احمد نہ چھوڑوں گی کبھی

عمرؓ! تم جو چاہو کرو۔ اسلام اب دل سے کہیں نکل سکتا ہے؟ بہن کے اس جملے سے عمرؓ متاثر ہوئے اور نرم پڑ گئے۔ ان کے اصرار پہ ان کی بہن نے قرآن شریف کی آیتیں سنائیں۔ جنہیں سن کر عمرؓ کے دل میں ایمان کا جذبہ پیدا ہوگیا۔ وہاں سے سیدھے کاشانۂ نبوت میں پہنچے اور نبیٔ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ حق پرست پہ اسلام قبول کر لیا۔ حضورؐ کو عمرؓ کے اسلام لانے کی اتنی خوشی ہوئی کہ بے ساختہ "اللہ اکبر!" کا نعرہ بلند فرمایا۔ تمام صحابہؓ نے اس نعرے کی لَے میں لَے ملا دی۔ جس کے شور سے مکے کی پہاڑیاں گونج اٹھیں"۔

(تاریخ الخلفاء ص۷۹، نزہۃ المجالس ص۲۱۳ ج۲
محسنِ اعظم ص۱۲۸)

نتیجۂ فکر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا کفر کی شکست اور اسلام کی فتح و نصرت کا پیش خیمہ تھا۔ سارے صحابۂ کرام علیہم الرضوان بہت بڑی شان اور بڑے مرتبے کے مالک ہیں۔ مگر حضرت عمرؓ اللہ عنہ کی یہ ایک امتیازی شان و شوکت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمرؓ کے مسلمان ہونے کی بارگاہِ الٰہی میں دعا بھی کی تھی۔ کس قدر خوش نصیب تھے فاروق اعظمؓ کہ ان کا ایمان اور اسلام مطلوبِ رسول تھا۔ اور ظاہر ہے کہ جو چیز بھی خواہش و تمنا سے حاصل کی جائے وہ بڑی محبوب ہوتی ہے۔ پھر وہ لوگ جو حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خلاف ہوں وہ گویا مرضیٔ مصطفیٰ کے خلاف ہیں۔

خطبہ فاروقی

حکایت نمبر ۸۴

سیدنا امیر المومنین حضرت صدیق اکبرؓ کے دورِ خلافت میں سیدنا فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہم) کو معتمد علیہ، مشیر اور رفیق کی حیثیت حاصل تھی سیدنا صدیق اکبرؓ کو سیدنا فاروقِ اعظمؓ کی اصابتِ رائے اور مشورے پر اعتماد تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق ان کی وفات کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر ۲۳ جمادی الثانی ۱۳ھ ہجری بروز سہ شنبہ مدینۃ الرسول میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیعت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں فطری طور پر تندی و تیزی پائی جاتی تھی۔ آپ کی اس مزاجی کیفیت نے اسلام کو غالب کرنے کا عظیم کارنامہ انجام دیا۔ کیسا ہی نازک موقع اور سخت معرکہ کیوں نہ ہو۔ حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ پریشان نہ ہوتے تھے۔ بلکہ حوادث سے ٹکرا کر تو ان کی شانِ جلالت اور چمک اٹھتی تھی۔ چنانچہ زمامِ خلافت سنبھالنے کے بعد سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبرِ رسول پر جلوہ افروز ہو کر عوام الناس سے خطاب کرتے ہوئے یوں رطب اللسان ہوئے:

"مجھے معلوم ہے کہ لوگ میری سختی سے ڈرتے اور میری درشتی سے لرزہ براندام رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عمرؓ اس وقت بھی ہم پر سختی کرتا رہا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ہمارے سروں پر تھا پھر اس وقت بھی ہم سے سختی کے ساتھ پیش آتا رہا، جب ہمارے اور اس کے درمیان حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حائل تھے لیکن اب کیا ہوگا؟ جب کہ تمام معاملات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ جو کوئی بھی ایسی باتیں کہتا ہے وہ ٹھیک ہی کہتا ہے۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر و باریاب رہنے اور حضور کی مصاحبت کا شرف حاصل تھا۔ میں سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطیع و فرمانبردار اور ادنیٰ چاکر تھا۔ اور کوئی نہ تھا جو نرمی اور رحم دلی میں آپ کو پہنچ سکتا۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے:

"وہ مومنین کے لئے راحت و رحمت کا سرچشمہ ہیں"

بارگاہ رسالت میں میری حیثیت ایک برہنہ شمشیر کی سی تھی جب حضورؐ چاہتے مجھے نیام میں فرما لیتے اور جب چاہتے اذن کار عطا فرماتے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسی طرح رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یاد فرمالیا۔ حضورؐ آخر وقت تک مجھ سے خوش رہے اس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس سعادت پر مجھے فخر ہے اس کے بعد مسلمانوں کی زمام کار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی، جن کے تحمل، کرم۔ اور نرمی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور میں ان کا بھی اطاعت کیش اور مددگار و رفیق رہا۔ اپنی سختی کو ان کی نرمی میں سمو دیتا میں ایک برہنہ شمشیر تھا جسے وہ نیام میں کر لیتے تھے یا اپنا کام کرنے کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ میں اسی طرح ان کے ساتھ بھی رہا۔ یہاں تک کہ اللہ ذوالجلال نے انہیں ہم سے جدا کر دیا۔ وہ دم واپسیں مجھ سے خوش رہے۔ ۔۔۔۔ الخ ۔۔۔۔

اے لوگو! اب تمہارے معاملات کی ذمہ داری میرے شانوں پہ رکھدی گئی ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ سختی اب نرمی میں بدل گئی ہے۔ لیکن ان لوگوں کے لئے بدستور قائم ہے جو مسلمانوں پر ظلم اور زیادتی کرتے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو امن و سلامتی سے رہتے اور جرأت ایمانی رکھتے ہیں۔ سو ان کے لئے میں سب سے زیادہ نرم ہوں۔ اگر کوئی کسی پر ظلم یا کسی کے ساتھ زیادتی کرے گا تو میں اس وقت تک اسے نہیں چھوڑوں گا۔ جب تک اس کا ایک رخسار زمین پہ نہ لٹکا دوں اور دوسرے رخسار پہ اپنا پاؤں نہ رکھدوں۔ تا آنکہ وہ حق کے سامنے سپر انداز ہو جائے۔

لوگو! مجھ پہ تمہارے چند حقوق ہیں۔ جو میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔ اپنے یہ حقوق مجھ سے حاصل کرو۔ مجھ پہ تمہارا یہ حق ہے۔ کہ تمہارے خراج اور اس غنیمت میں سے جو اللہ تعالےٰ تمہیں عطا کرے کوئی چیز ناحق نہ لوں۔ مجھ پہ تمہارا یہ حق ہے کہ (انشاء اللہ) میں تمہارے عطیات و وظائف میں اضافہ اور تمہاری سرحدوں کو مستحکم کر دوں۔ اور مجھ پہ تمہارا یہ حق ہے کہ تمہیں ہلاکت میں نہ ڈالوں۔ تمہیں گھر واپس آنے سے نہ روکے رکھوں۔ اور جب تم جنگ پر جاؤ تو ایک باپ کی طرح تمہارے اہل و عیال کی نگہداری کروں۔

اللہ کے بندو!

اللہ سے ڈرو۔ مجھ سے درگذر کر کے میرا ہاتھ بٹاؤ۔ نیکی کے احکامات کی تعمیل کرانے اور برائی سے روکنے میں میری مدد کرو اور تمہاری جو خدمات اللہ تعالیٰ نے میرے سپرد کی ہیں ان کے متعلق مجھے نصیحت

کرو۔ میں تم سے یہ بات کہہ رہا ہوں اور اپنے اور تمہارے لئے اللہ تعالےٰ سے مغفرت طلب کر رہا ہوں۔

(محسن اعظم، محسنین ص ۱۲۶ تا ۱۳۲)

نتیجۂ فکر

شہنشاہِ ارض و سما، حبیبِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو جو تعلیم و تربیت دی تھی۔ اور اپنے فیضِ محبت سے نوازا تھا اس کے نشانات و آثار اس خطبے مبارک میں واضح طور پر نظر آ رہے ہیں۔ سیّدنا امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ حکومت اپنی خداداد برکتوں، عظمتوں، رفعتوں، شجاعتوں کے علاوہ اس اعتبار سے بھی ممتاز و ارفع ہے کہ بہت سے ملک فتح ہو کر اسلامی حکومت میں شامل ہوئے۔ نجد، حجاز اور یمن کے علاوہ مصر عراق، بیت المقدس، جزیرہ خوزستان، آرمینہ، آذربائیجان، فارس کرمان، خراسان اور مکران خلافتِ فاروقی کے زیرِ نگین تھے۔ اسلام کے غلبے کا یہ عالم تھا کہ اس وقت دنیا کی جو طاقت بھی مسلمانوں سے ٹکرائی وہ پاش پاش ہو گئی۔ دنیا میں بہت بڑے بڑے فاتح اور کشورکشا گذرے ہیں۔ لیکن جب سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے آج تک کوئی شخص بھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا عظیم فاتح و کشورکشا نہیں گذرا۔ جو آپ کے برابر فتوحات اور عدل و انصاف دونوں کا جامع ہو نیز آپ نے اقوامِ عالم کے رہبری کو حکومت کرنے کے نئے نئے قوانین بتائے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قوم و ملت اور دینِ مصطفائی کے سچے ترجمان اور نگہبان تھے۔

اہم فیصلہ عمرؓ

حکایت نمبر ۴۹

ساقئ کوثر فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ وسلام کے مقدس زمانہ میں ایک یہودی اور ایک منافق میں کسی بات پہ آپس میں جھگڑا ہوگیا۔ یہودی چاہتا تھا کہ جس طرح بھی ہو سکا اسے حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ و سلام کی بارگاہِ عالیہ میں لے چلوں۔ چنانچہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوگیا۔ اور منافق کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عدالت میں لے آیا۔ اور شہنشاہِ عرب وعجم نے واقعات سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔ وہ منافق یہودی سے کہنے لگا کہ میں تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلوں گا۔ اور ان کا فیصلہ منظور کروں گا۔ یہودی بولا عجب آدمی ہو۔ کوئی بڑی عدالت سے ہو کر چھوٹی عدالت میں بھی جاتا ہے؟ جب تمہارے پیغمبر محمد (علیہ الصلوٰۃ وسلام) فیصلہ دے چکے تو اب عمرؓ کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ مگر وہ منافق نہ مانا۔ اور اس یہودی کو لے کر حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اور سیدنا عمر سے فیصلہ طلب کرنے لگا۔ یہودی بولا جناب! پہلے یہ بات سن لیجئے کہ ہم اس سے قبل محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ لے آئے ہیں۔ اور حضور نے فیصلہ میرے حق میں دیا ہے۔ مگر یہ شخص اس فیصلہ پر مطمئن نہیں۔ اور اب یہاں آپ کے پاس آ پہنچا ہے۔ سیدنا فاروق اعظم

رضی اللہ عنہ نے یہ بات سُنی تو آپ نے فرمایا اچھا ٹھہرو۔ میں ابھی آیا۔
اور ابھی تمہارا فیصلہ کرتا ہوں۔ یہ کہکر آپ اندر تشریف لے گئے
اور پھر ایک تلوار لے کر نکلے۔ اور اس منافق کی گردن پہ یہ کہتے
ہوئے مار دی۔ کہ "جو حضورؐ کا فیصلہ نہ مانے اس کا فیصلہ یہ ہے"۔

حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک یہ بات پہنچی تو آپؐ نے
فرمایا۔ واقعی عمرؓ کی تلوار کسی مومن پر نہیں اٹھتی۔ اس کے بعد پھر خالقِ
کائنات نے بھی یہ آیت مبارکہ نازل فرما دی۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ۔الخ

تیرے رب کی قسم! یہ لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک تمہیں
یارسول اللہ اپنا حاکم نہ مان لیں اور تیرا فیصلہ تسلیم نہ کریں۔
(قرآن شریف پ۵ سورۃ النساء آیت ۶۵ تاریخ الخلفاء صـ۸۸)

نتیجۂ فکر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سیّد دو عالم آقائے رؤف
الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوب و مقبول صحابی تھے۔ آپؓ کا شمار
ممتاز ترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا تھا۔ حضور علیہ السلام ہمیشہ
سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے خوش رہے۔ اور حضورؐ نے حضرت عمرؓ
کو "فاروق" کا خطاب عنایت فرمایا۔

واقعی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ذات حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی تھی۔ چنانچہ سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا اس بات پر مکمل ایمان ویقین تھا۔ کہ حضور صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ وسلام حاکم اعلیٰ ہیں۔ اور حضورؐ کا فیصلہ ہی مومن کے لئے واجب العمل واجب الطاعت ہے۔ اور جو شخص بھی حضور ساقیِ کوثر علیہ الصلوٰۃ و سلام کا فیصلہ، حکم، فرمان، ارشاد تسلیم نہ کرے وہ مجرم ہے، بلکہ خود خداوند قدوس جلّ وعلا نے بھی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا:

اے میرے محبوب پاک مجھے تیرے رب کی قسم کوئی مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب کہ وہ زندگی کے ہر معاملہ میں آپ کی حکومت کو تسلیم نہ کرے گا۔

گویا! یہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تائید فرماتے ہیں۔ اور خالقِ کائنات بھی تائید فرماتا ہے۔

خدا اور مصطفےٰ کے فرمانِ مقدس سے صاف یہ عیاں ہوتا ہے، کہ فاروق اعظم واقعی فاروق اعظم ہیں۔ اور آپ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔ لہٰذا جو شخص بھی آپ کو فاروق اعظم نہ مانے وہ کافر ہے"۔

"علمِ فاروق"

حکایت نمبر ۵۰

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ میں سو رہا تھا۔ سوتے میں ایک پیالہ میرے سامنے لایا گیا۔ جس میں دودھ تھا۔ میں نے اس میں سے پیا۔ یہاں تک کہ تازگی اور سیرابی میرے ناخنوں سے نکلنے لگی۔ پھر جو بچا وہ میں نے عمر بن خطاب کو دے دیا۔ لوگوں نے عرض کیا اس کی تعبیر کیا ہے؟ یا رسول اللہ۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس کی تعبیر علم ہے۔

(صحیح مسلم شریف صہ ۲۷۰)

نتیجہ فکر

اس حدیث شریف سے متعلق اہل تعبیر نے فرمایا ہے۔ کہ جو کوئی دودھ کھاتے پیتے ہیں خواب میں۔ اس کو علم نصیب ہوگا۔ اس واسطے کہ علم سبب ہے روح کی زندگی کا۔ جیسے دودھ سبب ہے بدن کی زندگی کا۔ خصوصاً حالتِ طفولیت میں۔ پھر اس حدیث شریف سے نہایت عمدہ شان و شوکت اور فضیلت حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ظاہر ہوتی ہے۔ کہ آپ "علم نبوت کے بڑے رازدار تھے" اسی سبب سے ان کو خلافت اور ملک داری میں کمال لیاقت تھی۔

اوروں کو نہ تھی۔ سیدنا عمرؓ کی شجاعت وعظمت اور تدبیر سیاست حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ وسلام کی تدبیر اور سیاست کا نمونہ تھی۔ آپ کی خلافت کے ایام میں دین اسلام بہت پھیلا۔ اور مسلمانوں کو عزت اور عظمت، اور حکومت اور شوکت حاصل ہوئی۔ چار ہزار بڑے بڑے شہر فتح ہوئے۔ اور چار ہزار مسجدیں بنائی گئیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احسان قیامت تک ہر مسلمان کی گردن پر ہے۔ اور جو مسلمان حق شناس ہے۔ وہ قیامت تک سیدنا عمرؓ کا شکر گذار ہے۔ جنا کے تدبر سیاست سے دین اسلام اور عظمت مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ وسلام کو چار سو عروج و اقبال کی مقدس بلندیاں ملیں"۔:

فاروق کا محل

حکایت نمبر ۱۵

ایک دن حضور نور الہدیٰ علیہ الصلوٰۃ وسلام نے ارشاد گرامی فرمایا کہ میں نے جنت میں ایک عظیم الشان سنہری محل دیکھا۔ اور پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے۔ فرشتوں نے بتایا کہ یہ سنہری محل ایک عربی کا ہے۔ میں نے کہا میں بھی عربی ہوں۔ فرشتے بولے ایک قریشی کا ہے۔ میں نے کہا میں بھی قریشی ہوں۔ پھر فرشتے بولے یہ سنہری محل محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ وسلام کے ایک امتی کا ہے۔ میں نے کہا۔ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔

بتاؤ میرے کس امتی کا ہے ؟

فرشتوں نے بتایا! یہ محل حضرت عمر بن الخطاب کا ہے۔

(الصواعق المحرقہ صفحہ ۵۹)

نتیجۂ فکر

حضرت سیدنا و مولانا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بہت بڑی شان و شوکت ہے۔ اور آپ بارگاہِ ذوالجلال اور بارگاہِ نبی الوریٰ احمدِ مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں محبوب اور مقبول اور منظورِ نظر ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ خالقِ کائنات اللہ رب العزت نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے واسطے جنت میں ایک سنہری محل تیار فرمایا ہے۔ پھر جو کوئی اتنی بڑی ارفع و اعلیٰ ہستی مبارکہ سے بغض و عداوت رکھے تو اس شخص کا نامۂ اعمال سیاہ کیوں نہ ہو؟ اور وہ دین و دنیا سے راندا کیوں نہ جائے؟

امیر المومنین جانشینِ رسول الثقلین سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دورِ خلافت میں ایک چور کو آپ کے حضور پیش کیا گیا۔ مجرم کا جرم ثابت ہونے پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا

اس واقعہ کو زبدۃ العارفین حضرت جلال الدین رومی مثنوی شریف میں لکھتے ہیں۔ اس کا اردو منظوم ترجمہ سنیئے!

چوری کرتے ایک دُزدِ بے حیا
عہد میں فارُوق کے پکڑا گیا

لائے جب اس کو حضورِ دیں پناہ
اور ثابت ہو گیا اس کا گناہ

اس مجسّم عدل نے فتوےٰ دیا
ہاتھ کاٹو ہے یہی اس کی سزا

سُن کے یہ چلّا اٹھا وہ بے شعور
رحم کیجے ہے مرا پہلا قصور

پاس والوں نے سفارش کی بہت
عفو و رحمت کی ستائش کی بہت

اک نہ مانی اور کہا فاروق نے
حد کرو جاری ہمارے سامنے

جھوٹ بکتا ہے یہ ہے مجھ کو یقیں
پہلی اس کی یہ خطا ہرگز نہیں

ہے مرے رب کی یہ ستاری سے دور
اس غنی کی ہے یہ غفاری سے دور

یوں فضیحت اپنے بندے کو کرے
اور توبہ کی نہ دے مہلت اُسے

(موتیوں کا ہار صفحہ ۱۰۰)

نتیجۂ فکر

یہ سمجھ بندہ کہ ٹل جائے گا اب
چشم پوشی بارہا کرتا ہے رب

باز آتا ہی نہیں جب بے حیا
رسوا کرتا ہے اُسے پھر برملا

قرآن اور حکومت

حکایت نمبر ۵۳

ہمارے سلسلۂ چشتیہ نظامیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مقبول مردِ کامل خواجۂ خواجگان رہبرِ طریقت واقفِ رموزِ شریعت حجۃ الکاملین حضرت مولانا [illegible] نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے عرض کیا۔ اے خلیفۃ المسلمین مجھے کہیں کی حکومت دیجیئے سیدنا فاروق اعظم نے پوچھا تو نے قرآن شریف پڑھا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اول قرآنِ مقدس پڑھ پھر آ، تجھ کو کسی ملک کا حاکم کر دوں گا۔ اس وقت یہی قاعدہ تھا، کہ موافق حکمِ قرآن کے کام کیا کرتے تھے۔ جو کام جانتا وہ امیر ولایت ہوا کرتا، جو نہ جانتا اس کو حکومت نہ ملتی۔ غرض اس جوان نے جا کر قرآن شریف پڑھا اور پھر جناب جانشینِ رسول الثقلین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور حاضر نہ ہوا چنانچہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہیں پر تشریف لے جا رہے تھے۔ اتفاقاً وہی جوان آپؓ کو راستے پر چلتے چلتے مل گیا۔ آپؓ نے اس سے فرمایا

یا فلان لم ما لاقیتنی؟ قال یا امیر المؤمنین

[illegible] ولکنی وجدت الیۃ من

القرآن اغنانی عن عمر قال عمر رضی اللہ عنہ ماتلک الآیۃ؟ فقرأ، ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب

اس شخص نے کہا کہ حضور جب سے یہ آیت کریمہ میں نے پڑھی ہے، میرے تمام فکر دور ہو گئے ہیں۔ اور میں نے دروازہ اپنا بند کر لیا ہے۔ اور پارسائی اختیار کر لی ہے۔ نہ معلوم رزق وافر مجھ کو کہاں سے آ جائے۔ اب مجھے حاجت تلاش کی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ میرا نگہبان ہے۔

(خیر المجالس ص ۱۱۹۔ مجلس انتالیسویں ۳۹)

نتیجۂ فکر

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عدل و انصاف اور رشد و ھدایت کے منبع عظیم اور فیوض و برکات کی جامع تصویر تھے۔ آپ ہر حال میں اور ہر گھڑی تلقین رسول فرمایا کرتے تھے۔

آپ کے در انور سے کوئی بھی سائل اور کبھی بھی خالی دامن لئے واپس نہیں جایا کرتا تھا۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود بھی اور دوسروں کو بھی قرآن حکیم کے ارشادات پر عمل کرنے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ اسی کے صدقے سے ان نفوس حق کی تمام تکالیف دور ہو جایا کرتی تھیں۔ نیز قرون اولیٰ کے مقبولان حق کا یہ دستور تھا جو شخص بھی قرآن و حدیث پر مکمل عبور رکھتا ہو اس کو حکومت و امارت میں عدل و انصاف کرنے کے واسطے

جگہ دی جاتی تھی۔ اور وہ لوگ قرآن و سنت پر عمل پیرا ہو کر دنیا جہاں میں کامیاب و کامران ہوئے۔ مگر افسوس آج ہم نے اپنے اسلاف کے افعال کو چھوڑ دیا۔ قرآن و حدیث کے اسرار و رموز کو اپنانے سے انکار کر دیا۔ اور اغیار کی صورت و سیرت کو اپنا لیا ہے۔ آج ہماری حالت یہ ہے:۔

طاقِ دل میں چراغِ انگریزی ۔۔۔ سر کے اندر دماغ انگریزی

چال انگریزی ڈھال انگریزی ۔۔۔ جسم کا بال بال انگریزی

جسم ہندی میں جان انگریزی ۔۔۔ منہ کے اندر زبان انگریزی

چھل رہا ہے گلا تو چھل جائے

لہجہ صاحب سے اپنا مل جائے

گویا! ہم نے اپنی صورت کے علاوہ اپنی آواز کا لہجہ بھی بدل دیا ہے اور آج ہم تقلیدِ غیر کے سبب دنیا جہاں میں ذلیل و رسوا اور بدنام ہو رہے ہیں۔ ہمارا ماضی روشن ترین تھا۔ مگر آج ہمارا حال بدترین ہو رہا ہے۔

"کیوں"

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر

اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

رُوم کا ایلچی

حکایت نمبر ۵۷

دورِ فاروقی میں ایک دفعہ قیصرِ روم نے اپنا ایلچی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس اس لئے بھیجا کہ آپ کے حالات و خیالات اور انتظاماتِ سلطنت سے واقف و مستفیض ہو سکے جب وہ قاصد مدینۃ الرسول کی سرزمین میں پہنچا تو وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہارا بادشاہ کہاں ہے، لوگ کہنے لگے ہمارا بادشاہ تو کوئی نہیں البتہ ایک امیر ہے جو کہیں شہر سے باہر نکلا ہے۔ وہ قاصد آپ کی تلاش میں باہر نکلا اور تلاش کرتے کرتے بہت ہی دور باغوں کی طرف چلا گیا۔ آخر پوچھنے پر ایک بوڑھی نے بتایا۔ اور وہ قاصد کیا دیکھتا ہے۔ کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے کوڑے کو بطور تکیہ رکھے ہوئے دھوپ میں گرم ریت کے اوپر آرام فرما رہے ہیں۔ اور آپ کی پیشانی مقدس سے اس قدر پسینہ انور بہہ رہا ہے کہ اس نے زمین کو تر کر دیا ہے۔ یہ دیکھکر رومی قاصد سخت متعجب ہوا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عدل کرتے ہیں جس کے سبب آپ بے خوف و خطر شہر سے دور آرام فرما رہے ہیں۔ اس کے برعکس ہمارا بادشاہ ظلم کرتا ہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ خائف و بیدار رہتا ہے

مسلمانو! اس حکایت کو مولانا جلال الدین رومیؒ نے اپنے ایمان افروز تخیل کے ساتھ منظوم کیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ سنیئے:-

خدمتِ فاروق میں اک ایلچی
روم سے لایا پیامِ قیصری
وہ مدینے میں پھرا یہ پوچھتا
دو خلیفہ کے محل کا کچھ پتہ
لوگ جب سنتے تھے اس کا یہ کلام
ہنس کے کہتے تھے کہ اے فرخندہ نام
صبر و شکر اس کے ہیں دو حصن و حصین
قصر کی اس شیر کو حاجت نہیں
ہے امیر المؤمنین گرچہ عمرؓ!
پر نہیں رکھتا غریبوں سا بھی گھر
سُن گئے لوگوں سے عجب یہ ماجرا
شوقِ قاصد دم بہ دم بڑھنے لگا
ہر طرف کرتا رہا وہ جستجو!
کر رہا تھا اپنے دل سے گفتگو

ہے تعجب فاتحِ ملکِ شہاں

جانِ روشن کی طرح ہو یوں نہاں

آخر اِک بڑھیا یہ بولی دیکھکر

نخلِ خرما کے تلے ہے وہ عمرؓ

ظلِّ حق سایہ میں ہے سویا ہُوا

یہ عمرؓ ہے جس کا تو جویا ہُوا

ڈیل میں تھا ایلچی گو پیلتن

لیکن اس کا کانپ اٹھا تن بدن

دل میں کہتا تھا الٰہی کیا ہُوا

قیصر و کسرےٰ کو دیکھا بارہا

میں نے مارے بیسیوں شیر و پلنگ

پر کبھی بدلا نہ اس چہرہ کا رنگ

کانپتا ہے اب تو میرا جوڑ جوڑ

آکے یاں نکلی ہے اب ساری مروڑ

آسمانی رعب ہے اس شخص کا

ہے خدائی بھید گدڑی میں چھپ

(مخزنِ اخلاق صہ ۱۲۷ موتیوں کا ہار)

ترجمہ مثنوی شریف صہ ۴۴

نتیجۂ فکر

جو شخص بھی خدا تعالیٰ اور حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ڈرتا ہے کائنات کی ہر شئے اس سے ڈرتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جاہ و جلال سے ہر کس و ناکس ڈرتے تھے، اس لئے آپ بے خوف و خطر جہاں بھی چاہتے آرام فرما لیتے تھے۔ اور آپ کو کوئی بھی اور کچھ بھی تکلیف پہنچا نہیں سکتا تھا۔ اس لئے کہ سیدنا عمرؓ خدا تعالےٰ کے مقبول بندے، مخلوقِ خدا کے سچے نگہبان، ہمدرد اور عدل و انصاف کرنے والے تھے۔ آپؓ کو تائید ایزدی حاصل تھی۔ اور فیضانِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس کرنیں ہر لحظہ آپؓ کی صبح و شام رہنمائی فرماتیں۔ پھر کس قدر بدبخت ہیں وہ لوگ جو سیدنا امیرالمؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ انور پر لب کشائی کرتے ہیں۔

جو ڈرے حق سے ہر اک اس سے ڈرے

اس سے سب دیو و پری بھاگیں پرے

غیرتِ فاروقِ اعظم

حکایت نمبر ۵۵

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام جب معراج شریف سے واپس تشریف لائے تو سیدِ دو عالم ! زبانِ کن سے رطب اللسان ہوئے۔ کہ میں نے بہشت میں ایک بہت بڑا محل دیکھا۔ جس کے صحن میں ایک عورت بیٹھی وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے ؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ محل عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اے عمر! میں نے چاہا محل کے اندر جاؤں۔ مگر تیری غیرت کو یاد کر کے میں اندر نہیں گیا۔ اور واپس چلا آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

"بابی انت وامی یارسول اللہ علیک"

یارسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ! کیا میں آپ پر غیرت کرتا ہوں ؟ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یارسول اللہ ایسا کب ہو سکتا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ (ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۱)

(جواہر فریدی صفحہ ۱۳۷ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۹)

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۳)

نتیجۂ فکر

سیدنا امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے غیور اور مرد کامل تھے کہ حضور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو سب جہانوں کے آقا و مولیٰ اور دستگیر کل ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی غیرت کی گواہی دے رہے ہیں۔ اور فاروق اعظم کا زبان نبوت سے لفظ "غیرت" سُن کر رونا اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حضور دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت زیادہ محبت و عقیدت تھی۔ اور آپ کی محبت نے یہ گوارا نہ کیا کہ میں حضور علیہ السلام سے زیادہ غیرت مند ہوں۔ چنانچہ آپ جذب و مستی کے عالم میں بے خود ہو کر رونے لگے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا عمرؓ جنتی ہیں۔ اور بہشت میں ایک خوبصورت محل بھی ہے۔ جو کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ اور جو شخص آپ کے جنتی ہونے کا انکار کرے اور آپ کی ذات گرامی پر گستاخانہ حملے کرے وہ کس قدر بے غیرت بلکہ دنیا جہان کے سب بے غیرتوں سے بڑا بے غیرت اور بدبخت جہنمی ہے۔

حکایت نمبر ۵۶

خالق کائنات کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ گنہگار اگر سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے اپنے آغوشِ مقدس میں لے لیتی ہے۔ اسی طرح حضرت امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک گویا تھا۔ جو بڑی سریلی آواز رکھتا تھا۔ جب وہ چنگ و رباب بجاتا اور گاتا تھا تو سننے والوں پہ جذب و مستی کی ایک پرجوش کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اس گویے کا بڑا چرچا اور شہرہ تھا۔ ہر پیر و جوان اس کا شائق تھا۔ اور اس کے پیچھے پیچھے پھرتا تھا۔ خدا کا کرنا کہ وہ گویا بوڑھا ہو گیا۔ تو اس کی آواز بھی باقی نہ رہی اور وہ سریلا پن بھی جاتا رہا۔ جب وہ جوان رہا اس کی آواز و سریلا پن بھی قائم رہا۔ مگر جب بڑھاپا آگیا تو وہ بات نہ رہی۔ مولائے روم حجۃ الکاملین رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی اشعار کا اردو منظوم ترجمہ سنیئے۔ فرماتے ہیں۔

کہنہ سالی میں نوا سازی گئی
دانت ٹوٹے اور خوش آوازی گئی

ناز اس کے جو اٹھاتے تھے کبھی — اب نہ دیتے تھے ٹکر اک نان بھی

اس عالم میں جب وہ گویا بھو کا مرنے لگا اور اس کا کوئی پرسان حال نہ رہا۔ تو اس کا دھیان خالق کائنات کی طرف گیا۔ اور سچے دل سے اپنے رازق حقیقی کی طرف متوجہ ہوا اور رو کر عرض کرنے لگا۔

رویا اور کہنے لگا یوں اے خدا

مدتوں تک تجھ سے میں بھاگا پھرا

سر کے بالوں میں سفیدی آ گئی

چہرے پر میرے سیاہی چھا گئی

کھوئے عصیاں میں گئے ستر برس

اب نہیں باقی گناہوں کی ہوس

عیب میں کرتا رہا بے باک خوب

تو رہا ستار! ستار العیوب

نفس نے ہر آن جرأت دی مجھے

اتنے دن تو نے بھی مہلت دی مجھے

لطف میں کوئی کمی تو نے نہ کی

رزق کی تکلیف اک دن بھی نہ دی

عارف رومی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ رطب اللسان ہوئے کہ اسن گویّے نے روتے ہوئے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیا۔ اور پھر دنیا کی دلفریبیوں سے کنارہ کش ہوکر جنت البقیع (مدینۃ الرسول کا قبرستان) کی طرف چل دیا۔ اور وہاں پہنچ کر بھی بہت رویا۔ اور روتے روتے پھر ایک قبر کے ساتھ تکیہ لگا کر سو گیا۔ اِدھر تو یہ سویا اور اُدھر

حضرتِ فاروق تھے مصروفِ کار

نیند آئی زور کر کے ایک بار

دل کو اپنے کام میں ڈالا بہت

ہر طرح سے نیند کو ٹالا بہت

ہو گئے مصروفِ کار آخر عمرؓ

کچھ نہ تن من کی رہی ان کو خبر

خواب میں ان کو کسی نے یہ کہا

ہے بقیعِ پاک میں اک "باخدا"

سات سو دینار جا کے اس کو دے

اس کی دلجوئی بھی کر ہر طور سے

مسلمانو! دیکھو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا جوش کہاں وہ ایک گنہگار گوّیا اور کہاں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور محبوب و مقبول بندے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس گوّیے کے لئے حضرت فاروق کو حکم ہو رہا ہے کہ اٹھ اور اسے سات سو دینار دے کر آ اور پھر کہ وہ گنہگار گوّیا اب وہ گنہگار نہیں رہا۔ بلکہ اسے "باخدا" کا خطاب مل رہا ہے۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! ایک ہی بار سچے دل سے توبہ کرنے سے رحمت حق نے اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ چنانچہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خواب دیکھا تو آپ اُٹھے اور ؎

وہ اسی دم لے کے ہمیانی گئے

اور قبرستان میں پھرتے رہے

پیر چنگی ایک تھا سویا ہُوا

اور وہاں اس کے سوا کوئی نہ تھا

دل میں وہ شیر خدا کہنے لگا!

پیر چنگی اور پھر ہو باخدا؟

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جنت البقیع میں اس گوّیے کے سوا کسی دوسرے کو نہ پا کر بڑے حیران و پریشان ہوئے۔ اور دل میں سوچنے لگے کہ گوّیا باخدا کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر سوچا کہ اللہ تعالیٰ

کی رحمت بڑی وسیع ہے - اور خدا بڑا بے نیاز ہے - کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہی اپنا مقبول بنا لیا ہو - یہ سوچ کر - ؎

بیٹھے اس کے سامنے باصد ادب
اور تعظیماً نہ کھولے اپنے لب
ناگہاں اک چھینک ان کو آ گئی
آنکھ جس سے پیر چنگی کی کھلی
دیکھ کر فاروق کو بیٹھا ہوا
خوف سے وہ پیر چنگی کانپ اٹھا

بھائیو! اس گویّے نے جب اپنے سرہانے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بیٹھا ہوا پایا تو خوف سے کانپ اٹھا - اور سوچنے لگا کہ میرے گانے اور رباب و چنگ کے باعث فاروق اعظم شاید مجھے سزا دینے آئے ہیں۔

مسلمانو! ذرا اس نظارے کو دیکھنا فاروق اعظم وہ فاروق اعظم جن کی ہیبت و جلال کے ڈنکے قیصر و کسریٰ کے ایوانوں میں بج رہے ہیں آج وہی فاروق اعظم بڑے ادب و احترام کے ساتھ ایک گویّے کے حضور بیٹھے ہیں - گویا ڈر رہا ہے کہ فاروق اعظم شاید مجھے سزا دینے آئے ہیں۔ مگر وہاں تو بات ہی کچھ اور تھی - چنانچہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ

تعالےٰ عنہ نے اس سے فرمایا۔
بڑے میاں! مجھ سے ڈرومت! ؎

مژدہ تیرے دوست کا لایا ہوں میں
صرف خدمت کے لئے آیا ہوں میں

اللہ اکبر! اللہ اکبر! سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس پیر چنگی کی خدمت! دیکھا آپ نے! رحمتِ حق نے کیا کرشمہ دکھایا حضرتِ فاروق نے پھر کہا:۔ ؎

حق تعالیٰ تجھ کو کہتا ہے سلام
یہ صلہ بھیجا ہے تم کو اور پیام
لے صلہ میں یہ رقم اور خرچ کر
ہو چکے گی جب تو دے گا پھر عمرؓ
کر توکّل ہم پہ اور گا ذوق سے
ہم سُنیں گے چنگ اے بندے مرے

سبحان اللہ! سبحان اللہ! خالقِ کائنات فرماتا ہے۔ اے گوّیے تو ہم پر توکّل رکھ۔ اور گا۔ تیرا گانا اور یہ چنگ و رباب ہم سُنیں گے۔ دیکھا آپ نے خدا تعالےٰ کی رحمت نے کس طرح اس کو ڈھانپ لیا۔ اور وہ کس طرح اس کی ڈھارس بندھا رہی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے اس رحمت بھرے

پیام کا یہ نتیجہ نکلا ہے ۵

یہ بشارت پیرِ چنگی نے سُنی

گر کے سجدے میں خدا سے عرض کی

یا الٰہی شکر تیرا نہ نہار

کر نہیں سکتا یہ عاصی شرمسار

شک نہیں بندہ نوازی میں تری

بندگی میں گو ہوئی مجھ سے کمی

عمر کھوئی چنگ بازی میں تمام

بھول کے گا ہے لیا نہ تیرا نام

زندگی کی اب نہیں مجھ کو ہوس

آرزو ہے میرے دل کی اب یہ بس

قیدِ دنیا سے مجھے آزاد کر

رُوح کو رحمت سے اپنی شاد کر

ہو گئی اس کی دعا تیرِ ہدف

گوہرِ جاں لے گیا خالی صدف

جان دی سجدے میں حق کو یاد کر
خاتمہ اس کا ہوا ایمان پر

(اردو ترجمہ مثنوی شریف صفحہ ۲۵۵ تا ۲۶۱)

نتیجۂ فکر

گر رہے گا روز و شب تو اشکبار
رحم فرمائے گا تجھ پر کردگار
کام واں آتی نہیں ہے کوئی شے
عجز و زاری کی فقط واں پوچھ ہے

فضیلتِ فاروقؓ

حکایت نمبر ۵۷

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ نے جب انتقال کیا اور تابوت میں رکھے گئے تو لوگ ان کے گرد جمع ہوکر دعا کرتے تھے۔ اور تعریف بھی کرتے تھے اور نماز بھی پڑھتے

تھے۔ سیدنا عمرؓ کا جنازہ اُٹھنے سے پہلے میں بھی ان لوگوں میں تھا۔ میں نہیں ڈرا مگر ایک شخص سے جس نے میرا کندھا پکڑ لیا تھا۔ میرے پیچھے سے۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے کہا رحم کرے اللہ تعالےٰ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر۔ پھر کہا (ان کی طرف اشارہ کرکے) اے عمرؓ! کوئی شخص ایسا نہ چھوڑا جس کے اعمال ایسے ہوں کہ ویسے اعمال پر مجھے اللہ تعالےٰ سے ملنا پسند ہو۔ تم سے زیادہ قسم اللہ کی میں سمجھتا تھا کہ اللہ تعالےٰ تم کو تمہارے دونوں ساتھیوں کے ساتھ کرے گا۔ یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اکثر سنا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے۔ میں آیا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ آئے اور میں اندر گیا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ گئے۔ اور میں نکلا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ نکلے۔ اس لئے مجھے امید تھی کہ حق تعالیٰ تم کو ان دونوں کے ساتھ کرے گا۔"

(صحیح مسلم شریف جلد ششم ص۸۴)

نتیجۂ فکر

سید دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر کام میں اور ہر بات میں سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کو ساتھ رکھتے تھے۔ تو آخرت میں بھی اللہ تعالےٰ نے ان کا ساتھ قائم رکھا۔ اور یہ تینوں صاحب ایک ہی جگہ دفن ہوئے۔ اس حدیث سے حضرت مولائے علی رضی اللہ عنہ کی محبت حضرت فاروقِ اعظم سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علی حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی تعریف کرتے تھے۔ اور ان کو خدا کا مقبول بندہ اور ان کے اعمال کو نیک سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ ویسے اعمالِ صالح کی خود بھی آرزو کرتے تھے۔ اب ان

بے ایمانوں کا منہ کالا۔ ہاتھ اور پاؤں نیلے ہوں۔ جو معاذ اللہ حضرت علی اور حضرت عمر میں خلاف بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ تمام سیر اور تواریخ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا فاروق اعظم اور سیدنا علی المرتضیٰ کا آپس میں کبھی بھی اور کوئی بھی جھگڑا نہیں ہوا۔ بلکہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں تمام اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علی اور حضرت عباسؓ رضی اللہ عنہم کے سپرد کر دئے تھے۔ اور ہر کام اور مشورے میں حضرت سیدنا فاروق اعظم حضرت سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہم کو شریک رکھتے تھے۔ اور بہت سے مسائل میں حضرت حیدر کرار سے صلاح لیتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کر دیا۔ باوجود اس کے کہ آپ بوڑھے تھے ؛؛

فاروق اعظم کی شہادت

حکایت نمبر ۵۸

امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۳ھ میں معمول کے مطابق حج بیت اللہ کے لئے گئے تو واپسی پر اپنے اونٹ کو بٹھایا، چھوٹے چھوٹے پتھر اور سنگریزے جمع کر کے ایک چبوترہ سا بنایا۔ اس پر چادر بچھائی اور لیٹ گئے۔ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کی۔

"یا اللہ میری عمر زیادہ ہو گئی ہے۔ ہڈیاں بھی نرم پڑ گئی ہیں۔ قوتیں جواب

دے رہی ہیں، رعایا پھیل گئی ہے۔ اب مجھے اپنے پاس بلالے۔

اسی سال چہار شنبہ کی صبح کو نماز کی امامت کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لائے، ابھی تکبیر ہی شروع ہوئی تھی کہ ایک پارسی غلام "ابولولو فیروز" نے خنجر کے متعدد وار کئے۔ ایک وار زیادہ کاری پڑا۔ سیدنا فاروق زخموں کی تاب نہ لا کر زمین پر گر پڑے۔ آپ کے ایما سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ فیروز نے دوسرے مسلمانوں پر بھی خنجر کے وار کئے اور وہ بالآخر پکڑ لیا گیا۔ لیکن اس نے اپنے ہی خنجر سے خودکشی کر لی۔

حضرت سیدنا فاروقؓ اعظم کو جب معلوم کہ ان کا قاتل ایک مجوسی غلام ہے تو اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔ کہ مجھے کسی ایسے شخص نے قتل نہیں کیا جو خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک سجدہ کرنے پر بھی اس حملے کو حجت بناتا۔

جب آپ کی حالت غیر ہونے لگی تو لوگوں نے سیدنا عمر سے کہا کہ آپ اپنا جانشین منتخب فرمادیں۔ اس پر آپ نے حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت زبیرؓ بن عوام۔ حضرت عثمانؓ بن عفان اور طلحہؓ رضی اللہ عنہم کو طلب کیا، حضرت طلحہؓ مدینے شریف میں موجود نہ تھے۔ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ آپؓ نے باقی پانچ اصحاب رسول کو مخاطب کر کے فرمایا۔

تین دن تک طلحہ کا انتظار کرنا، وہ اس مدت میں آجائیں تو انہیں اپنی جماعت میں شامل کر لینا۔ اگر وہ تین دن تک نہ آئیں تو پھر تم پانچوں آدمی ہی آپس میں صلاح ومشورہ کر کے کسی کو اپنا امیر بنا لینا۔ پھر آپؓ مندرجہ بالا اصحابؓ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔ کہ جو شخص خلافت کے لئے منتخب ہو اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ انصار کے حقوق کا بہت لحاظ رکھے۔ کیوں کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی۔ اور مہاجرین کو اپنے گھروں

میں ٹھہرایا۔ انصار تمہارے محسن ہیں۔ تم کو بھی ان کے ساتھ احسان کرنا چاہیئے ان کی بھول چوک سے جہاں تک ممکن ہو درگذر اور چشم پوشی سے کام لینا تم میں جس شخص کا انتخاب خلافت کے لئے ہو۔ اس کو مہاجرین کا بھی پاس و لحاظ کرنا چاہیئے۔ اسی طرح ذمیوں کا بھی پورا پورا خیال رکھنا چاہیئے۔ اس کے ساتھ اللہ اور رسول کی ذمہ داری کو کما حقہٗ ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔ ذمیوں سے جو وعدہ کیا جائے اس کو ضرور پورا کیا جائے۔ ان کے دشمنوں کو دور کیا جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ اُن پر بار نہ ڈالا جائے۔

اس کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کئے جانے کی اجازت طلب کرو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا پیغام سُن کر فرمایا

"اس جگہ کو میں اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی لیکن آج عمرؓ کو میں اپنے آپ پر ترجیح دوں گی۔"

اپنی وفات سے پہلے تمام غلام ایک ایک کر کے آزاد کر دئے۔ اور بیت المال سے لیا ہوا قرض واپس کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زخمی ہونے کے بعد پانچ دن تک زندہ رہے۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں ذی الحجہ کے آخری ہفتے یا محرم ۲۴ھ کے پہلے ہفتے میں ساڑھے دس سال حکومت کرنے کے بعد تریسٹھ سال کی عمر میں شہادت پائی۔ اسی عمر میں سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی وفات پائی۔ چنانچہ حضرت صہیب نے نماز جنازہ

پڑھائی۔ حضرت عبد الرحمٰن۔ حضرت علی۔ حضرت عثمان۔ حضرت طلحہ۔ حضرت سعد بن وقاص اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کی وصیت اور خواہش و تمنا کے مطابق آپ کا جسد مبارک نبی اکرم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ اور دنیائے اسلام کے اس درخشندہ ترین آفتاب کو آغوشِ انسانیت کی قبر میں ہمیشہ کے لئے سلا دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؕ

{ سیرۃ الصالحین ص۹۴ محسن اعظم اور محسنین ص۱۴۳ تا ۱۴۵ ۔ الھلال ص۶۹ }

نتیجہ فکر

سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قطعی جنتی ہونے کے باوجود خوفِ الہٰی دیکھئے کہ کس طرح خالق کائنات کے حضور حاضر ہونے سے پہلے صحابہ کرام کو عدل و انصاف کی تلقین فرماتے ہیں۔ سیدنا عمر کی شہادت سے جو صدمہ مسلمانوں کو ہوا وہ الفاظ سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہر مسلمان نے اپنی عقل کے مطابق انتہائی غم و اندوہ کا اظہار کیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر کی طرح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہم بھی بڑے ہی خوش قسمت تھے کہ انہیں حضور نبی اکرم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جوار رحمت میں جگہ ملی۔ اور ساتھ ہی دفن کیے گئے ؕ

سیدنا امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ

ذوالنورین

حکایت نمبر ۵۹

مختار لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ سیدہ زینب سیدہ رقیہ۔ سیدہ ام کلثوم۔ اور سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالے عنہن)

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ سے ہوئی۔ آپ کی اہلیہ سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدید بیمار تھیں۔ ان کی تیمارداری کی وجہ سے سیدنا عثمان حضور کی اجازت سے مدینے شریف میں رُک گئے۔ اور غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ جب حضرت سیدہ رقیہؓ کی وفات ہوئی تو آپؓ کو بہت ملال ہوا، اور کہا۔ "افسوس ہے کہ خاندانِ نبوّت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے میری قرابت کا رشتہ ٹوٹ گیا" سرورِ کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی دلدہی اور جمعیت خاطر کے لیئے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا۔ اور حضورؐ نے فرمایا۔ اے عثمان! اگر میری سو لڑکی بھی ہو اور اُن کا یکے بعد دیگرے انتقال ہوتا جائے، تو

میں یکے بعد دیگرے تمہارے نکاح میں دیتا جاؤں۔

(جواہر فریدی صہ ۱۵۱، محسن اعظم اور محسنین صہ ۱۴۸)

(مواہب لدنیہ صہ ۱۹۶ جلد ۱)

نتیجہ فکر

سیدنا امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے بعد سید عالم ساقیٔ کوثر حضور رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منجھلی صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہ کا آپ سے نکاح ہوا۔ اور پھر ان کے وصال شریف کے بعد دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ کے عقد میں آئیں۔ معلوم ہوا سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہت بڑا مرتبہ اور عظمت تھی۔ اور یہ خصوصیت صرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ کہ نبی اکرم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو بیٹیاں آپ کے نکاح میں آگئیں۔ اور جب سے کائنات پیدا ہوئی ہے۔ اس وقت سے لے کر قیامت تک بجز سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نہ کوئی ہوا ہے اور نہ کوئی ہوگا۔ جس کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں۔

گویا سیدنا عثمان جس طرح عرب کے لوگوں میں صداقت۔ دیانت اور امانت کی شہرت رکھتے ہیں۔ اسی طرح جملہ انبیاء کرام کی امتوں میں اس عقد شریف کی بدولت عزت و عظمت کی شہرت رکھتے ہیں۔ اس لئے سیدنا امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب شریف "ذو النورین" یعنی دو نوروں والے مشہور ہوا۔

اعلیٰحضرت امام اہل سنت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کیا ہی

ایمان افروز شعر فرماتے ہیں:۔

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا

ہو مبارک تجھ کو ذو النورین جوڑا نور کا

مسلمانو! سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شان اقدس سے متعلق زبدۃ العارفین حضرت خواجہ فرید الدین عطار رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنیئے۔ آپ کیا فرماتے ہیں

خواجۂ حضرت کہ نورِ مطلق است

بل خداوند دو نور برحق است

آنکہ عرق قدس زعرفاں آمدہ است

صدر دین عثمانؓ عفان آمدہ است

رونق کاں عرصۂ کونین یافت

از دلِ پُر نور ذو النورین یافت

یوسفِ ثانی بقولِ مصطفےٰ!

بحد تقویٰ و حیا کانِ وفا

کار ذو القربیٰ بجان پرداختہ

جانِ خود در کان ایشان باختہ

ہم ہدایت در جہاں و ہم ہنر
مشتہر در عہد او شد بیشتر

حیاءِ عثمان

حکایت نمبر ۶۰

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دولت کدہ میں لیٹے ہوئے تھے۔ اور حضورؐ کی ران مبارک یا پنڈلی مبارک سے کپڑا اٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے۔ اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضورؐ نے اجازت دے دی۔ اور آپ اندر آ گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح بدستور لیٹے رہے۔ اور گفتگو فرماتے رہے۔ پھر حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے۔ اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بھی اجازت دے دی۔ اور وہ بھی اندر آ گئے۔ اور حضورؐ پھر بھی بدستور لیٹے رہے اور گفتگو فرماتے رہے پھر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے اور آپؓ نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اٹھ بیٹھے۔ اور اپنا کپڑا برابر فرماتے ہوئے ران یا پنڈلی مبارک کو ڈھانپ لیا۔ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت دی۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو

میں نے حضور سے دریافت کیا یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ صدیق اکبر آئے تو آپ بدستور لیٹے رہے۔ فاروق اعظم آئے تو بھی بدستور لیٹے رہے۔ مگر جب عثمان آئے تو آپ فوراً اٹھ بیٹھے، اور کپڑا برابر فرمایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! اے عائشہ! میں اس شخص سے حیا کیوں نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم شریف صفحہ ۹ جلد ۶) مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷)

(جواہر فریدی صفحہ ۱۴۹)

نتیجۂ فکر

حضرت سیدنا امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بہت بڑی شان مقدس ہے کہ عرش بالا کے قدسی بھی اور خالق کائنات کا محبوب اور رحمۃ للعلمین رسول اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی سیدنا عثمان سے حیاء فرماتے ہیں۔ پھر جو شخص حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ذات مبارک میں بے ادبی اور گستاخی کرے گویا وہ کائنات کے تمام بے حیاؤں سے بڑا بے حیاء اور بے غیرت ہے ❖

یوسف ثانی بقول مصطفےٰ

بحر تقوےٰ و حیا کان وفا

حکایت نمبر ۶۱

وادیٔ مکہ معظمہ سے جب مہاجرین ہجرت کرکے مدینۃ الرسول میں تشریف لائے۔ تو یہاں کا پانی پسند نہ آیا، جو کھاری تھا۔ مدینۃ الرسول میں ایک شخص کی ملکیت میں چشمہ تھا۔ جس کا نام " دومہ " تھا۔ وہ شخص اپنے چشمہ کا پانی قیمتاً دیتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ وسلام نے اس سے فرمایا۔ کہ تم اپنا یہ چشمہ میرے ہاتھ جنت کے چشمے کے عوض بیچ دو۔ یعنی یہ چشمہ ہمیں دے دو، اور جنت کا چشمہ مجھ سے لے لو۔ اس نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میری اور میرے بال بچوں کی معاشں اسی سے ہے۔ مجھ میں طاقت نہیں۔ یہ خبر حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو آپ نے ۳۵ ہزار روپے نقد دے کر اس شخص سے وہ چشمہ خرید لیا۔ اور پھر سید لولاک علیہ الصلوٰۃ وسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یارسول اللہ۔ جس طرح آپ اس شخص کو جنت کا چشمہ عطا فرماتے تھے اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو کیا حضورؐ وہ جنت کا چشمہ مجھے دے دیں گے؟ نبی اکرم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ وسلام نے فرمایا ہاں دے دوں گا۔ عرض کی تو میں نے وہ چشمہ خرید لیا ہے۔ اور مسلمانوں پہ میں اسے وقف کرتا ہوں۔ (محسن اعظم اور محسنین صفحہ ۱۴۹ المھلال صفحہ ۶)

(طبرانی شریف، الامن والعلیٰ صفحہ ۲۶۲)

نتیجہ فکر حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ یقیناً اور قطعی جنتی ہیں۔ اور جنت مقدس کے ایک بے نظیر چشمہ کے مالک و مختار ہیں، اور

ہم کو یہ معلوم ہوا، ہمارے حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جنت اور جنت کی ہر شے کے مالک و مختار ہیں۔ اور جنت کی جو چیز بھی جسے بھی چاہیں۔ اور جب بھی چاہیں عطا فرماتے ہیں۔

پھر وہ لوگ جو اس حقیقت کا انکار کریں وہ عظمت مصطفےٰ اور اختیار مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے خبر ہیں۔

دستِ مصطفےٰ

حکایت نمبر ۶۲

جب ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوۂ خندق کے بعد بیت اللہ کی زیارت کا قصد فرمایا اور اس مقدس فریضہ کی طرف گامزن ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ساتھ تھے۔ تو "حدیبیہ" کے مقام پہ معلوم ہوا کہ مشرکین آمادۂ فساد ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفیر بنا کر کے بھیجا اور فرمایا! قریش مکہ کے پاس جا کر ان سے کہنا کہ ہمارا ارادہ کبھی جنگ کا نہیں ہے۔ ہم صرف زیارت بیت اللہ کے لیے آئے ہیں۔ اور جو مسلمان مکہ معظمہ میں ہیں ان سے کہنا کہ گھبراؤ مت۔ مکہ معظمہ عنقریب فتح ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہنشاہِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیامبر بن کر مکہ شریف پہنچے اور قریش مکہ کو ارشاد نبوی سنایا۔ قریش مکہ نے جواب دیا کہ اس سال تو ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ میں نہ آنے دیں گے اور حضرت سیدنا عثمان سے کہا کہ آپ اگر کعبہ کا طواف کرنا چاہیں تو شوق سے

کرلیں۔ حضرت سیّدنا عثمان نے جواب دیا۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں بغیر رسول کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طواف کروں۔ اور پھر وہاں سے اٹھ کر مکہ شریف کے ضعیف مسلمانوں کے پاس پہنچے اور ان کو مکہ شریف کی فتح کا مژدہ سنایا۔ ادھر مقام حدیبیہ میں صحابہ کرام نے حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ! عثمانؓ بڑے خوش قسمت ہیں جو کعبہ معظمہ پہنچ گئے ہیں۔ اور بیت اللہ شریف کے طواف سے مشرف ہو گئے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! میں جانتا ہوں کہ عثمان بغیر میرے کبھی طواف نہ کریں گے پھر جو حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو واپس آنے میں کچھ دیر ہوئی تو آپؓ کے متعلق یہ بات مشہور ہو گئی کہ قریش مکہ نے حضرت سیّدنا عثمان کو شہید کر دیا ہے۔ اس بات سے مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے سیدنا عثمانؓ کا قصاص لینے کے لئے اور کافروں کے مقابلہ میں جہاد میں ثابت قدم رہنے کی بیعت لی۔ اس بیعت مقدس میں چونکہ حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود نہ تھے اس لئے فخر کون و مکان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنا بایاں ہاتھ اپنے ہی دائیں ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ کہ "یہ ہاتھ عثمانؓ کا ہے۔ اور میں عثمان سے بیعت لیتا ہوں یعنی چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک درخت کے نیچے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی۔ آخر مشرکین مکہ کو جب مسلمانوں کے جوش و عزم کی اطلاع ملی تو حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور صلح کرلی۔ تفسیر خزائن العرفان ص۷۲۲، المھلال ص۸۸ محسن اعظم اور محسنین ص۱۴۹، تاریخ الخلفاء ص۱۰۷ جواہر فریدی ص۱۵۲

نتیجۂ فکر

نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مبارک کو حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرار دیا گویا۔ سیدنا عثمان کو نبی الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص تعلق اور نسبت حاصل ہے۔ پھر جو شخص بھی حضرت سیدنا عثمان کا مخالف گویا وہ مردود! درِ اصل اس مقدس نسبت کے پیشِ نظر شہنشاہِ ارض حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مخالف اور دشمن ہے۔ اور ہمیں معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کریم علیہ السلام بہت زیادہ پیارے تھے۔ اور آپ کے دل مبارک پُر نور کا اس قدر احترام و وقار اور تقدس تھا کہ سرورِ کائنات علیہ وسلام کے بیت اللہ شریف کے طواف وغیرہ کو بھی نظر انداز کر دیا اور بھی معلوم ہوا کہ حضور دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات کا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے اور وہ بخیریت مکہ شریف میں، جبھی تو حضور نے اپنے ہاتھ کو سیدنا عثمان کا ہاتھ قرار دے کر ان بیعت لی۔ اور سیدنا عثمان کی عزت و عظمت کو چار چاند لگا دئیے۔ اور معلوم ہوا کہ سیدنا عثمان نے قرآن کریم کو اپنے حافظے اور سینے مبارک میں کیا ہوا تھا۔ چونکہ آپ کاتبِ وحی بھی تھے۔ اس لئے آیاتِ قرآنی کے شانِ اور مفہوم و منشاء سے کما حقہٗ واقف تھے۔ بلکہ قرآن مقدس کے رموز و اسرار سے بھی آشنا تھے۔ قرآنی علیم سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس ہاتھ سے صحیح ہوا۔ اس نسبت و تعلق سے خالقِ کائنات اللہ رب العزت کے سے صحیح ہوا کیونکہ حضرت سیدنا عثمان کا ہاتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نبی کریم کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے تو گویا سیدنا عثمان کا ہاتھ وسیلۂ مصطفیٰ

لہ ہوا تو سیدنا عثمان کے دستِ انور کا جمع شدہ قرآنِ مقدس درحقیقت اللہ تعالیٰ
ہاتھ سے ہی جمع شدہ ہے، پس جو شخص بھی اس حقیقت وصداقت کا
انکار کرے گویا وعظمتِ عثمان اور معارفِ قرآنی سے ناآشنا ہے۔

چوں کند اُذنا کند بیعت رسول

بر بجائے دستِ او دستِ رسول

اور یہ مسلمہ حقیقت ہے، کہ سیدنا امیرالمومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
مقدس دورِ خلافت کا سب سے بڑا دینی کارنامہ قرآنِ پاک کو اختلافِ قرأت
سے محفوظ کر کے ایک قرأت پر جمع کرنا ہے۔ اگر آپ کے روشن ترین عہد میں یہ کام
نہ ہوتا تو قرآن شریف بھی دوسری آسمانی کتابوں کی طرح اختلاف کا مجموعہ بن جاتا۔
آج جو ہمارے پاس قرآن مقدس ہے یہ بھی فیضانِ عثمان کی انتھک محنت کا
ثمر ہے۔

متقدس فیاض

حکایت نمبر ۶۳

شام کے سوداگر روغنِ زیتون کی تجارت کے لئے مدینۃ الرسول میں آیا
جایا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ اطلاع دی کہ رومیوں نے عرب پر چڑھائی
کرنے کے لئے بہت بڑا لشکر جمع کر لیا ہے۔ دوسرے ذریعے سے بھی اس اطلاع
خبر کی تصدیق ہو گئی۔ اس پر سرورِ کائنات ہادیٔ انسانیت علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس موقعہ پر حضور رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالی اعانت کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اپیل کی حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تہائی فوج کے اخراجات و مصارف کی ذمہ داری قبول کی۔ اور کئی سو اونٹ، ستر گھوڑے اور رسد کے لئے ایک ہزار دینار پیش کئے۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جہاد فی سبیل اللہ میں اس مالی اعانت اور بے نظیر فیاضی سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خوش ہوئے۔

(محسن اعظم اور محسنین ص۱۴۹؛ جواہر فریدی ص۱۴۶
مشکوٰۃ شریف ص۵۵۳)

نتیجۂ فکر

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین اسلام اور ناموسِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاطر طرح طرح کی اذیتیں بھی اٹھائیں۔ لیکن دینِ اسلام پہ کسی قسم کی آنچ نہ آنے دی۔ حضور علیہ السلام کی اجازتِ مبارک سے حبشہ کی طرف ہجرت بھی فرمائی۔ اور جب کسی نے یہ غلط خبر اڑادی کہ تمام قریشِ مکہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ اس خبر کو سن کر آپ مکہ معظمہ واپس تشریف لے آئے۔ اور یہاں آکر مصیبتیں جھیلیں پھر جب مدینۃ الرسول کی طرف شہنشاہِ لولاک

۱؎ ایک روایت کے مطابق جنگ تبوک کے موقعہ پر سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ ستر گھوڑے اور دس ہزار روپے بھی اس جنگ میں خرچ کئے۔ (مواہب لدنیہ ص۲۰۲ جلد۱)

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم برائے ہجرت ہوا تو آپ بھی اہل وعیال سمیت مدینہ شریف میں تشریف لے آئے۔ مدینۃ الرسول میں پہنچ کر آپ کسی کے دست نگر نہیں رہے۔ بلکہ تجارت شروع کر دی۔ اور خالق کائنات نے اس کاروبار میں خوب برکت ڈالی۔ آپؓ جس کام میں بھی ہاتھ ڈالتے بہت نفع ہوتا۔ آپ سارے ہر وقت اور ہر گھڑی خدمت رسول اللہ اور خدمت صحابہ کرام کرنے کا ہمیشہ ہمیشہ کا دستور قائم کر لیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مال وجان سے خوب دین اسلام کی خدمت کی۔ سید دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ آپؓ سے خوش رہے۔ اور آپؓ کے حق میں دعا کیا کرتے تھے۔ آپ کے مال نے دین اسلام کو بہت نفع دیا۔

خلیفہ کا انتخاب

حکایت نمبر ۶۴

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ سامنے آیا جس پر دو دن تک بحث اور گفتگو ہوتی رہی۔ اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ صورت حال کی اس نزاکت کو دیکھ کر بالآخر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جو جلیل القدر صحابی تھے۔ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد نبوی میں آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے مختصر سا خطاب ارشاد فرمایا۔ اور اس کے بعد حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اس کے بعد حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ اور پھر تمام مخلوق بیعت کے لئے ٹوٹ پڑی جس دن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے زمام خلافت سنبھالی ہے۔ ۲۴ھ محرم کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا۔ تقریباً ایک سال تک آپ نے خلافت کا نظم ونسق حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے مطابق چلایا۔ اس کے بعد وقت کے تقاضوں کے مطابق چند تبدیلیاں بھی کیں۔ نرمی اور ملاطفت میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مثال قائم کی۔ (الھلال ۲۴ محسن اعظم ۱۵۱)

نتیجۂ فکر

امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت صدیقی میں مجلس شوریٰ کے معتمد رکن تھے۔ اسی طرح خلافت فاروقی میں آپ سیدنا فاروق اعظم کے مفتیِ اعظم تھے۔ آپ سے دینی مسائل میں فتوے لیا جاتا۔ اور آپ وراثت کے مقدمات کا خاص طور سے فیصلہ کیا کرتے۔

آپ بڑے دیانت دار اور راست باز تھے۔ اس لئے آپ جب مملکت اسلامیہ کے خلیفہ چنے گئے۔ تو آپ نے سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مملکت اسلامیہ کو ایک مثالی مملکت بنانا چاہتے تھے۔ مگر مفسدین نے آپ کو چین نہ لینے دیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خود بھی بیعت کی۔ اور دوسرے صحابہ کرام نے بھی بیعت کی جو شخص بھی اس حقیقت سے انکار کرے گویا وہ دشمن علی ہے۔

ظہورِ تفاوت

حکایت نمبر ۶۵

امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ سال دورِ خلافت کا نصف زمانہ یعنی شروع کے چھ سال کامل امن و امان سے گذرے مگر آخری چھ سالوں میں یہ امن و امان فتنہ و انتشار میں بدل گیا۔ آپ کے دور میں مجوسیوں اور یہودیوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور اسلامی حکومت میں انتشار پھیلانے کے لئے طرح طرح کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں کیں۔ جب دشمن اور مفسد غم خوار و ہمدرد بن کر سازشیں کرتے ہیں۔ تو بعض سیدھے سادے نیک لوگ بھی ان کے دام میں آ جاتے ہیں۔ یہی صورتِ حال خلافتِ عثمانی میں پیش آئی۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فطرۃً نیک۔ نرم خو۔ فیاض اور صاحبِ تحمل تھے۔ اس سے شرارت پسندوں کے حوصلے بڑھے۔ حضرت سیدنا صدیقِ اکبر اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں امامِ وقت کی اطاعت کا وجود دینی جذبہ پایا جاتا تھا۔ اب اس میں کمی آگئی تھی عجمی قوموں کے نومسلموں کی اولاد بھی خلافتِ عثمانیؓ کے فتنوں اور ریشہ دوانیوں میں شریک رہی۔ لوگ عمال کے خلاف ہو گئے۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے اور عوام میں نامقبول بنا لینے کی مہم شروع کی گئی۔ یہ ایک ایسی آگ تھی جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی اور بڑھتی ہی چلی گئی۔ حضرت سیدنا عثمان رضی

اللہ عنہ پر یہ اعتراضات کیئے گئے کہ آپؓ نے کبار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین
کو معزول کر کے ان کی جگہ اپنے خاندان کے نااہل اور ناتجربہ کار افراد کو
... کیا۔ بیت المال میں تصرف بے جا کو روا رکھا۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ
عنہم کے روزینے بند کر دیئے، مدینۃ الرسول کے اطراف میں بقیع کو سرکاری
چراگاہ قرار دے کر عوام کو مستفید ہونے سے روک دیا۔ اپنے حاشیہ
نشینوں اور قرابت داروں کو وسیع قطعات زمین عطا کیئے، کہ بعض مقدس
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہر بدر کر دیا۔ شرعی حدود کے اجراء میں تساہل برتا
دین میں بدعات پیدا کیں، مصری وفد کے ساتھ عہد و پیمان کا پاس و لحاظ نہ
رکھا، ان الزامات کی تردید میں سیدنا امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے عام مسلمانوں کے رُوبرو ایک جامع تقریر فرمائی۔

مسلمانو! لوگ کہتے ہیں کہ میں اپنے خاندان والوں سے محبت
کرتا ہوں، اور ان کے ساتھ میرا سلوک فیاضانہ ہے۔ لیکن میری محبت نے مجھے
ظلم اور ناانصافی کی طرف مائل نہیں کیا، بلکہ میں ان کے صرف واجبی حقوق ادا کرتا
ہوں، اسی طرح میری فیاضی بھی میرے اپنے مال تک محدود ہے۔ مسلمانوں کا مال
نہ میں اپنے لئے حلال سمجھتا ہوں نہ دوسروں کے لیئے، میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد میں بھی اپنے مال سے
گراں قدر عطیے دیا کرتا تھا۔ اور اب جب کہ میں اپنی طبعی عمر کو پہنچ چکا ہوں
زندگی ختم ہونے کے قریب ہے اور اپنا تمام سرمایہ اپنے اہل و عیال کے
سپرد کر چکا ہوں۔ مفسدین ایسی باتیں مشہور کرتے ہیں، خدا کی قسم! میں نے
کسی شہر پر خراج کا کوئی ایسا بار نہیں ڈالا کہ ان پر اس طرح کے الزام کے لئے کوئی
وجہ جواز مل سکے، اور جو کچھ وصول ہوا وہ انہی لوگوں کے رفاہ و بہبود پر

صرف ہوا، میرے پاس صرف خمس آتا ہے۔ اور اس سے بھی میرے لئے کچھ لینا جائز نہیں ہے۔ مسلمانوں نے اس کو میرے مشورے کے بغیر مستحقین پر صرف کیا۔ بیت المال میں سے ایک پیسہ بھی ہرگز ذاتی تصرف میں نہیں لاتا۔ یہاں تک کہ اپنے مال سے کھاتا پیتا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ تو نے مخصوص چراگاہیں بنائی ہیں۔ حالانکہ خدا کی قسم میں نے اسی چراگاہ کو مخصوص قرار دیا ہے۔ جو مجھ سے پہلے "خاص" کی جا چکی تھی۔ میں نے چراگاہ کو مسلمانوں کے صدقے (رفاہِ عام) پر محدود کر دیا۔ اس کو چراگاہ اس لئے بنایا کہ والی صدقہ اور کسی دوسرے کے درمیان نزاع کی نوبت نہ آئے۔ پھر کسی کو نہ منع کیا۔ اور نہ ہٹایا۔ میرے پاس اس وقت دو اونٹنیوں کے سوا اور کوئی مویشی نہیں ہے۔ حالانکہ جس وقت خلافت کا بارگراں میں نے اپنے سر لیا ہے۔ تو میں عرب میں سب سے زیادہ اونٹ اور بکریاں رکھتا تھا۔ اور آج ایک اونٹ اور ایک بکری تک نہیں ہے۔ یہ دو اونٹ جو رہ گئے ہیں وہ حج بیت اللہ کی سواری کے لئے ہیں۔ (محسن اعظم اور محسنین صفحہ ۱۵۶، الہلال ص۱۷۵)

نتیجۂ فکر

سیدنا امیرالمومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے تراشے ہوئے الزامات کی تردید اور اپنی صفائی میں نہایت معقول، جامع اور فصاحت و بلاغت کے جواہر پاروں سے پُر مغز تقریر فرمائی۔ جس سے یہ بدگمانیاں دور ہو جانی چاہئیں تھیں۔ لیکن شورش دبنے کی بجائے اور بڑھ گئی۔ سیدنا عثمان نے شورش کو رفع کرنے اور فتنہ و فساد کو دبانے کے لئے آخری کوشش یہ کی کہ تمام عمال حکومت کی مشاورتی کمیٹی بھی طلب کی

فسنہ سازی۔ اور ان کی رائیں بھی لیں۔ کہ حالات کو بہتر اور سازگار بنانے اور اس انتشار کو رفع کرنے کے لئے کیا کیا تدبیرین اختیار کی جائیں۔ مگر کسی کی بھی رائے اور تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی۔ اور وہی ہو کر رہا جو روز ازل سے مسلمانوں کے مقدر میں ہو چکا تھا۔

جعلی خط اور یورش

حکایت نمبر ۶۶

سیدنا امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ قوم و ملت کی اصلاح کی کوشش فرما رہے تھے۔ لیکن مفسدین نے ٹھیک اسی وقت اپنی الگ الگ پارٹیاں بنالیں اور اپنے آپ کو حاجی ظاہر کرکے مدینے شریف کی طرف کوچ کر دیا۔ جب یہ لوگ شہر کے قریب پہنچے تو وہاں ایک حملہ آور فوج کی شکل اختیار کرکے طرح اقامت ڈال دی۔ جب حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اس منظاہرے کا علم ہوا تو آپؓ نے حضرت طلحہ۔ حضرت زبیر۔ حضرت سعد وقاص۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو باری باری ان کے پاس بھیجا اور ترغیب دی کہ تمام منظاہرین اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے جائیں۔ تمام جائز مطالبات جلد پورے کر دیے جائیں گے۔ تمام معاملات پر مسجد نبوی میں غور کیا گیا۔ طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے نہایت سخت الفاظ میں امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی۔ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی

اللہ عنہا کی طرف سے پیغام آیا کہ آپ عبداللہ بن ابی سرح کو جس پر صحابہ کے قتل کا الزام ہے کیوں مصر کی امارت سے الگ نہیں کر دیتے؟ جب سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس خیال کی تائید فرمائی، تو سیدنا عثمان نے ارشاد فرمایا یہ لوگ اپنا امیر خود تجویز کر لیں میں اس کو عبداللہ بن سرح کی جگہ مقرر کر دوں گا لوگوں نے محمد بن ابو بکر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا تو آپ نے ان کی تقرری اور عبداللہ بن ابی سرح کی علیحدگی کا فرمان لکھ دیا۔ یہ فرمان لیکر محمد بن ابو بکر رضی اللہ عنہ بہت سے مہاجرین وانصار کے ساتھ تشریف لے گئے۔ اور معاملہ ختم ہو گیا۔ لیکن اس واقعہ کے چند روز بعد مدینۃ الرسول میں ناگہاں شور اٹھا کہ مفسدین کی جماعت پھر مدینہ شریف میں آگھسی ہیں۔ اور یورش پیدا کر رہی ہیں۔ شور سن کر تمام مسلمان اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے۔ دیکھا کہ مدینہ شریف کے تمام گلی کوچوں میں انتقام انتقام کا شور برپا ہے۔ جب مفسدین سے ان کی اس حیرت انگیز واپسی کا سبب دریافت کیا گیا تو انہوں نے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر ایسا عجیب الزام لگایا کہ تمام لوگ دم بخود رہ گئے۔ انہوں نے کہا کہ محمد بن ابو بکرؓ تیسری منزل میں تھے۔ کہ وہاں سے خلافت عثمانی کا ایک شتر سوار گذرا جو نہایت تیز رفتاری کے ساتھ مصر کی طرف چلا جا رہا تھا۔ محمد بن ابو بکر کے رفیقوں نے اسے پکڑ لیا۔ اور اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ اور کہاں جا رہے ہو؟ شتر سوار نے کہا کہ میں امیر المومنین کا غلام ہوں اور حاکم مصر کے پاس جا رہا ہوں۔ لوگوں نے محمد بن ابو بکر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ ہیں حاکم مصر۔ شتر سوار نے کہا یہ نہیں ہیں۔ اور اپنے راستے پہ چل دیا۔ لوگوں نے اسے دوبارہ پکڑ لیا۔ اور جب اس کی تلاشی لی گئی تو اس کے خشک مشکیزہ کے اندر سے ایک خط ملا جس میں حضرت سیدنا عثمان کی

مہر کے ساتھ یہ لکھا تھا کہ محمد بن ابوبکرؓ اور ان کے فلاں فلاں ساتھی جس وقت بھی تمہارے پاس پہنچیں انہیں قتل کر دیا جائے۔ اور ہر شکایت کرنے والے کو تا حکم ثانی قید رکھا جائے۔

مفسدین نے کہا۔ حضرت سیدنا عثمانؓ نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ اب ہم ضرور ان سے انتقام لیں گے۔ حضرت سیدنا علیؓ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد رضی اللہ عنہم اور بہت سے صحابہ جمع ہوئے اور مفسدین نے "حضرت عثمانؓ کا خط" ان کے سامنے رکھ دیا۔ امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی یہاں تشریف لے آئے اور گفتگو شروع ہوئی۔

حضرت علیؓ! امیر المومنین یہ غلام آپ کا ہے؟

حضرت عثمان! ہاں۔

حضرت علیؓ! امیر المومنین اس خط پر مہر آپ کی ہے؟

حضرت عثمان! ہاں یہ میری مہر ہے۔

حضرت علیؓ! امیر المومنین کیا یہ خط آپ نے لکھا ہے؟

حضرت عثمان! میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر یہ حلف کرتا ہوں کہ یہ خط میں نے نہیں لکھا اور نہ میں نے کسی کو اس کے لکھنے کا حکم دیا اور نہ مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم ہے۔

حضرت علیؓ! تعجب ہے۔ کہ غلام آپ کا، اونٹنی آپ کی، خط پر مہر آپ کی۔ اور پھر بھی آپ کو خط کے متعلق کچھ پتہ نہیں؟

حضرت عثمان! واللہ! نہ میں نے اس خط کو لکھا نہ کسی سے لکھوایا، نہ میں نے غلام کو دیا کہ وہ مصر لے جائے۔

اس جواب پر تمام مفسدین کہنے لگے۔ کہ یہ بوڑھے ہو گئے ہیں کہ ان کو

مہر اور خط کی بھی خبر نہیں رہی۔ ان کو بہر حال خلافت سے معزول کرنا ہی پڑے گا ورنہ انہیں ہم ضرور قتل کر دیں گے۔

(الہلال ص۳۲۸، تاریخ الخلفاء ص۱۱۱، سیرۃ الصالحین ص۱۰۴)

نتیجۂ فکر

سیدنا امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ابن سبا نے سازش کی، اور مروان نے شرارت کی، چونکہ مصر کا سابق حاکم اس کا رشتہ دار تھا، اور اس کو یہ بات بڑی معلوم ہوئی، اور یہ شخص بڑا نکما اور فتنہ باز تھا، اور حالات مملکتِ اسلامیہ کے سازگار نہ رہے، اور حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وقت بھی قریب آ پہنچا۔

شہادتِ سیدنا عثمانؓ

حکایت نمبر ۶۷

ابن سبا یہودی کی سازش اور مروان کی شرارت سے اہل بصرہ و کوفہ اور مصر والے سیدنا امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بے گناہ خون سے ہاتھ رنگے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ مملکتِ اسلامیہ کے حالات دن بدن اور زیادہ ابتر اور نازک تر ہو گئے، تو حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مفسدین نے خلافت سے دست بردار ہو جانے کے لئے کہا۔ اس پر آپ نے فرمایا:۔

جو خلعت مجھے اللہ تعالیٰ نے پہنایا ہے۔ اسے میں اپنے ہاتھوں سے نہ اتاروں گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں دم آخر تک صبر کروں گا۔" سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس انکار پر مفسدین نے کاشانۂ خلافت کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور یہ محاصرہ اتنا سخت تھا کہ کھانے پکانے کی چیزیں تو ایک طرف رہیں۔ پانی تک اندر نہ پہنچنے دیا۔ مدینۃ الرسول میں جو اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ انہوں نے باغیوں کو بہت کچھ سمجھایا۔ مگر ان پر کسی کی کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بھی متعدد بار باغیوں کو فساد و شورش کے بجائے امن و امان کی تلقین فرمائی۔ یہاں تک کہ اپنے محصور مکان کی چھت پر چڑھ کر آپؓ نے باغیوں کے مجمع سے خطاب فرمایا:۔

"کیا تمہیں معلوم ہے۔ کہ جب رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینے تشریف لائے تو یہ مسجد تنگ تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ "کون اس زمین کو خرید کر مسجد کے لیے وقف کرے گا۔ اس کے صلے میں اس کو اس سے بہتر جگہ جنت میں ملے گی۔" تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی۔ اور تم ہو کہ مجھے اس میں نماز بھی نہیں پڑھنے دیتے۔ تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں! بتاؤ کیا تم جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے تشریف لائے تو اس میں " ارومہ " کے سوا میٹھے پانی کا کنواں نہ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اس کو کون خرید کر عام مسلمانوں کے لیے وقف کرتا ہے؟ اس سے بہتر اسے

جنت میں ملے گا" تو میں نے ہی اس وقت نبی اکرم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کی تو کیا اُس کے پانی پینے سے مجھے محروم کر رہے ہو۔ ؟ کیا تم جانتے ہو کہ مسلمانوں کا وہ لشکر جو بہت تنگی و عسرت کی حالت میں تھا اُس لشکر کو میں نے ہی ساز و سامان سے آراستہ کیا تھا ؟

باغیوں نے اس کے جواب میں کہا کہ آپؓ نے جو باتیں بیان کیں ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ مگر ان سچی باتوں کا اُن سنگدلوں پر کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ جو منصوبہ بنا کر آئے تھے اسے پورا کئے بغیر کسی کی کوئی بات ماننے اور کسی دوسرے رُخ پر سوچنے کے لئے تیار ہی نہ تھے۔ یہ دیکھکر کہ بلوائی اپنی جگہ سے نہیں ہٹ رہے۔ اور بیت عثمانؓ کا محاصرہ بدستور کئے ہوئے ہیں۔ تو سیدنا امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ پھر ان سے مخاطب ہوئے :۔

" میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ بتاؤ کہ حدیبیہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے سفیر بنا کر مکے نہیں بھیجا تھا۔ اور حضورؐ نے اپنے دستِ مبارک کو میرا ہاتھ قرار دے کر میری طرف سے خود ہی بیعت نہیں کی تھی ؟

باغیوں نے اس پر یک زبان ہو کر کہا۔ " آپؓ صحیح کہہ رہے ہیں۔" مگر اس کے باوجود باغی آپؓ کے درپے آزار تھے۔ چالیس روز محاصرہ کرنے کے بعد باغی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے مشورے کرنے لگے۔ آپؓ نے یہ مشورے اپنے مقدس کانوں سے سُنے تو مجمع سے آخری بار مخاطب ہو

کر فرمایا۔

"لوگو! آخر کس جرم پر تم میرے خون کے پیاسے ہو؟ اسلام کی شریعت میں کسی کے قتل کی صرف تین ہی صورتیں ہیں۔ یا تو اس نے بدکاری کی ہو۔ تو اس کو سنگسار کیا جائیگا یا اس نے بالارادہ کسی کا قتل کیا ہو۔ تو وہ قصاص میں مارا جائے گا۔ یا وہ مرتد ہو تو وہ قتل کیا جائے گا۔ میں نے نہ تو جہالت میں اور نہ اسلام میں کبھی بدکاری کی۔ نہ کسی کو قتل کیا۔ اور نہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہوا۔ میں اب بھی گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے۔ اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے بندے اور رسول ہیں۔"

لیکن باغیوں پر اس درد انگیز اور صداقت آمیز تقریر کا کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بہی خواہوں نے مشورہ دیا کہ اس مکان سے چھپ کر نکل جائیے۔ آپ نے اس کے جواب میں کیا ہی ایمان افروز جواب دیا:۔

"اپنے ہجرت کا مکان اور جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑ سکتا۔"

امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ کی بشارت کے مطابق یقین تھا کہ آپ کی شہادت مقدر ہو چکی ہے۔ اتمام حجت کے لئے جو کچھ

آپؓ کر سکتے تھے وہ آپ نے کیا۔ شہادت سے قبل آپ نے اپنے بیس غلاموں کو آزاد کر دیا۔ اپنی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ "شہادت کا وقت قریب آ گیا ہے"۔

آپ نے تہبند اتار کر پاجامہ پہنا۔ اور قرآن شریف کھول کر تلاوت میں مصروف ہو گئے۔ باغی مکان میں گھس آئے۔ حضرت سیدنا علیؓ کے صاحبزادے حضرت حسنؓ جو دروازے پر مدافعتِ عثمان کے لئے متعین تھے۔ وہ بھی زخمی ہو گئے۔ باغیوں میں سے ایک سنگدل نے لوہے کا ٹکڑا اس زور سے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی مبارک پر مارا کہ آپ اس کاری چوٹ کی تاب نہ لا کر پہلو کے بل گر پڑے۔ دوسرے باغی نے ایک اور ضرب لگائی۔ جسم شریف سے خون بہنے لگا۔ ان باغیوں میں ایک سے ایک زیادہ سنگدل تھا۔ یہاں تک کہ ایک شقی تو سینۂ مطہر پر چڑھ گیا۔ اور پے در پے وار کرنے لگا۔ پھر ایک اور باغی نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا۔ وفادار بیوی نے جو مظلوم شوہر کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ اس وار کو روکنا چاہا ان کی تین انگلیاں شہید ہو گئیں۔

وقتِ ضرورت چو نماند گریز
دست بگیرد سرِ شمشیر تیز

سیدنا امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عالم میں قرآن شریف کے یہ الفاظ تلاوت کر رہے تھے۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ۔ اے عثمانؓ! تیرا بدلہ لینے کو تیرا اللہ کافی ہے۔

جمعۃ المبارک کے دن عصر کے وقت کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ

اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتے ہوئے آپ نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

(محسن اعظم اور محسنین صـ۱۹۲، تاریخ الخلفاء صـ۱۱۲)

(جواہر فریدی صـ۱۵۸، سیرۃ الصالحین صـ۱۰۱)

(سچی حکایات صـ۳۴۸)

نتیجۂ فکر

باغیوں کی شورش اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ دو دن تک حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی لاش بے گور و کفن پڑی رہی۔ ہفتے کا دن گذر نے کے بعد رات کی تاریکی میں صرف سترہ آدمیوں نے مدینۃ الرسول سے کابل و مراکش تک کے اسلامی فرمانروا کے جنازے کی نماز پڑھی۔ علم و بردباری، غیرت و حیا کے مجسمے اور شرافت کے اس پیکر کو جنت البقیع میں سپردِ خاک کر دیا۔

گویا! عبد اللہ بن سبا یہودی کی سازش رنگ لائی اور اہل مصر اس کے منصوبہ کا شکار ہو کر مسلمانوں میں ایک عظیم فتنے کے ظہور کا موجب بن گئے۔ اور یہی فتنہ پھر حضرت سیدنا علی رضی اللہ کے دور میں اور بھی تیز تر ہو گیا۔ اور یہودیت مختلف روپوں۔ صورتوں میں ظاہر ہوئی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی شہادت کا سارا قصہ معلوم ہو چکا تھا۔ اور آپ راضی برضائے الٰہی تھے۔ اسی واسطے آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مفسدین سے لڑنے کی اجازت نہ دی۔ اور نہ ہی شام و عراق سے کوئی فوج منگوائی۔ اور ہمیں یہ

بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی طرح حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی کچھ کم نہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ دردناک ہے۔ کربلا میں ظالموں نے صرف تین دن پانی بند کیا تھا۔ مگر یہاں چالیس روز سے بھی زیادہ پانی بند رہا۔ اگر سیدنا حسین مظلوم ہیں تو سیدنا عثمان ان سے بھی بڑھکر مظلوم ہیں۔ رضی اللہ عنہما ؛

دردناک اشعار

حکایت نمبر ۶۸

سیّدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دردناک اور مصائب و الم کا واقعہ صرف حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کی غم نصیب آنکھوں کے سامنے ہوا۔ انہوں نے سیّدنا عثمانؓ کو ظالموں کے ہاتھوں ذبح ہوتے دیکھا تو آپ کوٹھے پر چڑھکر پکارنے لگیں : ۔

لوگو! "امیر المؤمنین شہید ہو گئے"

مسلمانو! امیر المؤمنین شہید ہو گئے۔

امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے دوست و احباب دوڑتے ہوئے محل سرا کی طرف آئے۔ تو حضرت سیدنا عثمان فرش خاک پر ذبح کئے ہوئے پڑے تھے۔ جب یہ مصیبت انگیز خبر مدینۃ الرسول میں پھیلی تو لوگوں کے ہوش اُڑ گئے۔ اور مدہوشانہ دوڑتے ہوئے محل سرا کی طرف آئے مگر اب یہاں کیا رکھا تھا؟

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امام حسنؓ کو ایک طمانچہ مارا، اور ایک مکہ امام حسینؓ کی چھاتی پر دیا، مگر اب یہ سب کچھ بعد از وقت تھا، سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ محل سرا کے اندر خون میں ڈوبے پڑے تھے، اور محاصرہ اب بھی جاری تھا۔ ایک صاحب درد شاعر شہادت عثمان سے متعلق آپؓ کی زوجہ محترمہ کی کیا ہی خوب ترجمانی کرتے ہیں۔ ؎

پیش کہ از درد کنم سینہ چاک
خاک بفرق انگنم از دست خاک

حال کرا گویم و ہمدرد کو
ہم نفس یار من آں مرد کو

خاک شدہ آں صورت زیبائے او
اے سر من خاک کف پائے او

ہم نفسے نیست دریں بوستاں
با کہ تو آں گفت غم دوستاں

سخت دمے باشد ازیں سینہ دور
کز پیچنیں درد نشاند صبور

گل کہ دراں مجلسِ یاراں بود

گل نتواں گفت کہ خاراں بود

شہر پُر از خلق جہا پُر ز یار

جاں عمر ام نپذیر د قرار

(جواہر فریدی ص ۱۵۹)

نتیجۂ فکر

امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہادت کے وقت تلاوت کلام اللہ شریف فرما رہے تھے۔ اور قرآن مجید آپؓ کے سامنے کھلا ہوا تھا۔ اس لئے خونِ ناحق نے جس آیتِ پاک کو رنگین فرمایا، وہ یہ تھی فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ! اے عثمانؓ تیرا بدلہ لینے کو تیرا اللہ کافی ہے۔ وہ علیم ہے اور حکیم ہے۔

شہادت سیّدنا عثمانؓ پر سیّدنا علیؓ کا کوئی تعلق نہیں بلکہ امیر المؤمنین کی شہادت پر

★ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا، "میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں"۔

★ حضرت سعید بن زید رضی اللہ نے کہا، "لوگو! واجب ہے کہ اس بداعمالی پر کوہِ اُحد پھٹے اور تم پر گرے"۔

★ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "حضرت عثمانؓ جب تک زندہ

تھے۔ خدا کی تلوار نیام میں تھی۔ آج اس شہادت کے بعد یہ تلوار نیام سے نکلے گی اور قیامت تک کھلی رہے گی۔

★ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اگر حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کے خون کا بھی مطالبہ نہ کیا جاتا تو لوگوں پر آسمان سے پتھر برستے۔

★ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ،، قتل عثمان کا رخنہ قیامت تک بند نہیں ہوگا۔ اور خلافت اسلامی مدینہ سے اسی طرح نکلے گی کہ وہ قیامت تک کبھی مدینہ میں واپس نہیں آئے گی"

★ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب شہادت عثمانؓ کی خبر سُنی تو گھر سے باہر تشریف لے آئیں۔ اور افسوس کرتیں۔

★ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے شہادت کی خبر سُنی تو ان کی زبان سے بے اختیار چند دردناک اشعار جاری ہوئے۔ ترجمہ سُنئے:۔
آپؓ نے اپنے دونوں ہاتھ باندھ لئے اور اپنا دروازہ بند کر لیا۔ اور اپنے دل سے کہا۔ اللہ تعالےٰ سب کچھ جانتا ہے آپؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا دشمنوں کے ساتھ لڑائی مت کرو۔ آج جو شخص میرے لئے جنگ نہ کرے وہ خدا کی امان میں رہے۔ اے دیکھنے والے! حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے وا لین کا میل جت کس طرح ختم ہوا اور خدا نے اس کی جگہ بغض و عداوت مسلط کردی۔ حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کے بعد بھلائی مسلمانوں سے اس طرح دور نکلے گی جس طرح تیز آندھیاں آتی ہیں۔ اور چلی جاتی ہیں"

خونِ عثمان کا اثر

حکایت نمبر ۶۹

امیر المومنین جانشین رسول الثقلین حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر آناً فاناً تمام مملکت اسلامیہ میں پھیل گئی۔ اس وقت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا کہ بعد کے تمام واقعات صرف اسی ایک جملے کی تفصیل ہیں۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

سیدنا عثمان کے قتل سے اسلام میں ایک ایسا رخنہ پڑ گیا ہے کہ اب وہ قیامت تک بند نہیں ہوگا۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا خون آلود کرتہ اور حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کی کٹی ہوئی انگلیاں۔ امیر المومنین حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملک شام میں بھیج دی گئیں۔ جب سیدنا عثمان کا مقدس کرتہ مجمع میں کھولا گیا۔ تو حشر برپا ہو گیا۔ اور "انتقام" "انتقام" کی صداؤں سے فضا گونج اٹھی۔ بنی امیہ کے تمام ارکین حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو گئے۔ یہاں یہ نکتہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ امیر المومنین حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے لے کر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت بلکہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد امیوں اور عباسیوں کی خلافت کے آخر تک جس قدر بھی واقعات پیش آئے ان میں ہر جگہ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس خون کا اثر برابر موجود ہے۔ یہ ایک ایسا دردناک واقعہ ہے۔

جس سے تاریخِ اسلام کا رُخ پلٹ گیا۔ جو کچھ جنگِ جمل میں ہوا، وہ بھی یہی تھا اور جو کچھ کربلا میں پیش آیا وہ بھی یہی تھا۔ اور جو کچھ اس کے بعد اُموّیوں اور عباسیوں نے کیا وہ اسی ایک ظلم کے لازمی منطقی نتائج تھے۔

(الھلال ۹۶)

نتیجۂ فکر

سیدنا عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ بارگاہِ مصطفٰے علیہ السلام کی ایک محبوب شخصیت تھے۔ آپ پر ظالموں نے ظلم کیا۔ اس لئے آپ مظلوم تھے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ خونِ مظلوم ایک نہ ایک دن ضرور رنگ لاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کے بعد بنی امیہ اور بنی ہاشم میں جو کچھ بھی ہوا اُس میں خونِ عثمان کارفرما تھا یعنی سیدنا امیر معاویہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کی آپس کی کشمکش اور وادیٔ کربلا کے تپتے ہوئے صحرا میں جو کچھ بھی ہوا اور جو ہولناک آگ بھڑک اٹھی یہ خونِ عثمان رض ہی کا زود اثر تھا۔

باب ششم

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

علیؓ کی آمد

حکایت نمبر ۱۰۷

بہاریں چمن اپنی دکھلا رہے ہیں — ہواؤں کے دامن کو لہکا رہے ہیں
طیور نوا سنج بھی گا رہے ہیں — مرے شوق کو وجد میں لا رہے ہیں

علیؓ آ رہے ہیں علیؓ آ رہے ہیں

زمین چمن گل کھلانے لگی ہے — بہار طرب رنگ لانے لگی ہے
مسرت اثر یہ جمانے لگی ہے — کدورت کو دل سے مٹانے لگی ہے

علیؓ آ رہے ہیں علیؓ آ رہے ہیں

دل افروز آئی ہیں اٹھ کر گھٹائیں — چلیں ہر طرف ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں
مہکنے لگیں روح پرور فضائیں — ہر اک سو سے آنے لگیں یہ صدائیں

علیؑ آ رہے ہیں علیؑ آ رہے ہیں

سو رہے کعبہ تو جوبن پہ بطحا
ہے رشک بہشت بریں شہر مکہ
حرم ضو فشانی سے ہے جگمگاتا
ہے مابین ارض و سما کوئی کہتا

علیؑ آ رہے ہیں علیؑ آ رہے ہیں

ہے صورت پہ ایمان و ایقان کی رونق
ہے ہر اک حلوت پہ قرآن کی رونق
دل افروز ہے باغ رضوان کی رونق
بتاتی ہے یہ بیت یزدان کی رونق

علیؑ آ رہے ہیں علیؑ آ رہے ہیں

شجاعت ہے نازاں عدالت ہے خنداں
مسرت میں عفت ہے حکمت ہے شاداں
ہے کفر اور بدعت کی حالت پریشاں
صنم خانے اب ہونیوالے ہیں ویراں

علیؑ آ رہے ہیں علیؑ آ رہے ہیں

نتیجۂ فکر

لرز اٹھے اصنام کعبے کے اندر
ہے توحید کا بول بالا سراسر
اٹھا شور کعبہ میں اللہ اکبر
چلے گھر سے بھتے ہوئے یہ پیمبر

علیؑ آ رہے ہیں علیؑ آ رہے ہیں

مرتبہ علی رضہ

حکایت نمبر ۱

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ وسلام نے ارشادِ گرامی فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے "تم میرے پاس ایسے ہو جیسے حضرت ہارون تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے"۔

(صحیح مسلم شریف ص ۲۷۸ جلد ۲)

نتیجۂ فکر

سیدنا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت بڑی شان مبارک ہے۔ چنانچہ اس حدیث مبارکہ سے بھی آپ کی فضیلت و بزرگی ظاہر ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ وسلام کی مقدس امت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو وہ عظیم مرتبہ حاصل ہے۔ جو کہ بنی اسرائیل میں حضرت ہارون علیہ السلام کو تھا۔ مگر اس میں فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام پیغمبر خدا تھے۔ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ پیغمبر خدا نہ تھے۔ کیونکہ ہمارے حضور دا ہمارے محبوب علیہ الصلوٰۃ وسلام خاتم الانبیاء (علیہم السلام) تھے۔ آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آسکتا۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کیا ہی ایمان افروز شعر کہتے ہیں۔

لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ز احسانِ خدا ہست
پردۂ ناموسِ دینِ مصطفےٰ است

مسلمانو! ہمارے حضورؐ نبی آخر الزماں ہیں۔ اور آپ کے بعد کسی دلیسی نبی کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہم السلام کے چچازاد بھائی تھے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہمارے حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچازاد بھائی تھے۔ اور نبیؐ رحمت نے یہ حدیثِ مقدس اس وقت فرمائی تھی، جب کہ حق و باطل کا معرکہ "جنگِ تبوک" میں ہونے والا تھا۔ اور حضورؐ نے اپنا قائم مقام حضرت علی کو مدینۃ الرسول میں کیا۔ اور خود رزم گاہ میں تشریف لے گئے، بلکہ مولائے مشکل کشاء سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بارگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ میں یہ عرض کیا تھا۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ مجھ کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ کر عازمِ رزم گاہ ہو رہے ہیں۔ تو اس وقت شہنشاہِ ارض و سماء رطب اللسان ہوئے۔

"اے علی! تم خوش نہیں ہوتے کہ تمہارا حال ہارون کا سا ہے۔"[1]

یعنی جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو حضرت ہارون کو اپنا قائم مقام مقرر کر گئے تھے۔ اور یہاں پہ یہ مقام قابلِ غور ہے کہ اس حدیث مبارک سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ:

---

[1] محسنِ اعظم اور محسنین ص ۱۶۲

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہو، "علی تم میری وفات کے بعد بھی خلیفہ ہوگے۔ کیوں کہ حضرت ہارون علیہ السلام سیّدنا کلیم اللہ کی حیات ہی میں انتقال کر چکے تھے۔ اور وہ ان کے بعد خلیفہ نہیں ہوئے غرض یہ کہ وجۂ تشبیہہ صرف ایک ہی کافی ہوتی ہے۔ اور یہاں پر دو وجہیں موجود تھیں۔ ایک قرابت جیسے ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ دوسری خلافت اپنی قوم پر۔ اب ساری باتوں میں ہارون کی مثل ہونا ضروری نہیں۔ اور حدیث شریف میں یہ صاف عیاں ہے۔ کہ "میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

تو معلوم ہوا کہ اور باتوں میں جناب ہارون سے جناب علیؓ کی مماثلت موجود ہے۔ حالانکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی، ایک صفت یہ تھی کہ سیّدنا موسیٰ کے بعد سارے بنی اسرائیل میں آپ افضل و اعلیٰ تھے۔ پھر اس لحاظ سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بھی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بزرگی و فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی شیخین کی خلافت میں کوئی قدح نہ ہو۔ اس لئے کہ خلافت مفضول کے باوجود فاضل کے درست ہوتی ہے۔ خاص کر اس صورت میں جب کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا متعدد احادیث میں اشارہ موجود ہے۔ اور اس بات پر سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اتفاق کیا ہے۔ حتیٰ کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی چھ ماہ کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پر بیعت کی۔ اور مفسدین کا استدلال اس حدیث شریف سے مردود ہوتا ہے۔ کیوں کہ خلافت اپنے گھر والوں میں بحالت حیات اور خلافت امّت کو وفات کے بعد مقتضی نہیں۔ اور قیاس ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت ہارون کی موت سے حضرت موسیٰ کے سامنے اور جناب ہارون علیہ السلام ایک خاص

مقصد ۔ خاص وقت میں خلیفہ ہوئے تھے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں پیغمبر الیاس ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے بھی سمجھنا چاہیئے ۔ اب مفسدین کو چاہیئے کہ وہ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم ۔ اور سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی ذات مبارکہ پر اعتراض نہ کریں ۔ اور انہیں غاصب نہ سمجھیں ، ہر کام قانونِ قدرت کے بغیر وقت سے پہلے نہیں ہوتا ۔

جب خدا چاہے تیری پردہ دری
اس کے پیاروں سے کرے تو مسخری

علیؓ کی زرہ

حکایت نمبر ۲۰

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زرہ جنگِ صفین میں گم ہو گئی تھی ۔ لڑائی کے بعد جب آپ کوفہ تشریف لائے تو وہ ایک یہودی کے پاس ملی ۔ آپ نے یہودی سے فرمایا ، یہ میری زرہ ہے جس کو میں نے نہ ہبہ کیا ہے ، اور نہ کسی سے بیچا ہے ۔ یہودی نے کہا یہ میری زرہ ہے ۔ اس لئے کہ میرے قبضہ میں ہے ۔ آپؓ نے قاضی شریح کی عدالت میں دعوئے دائر کر دیا ۔ اور یہودی کے ساتھ شریح کی عدالت میں حاضر ہوئے ۔ قاضی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے بیان سُنے۔ آپ نے فرمایا یہ میری زرہ ہے، جو میں نے کسی سے بیچی نہ ہبہ کی۔ یہودی نے بیان دیا کہ یہ میری زرہ ہے۔ اور میرے قبضہ میں ہے۔ قاضی شریح نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا۔ "اے علی اگر کوئی گواہ ہے تو لاؤ۔"

آپؓ نے فرمایا: میرا غلام قنبر اور حسنؓ گواہ ہیں۔ قاضی شریح نے کہا بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں نہیں سُنی جا سکتی۔ حضرت علی کے نزدیک بیٹے اور غلام کی گواہی جائز تھی۔ مگر قاضی صاحب کے نزدیک جائز نہ تھی۔ اور یہ مسئلہ امیر المومنین اور قاضی شریح کے مابین مختلف فیہ تھا۔ اس لئے قاضی صاحب نے اجتہاد پہ عمل کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دعویٰ خارج کر دیا۔

قاضی شریح کی عدالت سے باہر نکلنے پر یہودی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو بغور دیکھا تو اسے کوئی رنج و ملال نظر نہ آیا۔ یہودی دل میں سوچنے لگا کہ حضرت علی نے خلیفۂ وقت ہونے کے باوجود اپنا دعویٰ خارج ہوتے ہوتے دیکھ کر کوئی غصہ نہیں منایا۔ اور آپ مطلق برہم نہیں ہوئے آخر کس چیز نے انہیں اس بات سے روکا ہے؟ یہودی کے دل نے خود ہی اس سوال کا جواب دے دیا۔ کہ اسلام نے! چنانچہ وہ یہودی فوراً سیّدنا علی رضی اللہ کے قدموں میں گر گیا۔ اور عرض کی۔ حضور! میں نے آپ کی زرہ لی اور آپ نے میرا دل لیا۔ یہ کہہ کر کلمہ شہادت أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ پڑھتے ہوئے مسلمان ہو گیا۔

(یادگار علی ص۸۵)

نتیجۂ فکر

دین مصطفائی نے عدل و انصاف کا تمام مسلمانوں کو درس دیا ہے اور ہمارے اسلاف نے بھی ہر حال میں عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اور اسلام کی نظر میں قانون چھوٹے بڑے، راعی اور رعایا اور امیر و غریب یعنی اپنوں اور بیگانوں کے لئے یکساں ہے۔ اور ارباب و ربانی نے بھی اسی عدل و انصاف کی شمشیر سے دنیا تو کیا ہے لوگوں کے دلوں کو بھی فتح و مسخر کر لیا۔

فاتح خیبر ۳

حکایت نمبر

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مقدس لشکر کو لے کر خیبر کے یہودیوں کی سرکوبی کے لئے تشریف لے گئے اور خیبر پہنچ کر یہودیوں کے تمام قلعوں کو فتح کر لیا۔ صرف ایک قلعہ "قموص" نامی جو تخت گاہِ مرحب تھا۔ کئی متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جانے پر بھی سر نہ ہوا۔ زیادہ دن لگ گئے مگر کامیابی معدوم تھی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا:-

"کل میں اس شخص کو علم دوں گا جس کے ہاتھ پہ خدا فتح دے گا۔

اور جو خدا اور خدا کے رسول کو چاہتا ہے۔ اور خدا اور خدا کا رسول بھی اس کو چاہتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے قرار تھے کہ دیکھو کل علم کس کو ملتا ہے۔ چنانچہ دوسرے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ حضرت علیؓ کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ اور ایسی دکھتی تھیں کہ دوسرے لوگ سہارا دے کر آپؓ کو بارگاہ مصطفےٰ میں لاتے۔ آپ نے اپنا لعاب دہن شریف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی آنکھوں میں لگا دیا۔ جس سے ان کی آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ اور دعا فرمائی۔ اور اپنے دست مقدس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا۔ اور فرمایا جاؤ تم اس قلعہ کو فتح کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جھنڈا اور لشکر اسلام لے کر قلعہ کی طرف بڑھے تو قلعہ کا مالک مرحب حضرت علیؓ کے مقابلہ میں آیا اور یہ شعر پڑھنے لگا۔ ؎

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اِنِّيْ مَرْحَبْ

شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبْ

٭ خیبر مجھے جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ کون مرحب؟
وہ جو مسلح اور تجربہ کار بہادر ہے

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مرحب کا یہ شعر سنا تو آپؓ نے جواب میں یہ شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ ؎

اَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ اُمِّيْ حَيْدَرَهْ !

كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَهْ !

یعنی سن او مرحب! "میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے شیر رکھا ہے۔ جو جنگل کے شیروں کی طرح ہیبت ہے"

مرحب بڑی شان وشوکت سے رزم گاہ میں آیا تھا۔ مگر حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی حملہ میں اس طرح تلوار کی ضرب لگائی کہ مرحب کی سپر کو کاٹتے ہوئے اس کے سر پر پہنچی۔ اور سر کے دو ٹکڑے کر کے اس کے بدن کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے۔ ؎

سپر خود سر کو کاٹا چہرہ کاٹا حلق سے نکلی
ندائے الحذر ہر سو زبانِ خلق سے نکلی

مرحب خاک پر لوٹنے لگا۔ مرحب کو اس حالت میں دیکھکر اس کے ساتھیوں نے قلعہ سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ لیکن بہادرانِ اسلام نے جان پر کھیل کر ایسا حملہ کیا کہ یہودی ہمت ہار کر بھاگے۔ اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ سیدنا شیر خدا اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ قلعہ کے پھاٹک پر آ پہنچ گئے۔ اور قلعہ کے دروازہ کو پکڑ کر اس زور سے کھینچا کہ پل بھر میں اسے اکھاڑ کر الگ پھینک دیا۔ اور سب مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ مسلمانوں کی اس یلغار سے یہودیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور قلعہ فتح ہو گیا۔

محسن اعظم اور محسنین ص ۱۶۶

("تاریخ اسلام ص ۲۲۵ ج ۱" یادگار علی ص ۱۴)

نتیجۂ فکر

ہر صحابی اس شرف کا امیدوار تھا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کیلئے

یہ شرف مقدر فرمادیا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ وسلام نے عَلم حضرت علی کو عطا فرمایا۔ اور شیرِ خدا کے ایک ہی حملے میں خیبر فتح ہوگیا۔ معلوم ہوا شیرِ خدا بہت بڑے بہادر اور جری تھے۔ اور یہ سب کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ وسلام کی عطا اور صدقہ تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حق کے آگے باطل کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ حق کو فروغ ملتا ہے۔ اور باطل کو شکست سے ہمکنار ہونا پڑتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باطل کی قوتوں کے سامنے حق کو فخریہ طور پر پیش کرنا چاہیئے۔ اور اپنی تعریف بھی کرنی چاہیئے۔ تاکہ باطل کی قوتیں پاش پاش ہو جائیں۔ اور یہ بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہوا کہ مقبولانِ حق کی بہت بڑی طاقت وہمت ہوتی ہے۔ جو وزنی دروازوں کو کئی آدمی مل کر کھولتے تھے وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اتنا بڑا دروازہ اپنے ایک ہی ہاتھ سے اکھاڑ کر پرے پھینک دیا۔"

علی رضی اللہ عنہ کو وصیت

حکایت نمبر ۲۸۷

یوں نبی بولے علی رضی اللہ عنہ سے اے علی رضی اللہ عنہ
شیرِ حق تو پہلوان تو اور جری
اپنی شیری پر نہ کرنا اعتماد

سرہ سے لے سایہ نخلِ مراد

طاعتیں کرتے ہیں سب سو طرز سے

راحتِ قربِ الٰہی کے لئے

تو تقرب عقل و دل سے کر حصول

ہے کمال اور نیکی پہ غرہ فضول

اے علیؓ سب چھوڑ کر طاعت راہ

ڈھونڈ بس اک سایۂ خاص اللہ

(الہام منظوم ترجمہ مثنوی شریف صفحہ ۳۴۵)

نتیجۂ افکار

ہر کوئی طاعت کی جانب ہے رواں　　دیتا ہے اخلاص کا اپنے نشاں

عاقلوں کے سائے میں تو لے پناہ　　تاکہ پائے دشمنِ جاں سے پناہ

اک یہی طاعت مطابق تجھ سے ہے

اس سے سبقت کر جو سابق تجھ سے ہے

بابُ مدینۃ العلم

حکایت نمبر ۶۵

حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ "سارے علوم قرآن پاک میں ہیں اور قرآن پاک کے سارے علوم سورۃ فاتحہ میں ہیں۔ اور سورۃ فاتحہ کے سارے علوم "بسم اللہ" میں ہیں۔ اور "بسم اللہ" کے سارے علوم "بسم اللہ شریف کی "ب" میں ہیں اور پھر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو باب مدینۃ العلم ہیں آپ فرماتے ہیں۔

اَنَا النُّقْطَۃُ تَحْتَ الْبَاءِ

"ب" کے نیچے کا نقطہ میں ہوں۔

(روح البیان ص ۱۷۰/۱ ج محافل ومجالس ص ۳۶)

نتیجۂ فکر

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فطرۃً ذہین اور طباع تھے۔ آپ کی پرورش اور تربیت شہنشاہِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی میں ہوئی تھی۔ گویا۔ ع

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد

کے مصداق آپ رنگِ مصطفائی میں رنگے ہوئے تھے۔ چنانچہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو بچپن ہی میں حضور رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت کی سعادت حاصل رہی اور شافعِ یوم النشور نے بنفسِ نفیس آپؓ کو قرآن و حکمت کی تعلیم دی۔ قرآنِ کریم جو دینی علوم و معارف کا سرچشمہ ہے۔ اس سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پوری طرح سیراب تھے۔ آپؓ کا شمار اُن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہوتا تھا جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی میں نہ صرف یہ کہ پورا قرآن زبانی یاد کر لیا تھا، بلکہ اس کی ایک ایک آیت کریمہ کے معنی اور شانِ نزول سے واقف تھے۔ آپؓ نے بچپن سے لے کر وصالِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک تقریباً تیس[1] سال حضور نبی اکرمؐ کی خدمت و رفاقت میں بسر کئے۔ اس مسلسل رفاقت و محبت کے سبب آپؓ اسلام کے احکام، فرائض اور ارشاداتِ نبوی کے سب سے زیادہ جاننے والے اور سب سے بڑے عالم و فاضل تھے۔ سیّدنا حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو فقہ۔ اجتہاد میں کامل دسترس اور غیر معمولی بصیرت حاصل تھی۔ چونکہ عالمِ طفولیت ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ عاطفت میں تربیت پائی تھی۔ اس لئے اخلاق و تقویٰ اور معارفِ قرآن میں اپنی نظیر آپ تھے۔ یہ سبھی فیضانِ انورِ[2] صرف لعابِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل آپ کو حاصل ہوا۔ جو کہ آپؓ نے تناول کیا تھا۔

۱۔ محسنِ اعظم اور محسنین صـ ۱۶۹

۲۔ تفسیر روح البیان صـ ۱۰۵ جلد ۴

چنانچہ حضرت زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین خواجہ فریدالدین عطار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؓ کی شانِ مقدس میں رطب اللسان ہوئے۔ کہ:-

خواجۂ حق پیشوائے راستیں
کوہِ علم و بحرِ علم و قطبِ دیں
ساقیٔ کوثر امام و رہنما
ابنِ عم مصطفےٰ شیرِ خدا
مرتضےٰ و مجتبےٰ جفتِ بتولؓ
خواجۂ معصوم دامادِ رسولؐ
در بیانِ رہنمو لے آمدہ
صاحبِ سرّ سلونے آمدہ
مقتدائے دیں بہ استحقاق اوست
مفتیٔ مطلق علی الاطلاق اوست
چوں علی از عین ہائے حق یکی است
عقل را در بینش علمش کے شکے است

ہم ز راوسی کم علی جاں آگہ است

ہم علی مستول فی الذات اللہ است

گشت اندر کعبہ آں صاحب قبول

بت شکن بر پشتی پشتِ رسول

گاہ در جوشش آمدہ از کار خویش

گاہ فرد رفتی بجہ اسرار خویش

فیضانِ نبی

حکایت نمبر ۷۶

حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

" پرسیدہ شد از علی رضی اللہ عنہ از سبب فہم و حفظ وے گفت چوں غسل دادہ شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را جمع شد آب در پلکہائے وے لیس برداشتم من بزبانِ خود آں را فرد بردم لیس میدانم قوتِ حفظ از وے

(اشعۃ اللمعات ص ۳۳۱ جلد ۲)

★ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا سبب پوچھا گیا کہ

آخر آپ میں اتنا علم کہاں سے آگیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری غسل تشریف دے رہا تھا تو پانی کے چند قطرے نبی کریم کی پلکوں پر ٹھہر گئے اور میں نے ان قطروں کو چوس لیا۔ بس پھر کیا تھا علم وادراک کا سمندر میرے اندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

نتیجہ فکر

شافعِ محشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری غسل مبارک کے پانی کے چند قطروں ہی کا یہ کمال تھا۔ کہ ان کو چوس لینے کے طفیل سے خالق کائنات نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شرح صدر کو کھول دیا اور آپ علم وادراک کی بلندیوں پہ سرفراز ہو گئے۔ اور انہیں قطروں کے سبب آپ نے ذہنِ رسا اور روشن فکر پایا تھا۔ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل میں آپ کی نگاہِ نکتہ رس معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتی تھی۔ جس طرح اشجع الناس یعنی سب سے زیادہ بہادر تھے۔ اسی طرح اقضیٰ یعنی فیصلہ چکانے میں سب سے بڑے قاضی بھی تھے۔ فصاحت و بلاغت تو آپ کے لبوں کو چومتی تھی اور تقریر وخطابت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر کی کنیزیں تھیں۔ آپ کو شعر کا بھی ذوق تھا۔ اور آپ سے منسوب بھی ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ہی کے متعلق سید دوعالم سرور کائنات اور رہبر انسانیت کی زبان کہا سے سنا کہ آپ فرماتے ہیں

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے"

۱؎ محسن اعظم اور محسنین ص ۱۷۵

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ زاہد بھی تھے۔ اور اہل تقویٰ بھی تھے۔ اور برائیوں کے مٹانے والے اور نیکیوں کے قائم کرنے والے بھی تھے۔

گویا۔ سیدنا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان مقدس بڑی ارفع و اعلیٰ ہے اور جو کچھ بھی اوصاف و کمالات آپؓ میں پائے جاتے ہیں یہ سبھی علوم و اختیارات دراصل شہنشاہ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اخلاص علی رضی

حکایت نمبر ۷۰

امیر المومنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جنگ میں ایک کافر پر قابو پالیا۔ اور اسے گرا کر اس پر تلوار چلانے لگے کہ اس کافر نے حضرت علی رضی کے چہرۂ انور پر تھوک دیا۔ آپؓ نے فوراً اپنی شمشیر میان میں کرلی۔ اور پیچھے ہٹ گئے۔ اور وہ کافر بڑا ہی حیران و پریشان ہوا اور جناب علیؓ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

اے علیؓ تم نے مجھے پوری طرح قابو میں لے لیا تھا۔ پھر چھوڑ کیوں دیا۔
چنانچہ سیدنا علی المرتضیٰ ...... رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مبارک اخلاص

کو مثنوی شریف میں حضرت زبدۃ العارفین مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیارے انداز میں بیان کرتے ہیں۔ اس کا اردو ترجمہ سنیئے :-

کہتے ہیں شیرِ خدا نے ایک بار
ایک دشمن پر کیا خنجر سے وار
بھاگا ایسا زخم کھا کے پشت پر
کی نہ مارے خوف کے پیچھے نظر
کب بھلا ممکن تھا کرکے کوئی چھل
شیر کے پنجے سے یوں جائے نکل
کر تعاقب جا گرایا خاک پر
تھے جدا کرنے کو تن سے اس کا سر
ناگہاں اس مشرک بے عقل نے
چاند سے چہرے پہ تھوکا جہل سے
مرتضیٰ نے ہاتھ سے خنجر کو چھوڑ
منہ لیا اس کافرِ بے دیں سے موڑ
چھوڑ کر اس کو ہوئے یکسو کھڑے
یہ کہا بخشا تجھے ہٹ جا پرے

درگذر تھی یہ خلافِ دابِ جنگ
رہ گیا کافر کھڑا حیران و دنگ
دست بستہ عرض کی اے باکمال
گر اجازت ہو کروں میں اک سوال
موت تھی میری شرارت کی سزا
عفو میں مجھ کو بتا حکمت ہے کیا
مسکرا کر وہ ولیِ انس و جان
یوں ہوئے اپنی زباں سے دُر فشاں
تجھ کو مجھ سے تھی نہ ذاتی دشمنی
جو عداوت تجھ سے تھی لِلّٰہ تھی
مارتا اس وقت میں تجھکو اگر
نفس کہتا دل میں اپنے پھول کر
انتقام اس سے لیا اچھا کیا
تھوکنے کا اس نے کچھ پایا مزا
شیرِ حق ہوں حق پہ ہے میرا یقیں
نفس کے کہنے پہ میں چلتا نہیں

دیکھکر اخلاص شاہِ دین کا
مشرک بے دین مسلماں ہو گیا
مرتضےٰ کا دیکھکر اخلاص تام
قوم بھی اس کی ہوئی مومن تمام
شیر حق سے ہے سبق اخلاص کا
یوں ادا کرتے ہیں حق اخلاص کا

(مثنوی شریف کا ترجمہ موتیوں کا ہار صفحہ ۷)

نتیجۂ فکر

حلم کی تلوار کرتی ہے وہ کام
چھوڑتی ہرگز نہیں دشمن کا نام

نگاہِ علی

حکایت نمبر ۲۷

ایک دن حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ایک دہقان کی شکل میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور پیشِ خدمت ہوکر عرض کی۔ "یا علیؓ" آپ بابِ مدینۃ العلوم ہیں۔ ذرا جبریل کی تلاش تو کیجئے۔ اور بتایئے کہ جبریل امین اس وقت کہاں ہے۔

چنانچہ حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ نے پہلے تو دائیں بائیں دیکھا پھر زمین کی طرف دیکھا اور پھر آسمان کی طرف دیکھا۔ اور پھر آپؓ نے فرمایا: "اس وقت جبریل نہ تو آسمان پہ ہے اور نہ زمین میں کہیں ہے۔ اس لئے میرے خیال میں جبریل تو تُو ہی ہے۔"

(نزہۃ المجالس ص ۳۵۲)

نتیجۂ فکر

سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہوں میں کائنات کی کوئی چیز بھی پنہاں نہیں۔ آپ کی نظرِ پاک وہ نظر ہے کہ جبریل امین بھی اس نظر سے چھپ نہیں سکے اور جب آقا و مولیٰ رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک غلام اور خادم کی نظر سے حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی نہ چھپ سکے ۔۔۔۔

تو پھر اس آقا کے نامور کی اپنی نظرِ پاک سے کون سی شئے ہے جو چھپ سکے گویا حضورِ دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ نگاہ مقدس ہے کہ خدائی تو خدائی گیا ہ خود خداوند قدوس بھی حضور کی نگاہِ پاک سے

نہ چھپ سکے۔ اسی لیئے اعلیحضرت فرماتے ہیں:۔

اور کیا غیب تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

ایک عجیب فیصلہ

حکایت نمبر ۷۹

ایک دن تین شخص سیدنا علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ اور سترہ اونٹ بھی اپنے ساتھ لائے اور آپ سے عرض کی کہ حضور! یہ سترہ اونٹ ہمارے سرمایہ کے منافع کے ہیں۔ ان کو اس طرح تقسیم کریں کہ کسی اونٹ کو ذبح کر کے تقسیم نہ کرنا پڑے۔ ہم میں سے ایک کا نصف حصہ ہے اور ایک کا تیسرا اور ایک کا نواں حصہ ہے۔

آپؓ نے اپنے غلام قنبر کو حکم دیا۔ کہ ان سترہ اونٹوں کو ایک قطار میں کھڑا کر دو۔ اور اپنا ایک اونٹ بھی لا کر ان کے ساتھ کھڑا کر دو۔ قنبر نے حکم کی تعمیل کی۔ پہلے آپ نے نصف حصہ والے کو حکم دیا کہ آپ اپنے نو اونٹ لے لو۔ اس نے لے لیئے۔ پھر آپ نے تیسرے حصے والے کو حکم دیا اس نے بھی اپنے چھ اونٹ لے لیئے۔ پھر آپ نے نویں حصے والے کو حکم دیا۔ کہ تم بھی اپنے دو اونٹ لے لو۔ اس کے بعد آپ نے قنبر کو حکم دیا کہ اپنا اونٹ لے جا کر اپنے اونٹوں میں

باندھ دیے۔ اسی طرح آپؓ نے سترہ اونٹ تقسیم کر دیئے۔
(یادگار علی صفحہ ۹)

نتیجۂ فکر

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل کمالی ذہن دیا تھا۔ جس کی بدولت آپ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل بھی حل فرما لیتے اور معترض کو اعتراض کی بھی ضرورت نہ پڑتی۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ہی فرمایا تھا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ پھر جس شہر کے دروازے کا اتنا وسیع علم ہو تو اس شہر کا اپنا علم کتنا ہوگا۔

علیؓ کی آرزو

حکایت نمبر ۸۰

ایک دفعہ ایک شخص نے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے سوال کیا کہ آپ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے ہیں۔ کہ:

"اے خدا ہم کو خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ اور انہیں کے سے کام کرنے کی توفیق عنایت فرما۔ اور ان کے کاموں کی طرح ہمارے کاموں کی اصلاح کر۔"

سائل! یا علیؓ یہ کون لوگ ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مبارک آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور سائل سے فرمانے لگے :۔

"یہ میرے حبیب ابو بکرؓ و عمرؓ (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ جو ان کی پیروی کرے گا نجات پائے گا۔ اور حزب اللہ میں داخل ہو گا۔ (یادگار علیؓ ص۳۸)

نتیجۂ فکر

سیدنا امیر المومنین صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کی بہت مقدس شان ہے۔ اور خود سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے۔ اور انہیں مقبولان حق کے نقش قدم پر چلنے کی ہر وقت حسرت و آرزو رکھتے تھے۔ معلوم ہوا سیدنا صدیق اکبر سیدنا فاروق اعظم حق پر تھے۔ اور نبی اکرم کے ہدایت یافتہ تھے۔ غاصب و ظالم نہ تھے۔ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق ان دونوں سے محبت رکھنا جزوِ ایمان اور ان کے قدم بہ قدم چلنا درحقیقت حزب اللہ میں شمولیت ہے۔ اور جو شخص ان کے خلیق ہوتے ہوئے انکار کرے وہ کیوں نہ بد خصلت ہو گا۔ لہٰذا ان لوگوں کو چاہیئے کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے اتباعِ خلفائے راشدین کریں ::

خوفناک سازش

حکایت نمبر ۱۸

جنگ صفین نے مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ " خوارج " پیدا کر دیا تھا۔ اگرچہ یہ فرقہ تمام تر سیاسی اغراض و مقاصد رکھتا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے دوسرے سیاسی فرقوں کی طرح اس کے عقائد بھی دینی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اس نے اپنا سیاسی مذہب یہ قرار دیا تھا۔

" ان الحکم الا للہ "

یعنی حکومت کسی آدمی کی نہیں ہونی چاہیئے۔ دراصل تاریخ اسلام کے خوارج موجودہ تمدن کے انارکسٹ تھے۔ لہٰذا وہ کوفہ اور دمشق دونوں حکومتوں کے مخالف تھے۔ مکہ میں بیٹھ کر خارجیوں نے سازش کی تین آدمیوں نے بیڑا اٹھایا کہ پوری تاریخ اسلام بدل دیں گے اور انھوں نے بدل دی:

★ عمرو بن بکر تیمی نے کہا:۔

" میں حاکم مصر عمرو بن العاص " کو قتل کر دوں گا، کیوں کہ وہ فتنہ کی متحرک روح ہے۔

★ برکس بن عبداللہ تیمی نے کہا:۔

" میں معاویہ بن ابی سفیان کو قتل کر دوں گا، کیوں کہ اس نے شام میں قیصریت قائم کی ہے"۔

★ عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے کہا:۔

"ایک لمحہ کے لئے خاموشی چھا گئی۔ علیؑ ابن ابی طالب کے نام سے دل تھراتے تھے۔ بالآخر ابن ملجم نے مہر سکوت توڑی میں علیؑ کو قتل کر دوں گا۔"

ان ہولناک مہموں کے لئے ۱۷ رمضان شریف کی تاریخ مقرر کی گئی پہلے دو شخص اپنی مہم میں ناکام رہے۔ لیکن ابن ملجم کامیاب ہو گیا۔ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے :۔

مکہ سے چل کر ابن ملجم کوفہ پہنچا یہاں بھی خوارج کی ایک بڑی تعداد موجود تھی ابن ملجم ان کے ہاں آنا جاتا تھا۔ ایک دن قبیلہ تیم الرباب کے بعض خارجیوں سے اس کی ملاقات ہو گئی۔ ان میں ایک خوبصورت عورت "قطام بنت شجنہ بن عدی بن عامر بھی تھی۔ ابن ملجم اس پر عاشق ہو گیا سنگدل نازنین نے کہا،

"میرے وصل کی شرط یہ ہے کہ جو مہر میں طلب کروں وہ ادا کر دو۔"

ابن ملجم راضی ہو گیا۔ قطام نے اپنا مہر یہ بتایا :۔

"تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز۔ اور علیؑ کا قتل۔"

ابن ملجم نے کہا منظور! مگر علی کو کیوں کر قتل کر دوں؟

خونخوار معشوقہ نے جواب دیا "چھپ کر۔"

اگر تو کامیاب ہو کر لوٹ آئے گا۔ تو مخلوق کو شر سے نجات دے گا اور اہل و عیال کے ساتھ مسرت کی زندگی بسر کرے گا۔ اگر مارا جائے گا تو جنت اور لازوال نعمت حاصل کرے گا۔

ابن ملجم اس کے جواب سے مطمئن ہو کر یہ اشعار گانے لگا۔

ثلاثۃ آلاف وعبد وقینۃ   وضرب علی بالحسام المصمم

فلا مہر اعلیٰ من علی وان علی ولا قتل الا دون قتل ابن ملجم

یادگارِ علی ص۳۳، مصنفہ پروفیسر مولوی محمد عمر خان

طبقات ابن سعد، کامل ابن اثیر

الھلال ص۱۰۰ وغیرہم

نتیجۂ فکر

جس طرح ابن سبا یہودی کے گروہ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے عداوت تھی۔ اسی طرح خارجی گروہ کو اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم سے عداوت تھی۔ اور یہ دونوں گروہ ہی اسلام اور مسلمانوں کے لئے بے حد خطرناک ثابت ہوئے۔ چنانچہ ان خارجیوں کو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سخت عداوت تھی۔ اور وہ یہی چاہتے تھے کہ ان تینوں کو قتل دیں۔

موت کا احساس

حکایت نمبر ۸۲

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سحر کے وقت میں والد محترم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا فرزند! رات بھر جاگتا رہا ہوں۔ ذرا دیر ہوئی بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی تھی خواب میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا!

یارسول اللہ! آپ کی اُمت سے میں نے بڑی تکلیف پائی۔
توحضورؐ نے فرمایا! اے علیؓ خدا سے دعا کر تجھے ان سے چھٹکارا دیدے"
ایک روایت میں ہے کہ مؤذن "ابن البناح کے پکارنے پر بھی آپؓ
اٹھے نہیں بلکہ لیٹے رہے۔ مؤذن دوبارہ خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر آپ سے
پھر بھی اٹھا نہ گیا۔ سہ بارہ اس کے آواز دینے پر آپ بمشکل بستر سے اٹھے
اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے مسجد کو تشریف لے گئے۔

اشدد حیازیمک للموت فان الموت لاقیکا
موت کے لئے کمر کس لے کیوں کہ موت تجھ سے ضرور ملاقات کرنے والی ہے

ولا تجزع من الموت اذا حل بوادیکا
موت سے نہ ڈر اگر وہ تیرے ہاں نازل ہو جائے
(احیاء العلوم جلد ۳، الھلال ص۱۵۴)

نتیجۂ فکر

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب مبارک میں آنے والے حادثہ
کا احساس پیدا ہوگیا تھا۔ کیوں کہ آپ مدینۃ العلم کے دروازہ تھے۔ اور یہ بھی
معلوم ہوا کہ خود حضور علیہ السلام بھی آپؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا
علیؓ تم ان مصائب و آلام سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے خدا سے دعا کرو
تمہاری مشکلیں حل ہوجائیں گی۔ گویا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حیات النبی
اور فریادرس ہیں۔ اور جو اس حقیقت کا انکار کرے وہ بے خبر ہے۔

وصیّت علیؓ

حکایت نمبر ۸۳

امیر المومنین سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال شریف کے وقت ایک وصیت کی، جو کہ اپنی افادیت کے لحاظ سے بلند و بالا ہے اور فصاحت و بلاغت سے جامع اور رموز و اسرار سے ارفع و اعلیٰ ہے آپ رطب اللسان ہوئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ علی ابن ابی طالب کی وصیّت ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور یہ کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میری نماز میری عبادت۔ میرا جینا۔ میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔ پھر اے حسنؓ! میں تجھے اور اپنی اولاد کو وصیّت کرتا ہوں۔ کہ خدا کا خوف کرنا اور جب مرنا تو اسلام ہی پر مرنا سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ کیوں کہ میں نے ابو القاسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے سُنا ہے کہ

آپس کا ملاپ قائم رکھنا روزے نماز سے بھی افضل ہے۔ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھو ان سے بھلائی کرو، خدا تم پر حساب آسان کر دے گا۔ اور ہاں یتیم! یتیموں کا خیال رکھو۔ ان کے منہ میں خاک مت ڈالو وہ تمہاری موجودگی میں ضائع نہ ہونے پائیں۔ اور دیکھو! تمہارے پڑوسی! اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو کیونکہ یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر پڑوسیوں کے حق میں وصیت کرتے رہے ہیں تک کہ ہم سمجھے شاید انہیں ورثہ میں شریک کر دیں گے۔

اور دیکھو! قرآن، قرآن! ایسا نہ ہو قرآن پر عمل کرنے سے کوئی تم پر بازی لے جائے۔ اور نماز! نماز! کیوں کہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ اور تمہارے رب کا گھر، اپنے رب کے گھر سے غافل نہ ہونا۔ اور جہاد کرتے رہو۔ زکوٰۃ! زکوٰۃ! زکوٰۃ پروردگار کا غصہ ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ اور ہاں تمہارے نبیؐ کے ذمی! تمہارے نبیؐ کے ذمی (یعنی وہ غیر مسلم جو تمہارے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں) ایسا نہ ہو ان پہ تمہارے سامنے ظلم کیا جائے۔ اور تمہارے نبیؐ کے صحابیؓ، تمہارے نبیؐ کے صحابی! یاد رکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صحابیوں کے حق میں وصیت کی ہے۔ اور فقراء و مساکین انہیں اپنی زندگی

میں شریک کرو۔ اور تمہارے غلام! تمہارے غلام! غلاموں کا خیال رکھنا۔ خدا کے باب میں اگر کسی کی بھی پرواہ نہ کرو گے تو خدا تمہارے دشمنوں سے تمہیں محفوظ کر دے گا۔ خدا کے تمام بندوں پر شفقت کرو۔ میٹھی بات کہو۔ ایسا ہی خدا نے حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ چھوڑنا ورنہ تمہارے اشرار تم پر مسلط کر دیئے جائیں گے۔ پھر تم دعائیں کرو گے مگر قبول نہ ہوں گی۔ باہم ملے جلے رہو۔ بے تکلف اور سادگی پسند رہو۔ خبردار ایک دوسرے سے نہ کٹنا اور نہ آپس میں پھوٹ ڈالنا۔ نیکی اور تقوے پر باہم مددگار رہو۔ مگر گناہ اور زیادتی میں کسی کی مدد نہ کرو۔ خدا سے ڈرو کیوں کہ اس کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ اے اہل بیت! خدا تمہیں محفوظ رکھے اور اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ پر قائم رکھے میں تمہیں خدا ہی کے سپرد کرتا ہوں۔ تمہارے لئے سلامتی اور اور برکت چاہتا ہوں۔"

(الہلال صفحہ ۱۰۹، محسن اعظم اور محسنین صفحہ ۱۰۷، محافل و مجالس صفحہ ۴۶، طبری جلد ۶)

نتیجۂ فکر

سیدنا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم وفضل زہد و اتقاء
فہم و ذکا اور عقل و دانش کے بہترین نمونہ تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی
نظر میں آپؓ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ فصاحت و بلاغت کے منبع تھے۔ اس
حقیقت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ سیدنا امیر المومنین حضرت
عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے وسیع نظر خلیفۃ المسلمین نے بھی آپؓ کے
علم وفضل کو سراہا۔ اور ہمیشہ آپؓ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ قرآنی علوم اور
معارف کے آپ بے نظیر ماہر تھے۔ نیز آپ نے عامۃ الناس اور خصوصاً
اپنے اہل بیت رضی اللہ عنہم کو جو وصیت عدل و انصاف کے واسطے کی ہے
وہ اپنی مثال آپ ہے۔ تصوف و شریعت کے اسرار و رموز کے آپ شناسا
تھے۔ اور تزکیۂ نفس میں جو عظیم المرتبہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حاصل
ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے صوفیائے کرام
اور اولیاء عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تمام سلسلے آپؓ ہی سے
شروع اور آپ ہی پہ ختم ہو گئے اور آپؓ ہی ہمارے "سلسلۂ چشتیہ"
رضی اللہ عنہم کے جد امجد ہیں۔ تصوف و سلوک کے منازل کے بارے میں
جو باتیں آپؓ نے ارشاد فرمائیں وہ تمام اولیا عظام رضی اللہ عنہم کے نزدیک
ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حضرت زبدۃ العارفین فریدالدین
عطار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

امیر المومنین مہر نبوت　　　امیر المومنین اصل فتوت

امیرالمومنین نطق زبان است | امیرالمومنین شرح بیان است
امیرالمؤمنین سلطانِ عادل | امیرالمؤمنین انسانِ کامل
امیرالمؤمنین بابِ ولایت | امیرالمؤمنین فتحِ نبوّت

اگر از بخت برخوردار باشی
مطیعِ حیدرِ کرار باشی

شہادتِ علی

حکایت نمبر ۸۴

۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کی نماز پڑھنے مسجد میں تشریف لائے۔ اور ابن ملجم کو جو مسجد میں سو رہا تھا، جگایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کی۔ سر سجدے میں اور دل رازِ و نیازِ الٰہی میں مصروف تھا۔ کہ اتنے میں ابن ملجم ملعون نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار جو کہ اسی ناپاک مقصد کے لئے پہلے سے تیار کی ہوئی تھی آپؓ پر وار کیا۔ زخم سرِ اقدس پہ آیا۔ زخم کھا کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک نعرہ مارا۔ فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ

"خدا کی قسم میں اپنی مراد کو پہنچا"

اور پھر آپ زمین پر گر گئے۔ اور حکم فرمایا کہ میرے قاتل کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔ یہ حکم سن کر لوگوں نے قاتل کو پکڑ کر آپ کے سامنے لے آئے۔ حضرت مولیٰ علیؓ نے فرمایا! اس میرے مہمان کے لئے نرم بستر بچھاؤ۔ اچھا خوش ذائقہ کھانا پکا کر اسے کھلاؤ۔ اور اسے ٹھنڈا پانی بھی پلاؤ۔ زہر آلود تلوار کا زخم اور کاری زخم حالت نازک سے نازک تر ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اور آپ کو شدت سے پیاس لگی۔ گھر والے آپؓ کے لئے شربت بنا کر لائے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پہلے میرے قاتل کو یہ شربت پلاؤ۔ گھر والے جب شربت ابن ملجم کے پاس لائے تو وہ بدبخت بولا میں جانتا ہوں کہ تم نے اس میں میرے لئے زہر گھول رکھا ہے۔ یہ کہکر شربت پینے سے انکار کر دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر رو دئے اور فرمایا! اے بدنصیب اگر تو اس وقت یہ میرا شربت پی لیتا تو میں قیامت کے دن جام کوثر ہرگز نہ پیتا جب تک پہلے تجھے نہ پلا لیتا۔ مگر میں کیا کروں کہ تو میرے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد آپؓ کی حالت بہت نازک ہو گئی۔ اور فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت بڑی جماعت فرشتوں کی ہے۔ ان کے ساتھ بہت بڑے قافلے نبیوں کے ہیں۔ سب سے آگے قافلہ سالار حضور سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ

"اے علیؓ! خوش ہو جاؤ کہ اب تم بڑے چین اور راحت میں بلائے جاتے ہو" اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کچھ وصیتیں فرمائیں۔ اپنے قاتل کے متعلق کہا کہ "معمولی طور پر قصاص لینا" بالآخر ۲۰ رمضان المبارک سنہ ۴۰ ہجری جمعۃ المبارک کی شب تریسٹھ ۶۳ سال کی عمر میں شہادت پائی۔ اسی عمر میں رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال شریف ہوا تھا۔ حضرت

امام حسنؓ نے خود اپنے ہاتھوں سے تجہیز و تکفین کی۔ اور ابو تراب کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

نتیجۂ فکر

ان مقبولانِ حق کی یہ سیرت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخم کھاتے ہیں۔ اور قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ہم اپنی مراد کو پہنچے اور اپنے قاتل کی خاطر و مدارات بھی کرتے ہیں اور ان پاک لوگوں پر بڑے سے بڑے مصائب و آلام بھی نازل ہوتے ہیں۔ اور وہ ہر حال میں خدا تعالیٰ کی مرضی پر راضی بہ رضا رہتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان مقبولانِ الٰہی کی موت محض ایک نقل مکانی ہوتی ہے۔ گویا۔ ؎

دلہا تمام ز آتشِ حسرت کباب شد

جانہا اسیر سلسلۂ اضطراب شد

لب تشنگانِ بادیۂ اشتیاق را

دریائے بحر و صبر و سلامت سراب شد

اظہارِ تعزّیت

حکایت نمبر ۸۵

حضرت زید بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب امیرالمؤمنین جانشین رحمۃ للعالمین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادت کی خبر حضرت کلثوم بنت عمرؓ کے ذریعہ مدینۃ الرسول میں پہنچی تو اس ناگہانی خبر کو سنتے ہی تمام شہر میں کہرام مچ گیا۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو نہ روتی ہو۔ بالکل وہی منظر درپیش تھا جو سید لولاک حضرت محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات شریف کے دن دیکھا گیا تھا۔ جب ذرا سکون ہوا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا :-

چلو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھتیجے کی موت سن کر اُن کا کیا حال ہوتا ہے"۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-

سب لوگ ہجوم کر کے ام المؤمنین کے گھر گئے، اجازت چاہی۔ انہوں نے دیکھا کہ حادثہ کی خبر یہاں پہلے سے پہنچ چکی ہے۔ اور اُم المؤمنین غم سے نڈھال اور آنسوؤں سے تربتر بیٹھی ہیں۔ لوگوں نے حالت دیکھی تو خاموشی سے لوٹ آئے

ملہ الطلال صا۱۱۱

حضرت زید بن حسین رضی اللہ عنہ پھر رطب اللسان ہوئے کہ دوسرے دن مشہور ہوا۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ نبی اکرم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور پر جا رہی ہیں۔ مسجد میں جتنے بھی مہاجرین و انصار تھے استقبال کو اٹھ کھڑے ہوئے اور ام المؤمنین نہ کسی کے سلام کا جواب دیتی تھیں۔ نہ ہی بولتی تھیں۔ شدت گریہ سے آپؓ کی زبان مبارک بند تھی۔ دل تنگ تھا۔ چادر تک نہ سنبھلتی تھی۔ بار بار پیروں میں الجھتی اور آپ لڑکھڑا جاتیں۔ بدقت تمام روضہ منورہ پر پہنچیں۔ لوگ پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ روضۂ انور میں داخل ہوئیں۔ تو دروازہ شریف پکڑ کر کھڑی ہو گئیں۔ اور ٹوٹی ہوئی آواز میں نبیؐ آخر الزماں کی قبر مبارک سے کہا۔

"اے نبی ہدایت! تجھ پر سلام! ابوالقاسم تجھ پر سلام رسول اللہ! آپ پر اور آپ کے دونوں ساتھیوں پر سلام میں آپؐ کے محبوب ترین عزیز کی موت کی خبر آپ کو سنانے آئی ہوں۔ میں آپؐ کے عزیز ترین کی یاد تازہ کرنے آئی ہوں بخدا آپ کا چنا ہوا حبیبؓ منتخب کیا ہوا عزیز قتل ہو گیا، جس کی بیوی افضل ترین عورت تھی۔ واللہ وہ قتل ہو گیا جو ایمان لایا اور ایمان کے عہد میں پورا اترا میں رونے والی غمزدہ ہوں میں اس پہ آنسو بہانے اور دل جلانے والی ہوں۔ اگر قبر کھل جاتی تو آپ کی زبان مبارک بھی یہی کہتی کہ میرا عزیز ترین اور افضل ترین وجود قتل ہو گیا۔"

(اظلال ص ۱۱۲ عقد الفرید ص ۱۳۹ جلد ۲)

نتیجۂ فکر

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت سے تمام مسلمانوں کو بہت سخت صدمہ ہوا۔ اور خصوصاً ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زیادہ ہوا کیوں کہ آپ مسلمانوں کی ماں تھیں، اگر ماں کے سامنے اولاد مر جائے تو کیا ماں کو احساس نہیں ہوتا۔ کیا رنج و ملال اور روحانی و ذہنی تکلیف نہیں ہوتی؟ یقیناً دل و دماغ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور ایک گھڑی وہ بھی آجاتی ہے کہ صبر کا دامن بھی چلا جاتا ہے۔ اور عقل سلیم کے مطابق حقیقت بھی یہی ہوتی ہے کہ ماں کو جو اپنی اولاد کے ساتھ محبت و الفت اور نسبت ہے۔ وہ عجیب الاثر ہوتی ہے۔ چنانچہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا جب پتہ چلا تو بہت افسوس کیا۔ اور دلی جذبات برداشت نہ ہو سکے۔ اور اسی دلی کیفیت کے سبب آپ روضۂ انور پر تشریف لے گئیں۔ اور اپنے دلی جذبات کا اظہار حضور سرور کون و مکان سے کیا۔ پھر کس قدر وہ بے غیرت اور بے حیا آدمی ہیں جو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عداوت و بغض رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "جناب عائشہ کو علیؓ سے بغض تھا۔ حالانکہ "کتاب استیعاب" میں مذکور ہے کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ نے جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنی تو ٹھنڈی سانس لی اور فرمایا۔ "اے عرب جو چاہیں کریں۔ کوئی انہیں روکنے والا باقی نہیں رہا۔"

شجرۂ چشتیہ

فَهٰذِهٖ سِلْسِلَتِیْ مِنْ مَشَائِخِیْ فِیْ طَرِیْقَةِ الْچِشْتِیَةِ نِظَامِیَّةِ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ ٥

یہ سلسلہ میرا میرے مشائخوں کا بیچ طریقہ چشتیہ نظامیہ کے راضی ہو اللہ تعالیٰ ان سب سے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحم کرنیوالا اور بخشش کرنیوالا ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّةٍ مِائَةَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّةٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

شجرۂ مبارکہ کو پنج گانہ نماز کے بعد ذوق عشق سے پڑھیے۔ بعدہٗ ختم شریف کا اہتمام کیجیے، ترکیب حسب ذیل ہے:-

اول و آخر گیاراں گیاراں بار۔ درود چشتیہ شریف درمیانی حصہ میں ایک مرتبہ شجرہ شریف۔ ایک مرتبہ الحمد شریف تین بار۔ آیت الکرسی تین بار چہار قل شریف پڑھکر بارگاہِ کون و مکاں حضور سرورِ کائنات عالم مَا کان و ما یکون علیہ الصلوٰۃ و سلام میں نذرانہ عقیدت عجز و انکساری سے پیش کیجئے۔ اور حضورؐ ہی کے توسل سے سبھی انبیاءؑ، صحابہ کرامؓ اہل بیت عظامؓ، شہدائے کرامؓ۔ امہاۃ المؤمنینؓ۔ بزرگانِ چہار سلاسل اور جملہ ہائے مسلمینؒ عالم خصوصًا اولیائے چشت رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی ارواحِ پاک کو ہدیۂ تبریک پیش کریں۔ اس کے بعد اپنے اور اپنے شیخ کے درجاتِ عالیہ کے بلند ہونے کی دعا کریں۔ بندۂ فرید کا ایمان ہے کہ ہند و پاکستان تو کیا؟ برِّ اعظم ایشیا۔ خواجۂ خواجگان غوث الثقلین مشائخ القطب حضرت سیّدنا و مرشدنا غریب نواز سیّد معین الدین حسن چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرہونِ منّت ہے، جن کی شب و روز انتھک جد و جہد سے فروغِ اسلام اور دینِ مصطفائی کو چار چاند لگے اور انوارِ چشتیہ کی مقدس شعاعوں نے ذرے ذرے کو درخشاں کر دیا۔ اور اولیائے چشت رضی اللہ عنہم کی طفیل خداوند قدوس ہر مسلمان مرد و عورت کو مصائب و آلام سے محفوظ رکھتے ہیں۔ لہٰذا برادرانِ طریقت شجرۂ مقدس کی بلا ناغہ سوز و گداز اور لحن سے تلاوت کریں۔

الصلوٰۃ و سلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ و سلام علیک یا حبیب اللہ

اے خدا تو اپنی ذاتِ کبریا کیواسطے
رحم کر مجھ پر محمد مصطفےٰ کے واسطے

میں ہوا ہوں سخت زار اس دنیا میں اسیر
کھولدے مشکل میری علی المرتضیٰ کیواسطے

خواجہ بصری حسن کا نام لاتا ہوں شفیع
شیخ عبدالواحد اہلِ بقا کے واسطے

فضل کر مجھ پر طفیل خواجہ ابن عیاض
شاہِ ابراہیم بلخی بادشاہ کے واسطے

حضرت خواجہ حذیفہ کیلئے ٹک رحم کر
بو ہبیرا لبصری صاحب ہدیٰ کیواسطے

خواجہ ممشادؒ کی خاطر میرا دل شاد کر
شیخ ابو اسحاق قطبِ چشتیا کے واسطے

خواجہ ابدال احمدؒ بو محمد مقتدا
خواجہ بو یوسف صاحب صفا کیواسطے

خواجۂ مودود حق، خواجہ حاجی شریف
خواجہ عثمانؒ اہل اقتدا کے واسطے

والیٔ ہندوستان خواجہ معین الدین حسنؒ
اور قطبؒ الدین قطب الاتقیا کیواسطے

کام کر شیریں طفیل خواجہ گنجؒ شکر
شاہ نظام الدینؒ محبوب اولیا کیواسطے

دل کو روشن کر طفیل شاہ نصیر الدین چراغ
اور کمال الدینؒ کمال اصفیا کیواسطے

دور کر ظلمت سراج الدینؒ دنیا کے لیئے
خواجہ علم الحق علم الھدیٰ کیواسطے

حضرت محمودؒ راجن سرور دنیا و دیں
اور جمال الدینؒ جمنؒ صاحب صفا کیواسطے

شیخ حسنؒ اور خواجہ شیخ محمدؒ کی طفیل
حضرت یحییٰؒ مدنی مقتدی کیواسطے

فضل کر مجھ پر طفیل شاہ کلیم اللہؒ ولی

اور نظامؒ الدین مقبول خدا کیواسطے

دین و دنیا کا وسیلہ پیر عالم فخر الدینؒ

قبلہ عالم نور محمدؒ راہنما کے واسطے

نور ایماں سے منوّر کر میرا قلب حزیں

بہر جمال اللہؒ خواجہ لقا کے واسطے

آنکھ وہ دے جس سے پہچانوں تیری ذات و صفاتؐ

خواجہ عالی خدا بخشؒ نور العلا کیواسطے

دل میں میرے تو بسے اور بس رہے تیرا حبیب

شہ محمدؒ خدا یارؒ غوث العلا کیواسطے

بادۂ وحدت سے کر دے تو مجھے مست الست

خواجہ سیف الدینؒ صدر اولیا کیواسطے

ہر بُن مو سے میرے نکلے صدائے حق ہُو

ہاشمی خواجہ محمدؒ رہنما کے واسطے

منبعِ جود و سخا مظہر نورِ خدا

ذاتِ پاک غلام محمد نور العلا کیواسطے

جانشین فرید الدین ۔ ضامن دنیا و دین

خواجہ غلام محمدؒ صاحب سخا کیواسطے

مرکزِ انوار و تجلے مظہر ظلِ خدا

شہبازِ طریقت و خواجہ چشتی رضا کیواسطے

یاالٰہی کر عطا ہر قلب میں عرفانِ جہاں

محمد رضا المصطفےٰ پُر ضیا کے واسطے

سلیم مضطرب کے دل کو عطا ہوں وسعتیں

خاندانِ چشت کے کل اولیا کیواسطے

بخش دے اپنی محبت قطع کر دے ماسوا

واسطے پیرانِ شجرۂ چشتیاں کے واسطے

کر قبول برکت سے ان ناموں کے ہر جائز دعا

یارب اپنی رحمتِ بے انتہا کیواسطے

میرا دل رکھ دائماً ذاکر بذکر اسم ذات
اے خدا جملہ مقدس اصفیا کیواسطے

نیکیوں سے دور بادریائے عصیاں غرق ہوں
دے رہائی اے خدا مجھ مبتلا کیواسطے

اے خدا مجھ کو تہی دستی کی کلفت سے بچا
اپنے اکمل جود اور فضل وسخا کیواسطے

میرے ہر دشمن کو مجھ پر اے خدا ترحم بنا
اپنی رحمانی رحیمی اور عطا کیواسطے

یاالٰہی کار شیطانی سے مجھ کو دور رکھ
ہر عمل مجھ سے کرا اپنی رضا کیواسطے

قبر میں آرام مجھ کو ابتداء سے کر عطا
اے خدا حضرت محمد مصطفےٰ کیواسطے

دلی التجاء

کر ترس ذرا مجھ پہ میری بگڑی بنا دے

اس خاک کے ذرّے کو بیابان بنا دے

میں اپنی سیاہ کاری کی ظلمت سے ہراساں

تو بندہ نوازی سے مرا خوف مٹا دے

ہوں مست بخود مست زمانے سے بیگانہ

اے ساقی مجھے جام الستی وہ پلا دے

وہ اور ہیں بیمار جو عیسےٰ کے طلبگار

تو دردِ جگر مرا اور بڑھا دے

مجھ کو نہ پسند آئے یہ اطوارِ زمانہ

میرے لئے دنیا ہی کوئی اور بنا دے

ساقی مئے حاضر کے ہوئے مجھ سے گریزاں

اب تیرے سوا جاؤں کہاں تو ہی بتا دے

اُجڑا دل رکھتا ہے خزاں عصرِ رواں سے

آباد جہاں تیرا مرا اُجڑا بسا دے

دُعاء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

شروع اللہ کے نام سے جو بخشنے والا مہربان ہے

یَا لَطِیْفُ اُلْطُفْ بِیْ وَبِوَالِدَیَّ فِیْ

اے مہربان مہربانی کر ساتھ میرے اور ماں باپ میرے کے تمام

جَمِیْعِ الْاَحْوَالِ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

حالوں میں جیسا تو دوست رکھتا ہے اور پسند کرتا ہے

یَا عَلِیْمُ ؕ یَا قَدِیْرُ ؕ وَاغْفِرْ لِیْ

اے جاننے والے اے قدرت والے اور بخش دے مجھ کو

وَلِوَالِدَیَّ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ؕ

اور میرے ماں باپ کو تحقیق تو ہر چیز پر قادر ہے۔

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ★ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِہِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (پ ۱۳ ع ۶)

(بے شک ان کے قصوں میں عبرت ہے سمجھ داروں کے لئے)

77

جامع اور سبق آموز

حکایاتِ چشتیہ (حصہ اول)

مؤلفہ

بندۂ فقیر:۔ محمد رضاء المصطفےٰ چشتی نظامی

اس کتاب میں مقدس قرآن وحدیث اور دیگر چہار سلاسل اولیاء ربانی کے ملفوظات و تصنیفات اور اسلامی کتب کی روشنی میں ساقی کوثر، صاحب لولاک، دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل و کمالات، فیوض وبرکات، صداقت وعظمت اور انہیں کتب کے شواہد سے حضور پُرنور کا مالک مختار، نور علیٰ نور، بے نظیر وبے مثال ہونا ثابت کیا گیا ہے نیز خلفائے راشدین جو کہ حضورؐ کے ہم راز اور انسانیت کے محسن تھے۔ ان کے کمالات بھی تحریر ہیں۔ اور سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کی دلچسپ مفید اور دل ودماغ کو وسعت دینے والی حکایات جمع کر دی گئی ہیں۔ ہر حکایت کے بعد اس سے جو نتیجہ فکر حاصل ہوتا ہے۔ وہ ساتھ ہی لکھ دیا گیا ہے اور ان حکایات چشتیہ کو بڑے مدلل اور احسن پیرائے میں لکھا گیا ہے۔ حسب موقعہ اشعار بھی درج ہیں۔ اور ہر حکایت چشتیہ کو اصل اور کئی کتابوں سے دیکھ کر درج کیا گیا ہے۔ کتابوں کا نام صفحہ۔ جلد سب کچھ لکھ دیا گیا ہے۔

ناشر:۔ کتب خانہ "الوارِ چشتیہ" ۱۲۲ پی۔ ۳ سٹریٹ منصور آباد۔ لائل پور